زندہ جاوید خوشبوئیں

سید محمد صالح فرفور رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: محمد عبدالحکیم شرف

مکتبہ قادریہ لاہور

زندہ جاوید خوشبوئیں

سید محمد صالح فرفور رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: محمد عبد الحکیم شرف

مکتبہ قادریہ لاہور

شیخ طریقت سید محمد صالح فرفور رحمہ اللہ تعالیٰ (دمشق)

ترجمہ: محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

کتاب	من نفحات الخلود
ترجمہ	زندہ جاوید خوشبوئیں
تالیف	شیخ سید محمد صالح فرفور رحمہ اللہ تعالیٰ (دمشق)
مترجم	محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی
کلمات تقدیم	مفکر اسلام سید ریاض حسین شاہ صاحب
مثالی شخصیات	ممتاز احمد سدیدی
کمپوزنگ	ورڈ شائل کمپوزنگ پوائنٹ لاہور
آپریٹرز	عارف علی قادری، عبدالقیوم چوہدری
	مشتاق احمد قادری
پروف ریڈنگ	حافظ محمد شاہد اقبال
صفحات	۲۳۲
اشاعت	۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء
تعداد	۱۱۰۰
مطبع	
قیمت	Rs60.-00

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ لاہور پاکستان

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

پاکستان ' اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر معرض وجود میں آنے والا سب سے بڑا اسلامی ملک تھا ——— جس کا ایک بڑا حصہ عاقبت نا اندیش حکمرانوں اور سیاست دانوں کی غلط پالیسیوں اور دشمن کی فریب کاریوں کی بنا پر ہم سے الگ ہو گیا ——— ملک عزیز کا باقی ماندہ حصہ بھی ارباب سیاست کی باہمی رسہ کشی اور خلفشار کی زد میں ہے ——— بیرونی خطرات دن بدن بڑھ رہے ہیں ——— ایسے عالم میں ہر درد مند پاکستانی کے دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ یا اللہ ! ہمیں ایسا قائد عطا فرما جو پوری قوم کی اصلاح کرے ——— اسے متحد اور فعال بنا دے ——— اور ملک پاک کی سالمیت کی صحیح طور پر حفاظت کرے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں سب سے پہلے نظام تعلیم پر توجہ دی جاتی ——— ایسا نصاب تیار کیا جاتا جسے پڑھنے والے قوم کے نونہال ' اسلام کے شیدائی ' اور سچے پاکستانی تیار ہوتے ——— اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا ایمانی تعلق اتنا مضبوط ہوتا کہ وہ خود بھی اسلامی تعلیمات کے پیکر ہوتے ——— اور اجتماعی سطح پر اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے ' جب تک کہ اس ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ نہ ہو جاتا۔

لیکن ہماری دانشگاہوں میں اول تو ایسا نصاب ہی رائج نہیں کیا گیا ——— پھر بہت سے ایسے اساتذہ مقرر کیے گئے جو اسلام اور پاکستان کے بارے میں خود بھی شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اور طلبہ کے ذہنوں کو بھی تشکیک کے ذریعے زہر آلود بنا رہے ہیں ——— آج کے بہت سے جدید

تعلیم یافتہ افراد وہ ہیں جو نہ تو اسلامی تعلیمات سے پوری طرح آگاہ ہیں اور نہ ہی تاریخ اسلام کے درخشندہ ماضی اور قابل صد فخر شخصیات کے جگمگاتے کردار سے واقف ہیں ——— انہیں تمام خوبیاں دوسری قوموں اور ان کے قائدین میں نظر آتی ہیں ——— اور اسلام ' ہر خوبی اور ہر کمال سے تہی دامن نظر آتا ہے ——— ایسا کیوں ہے؟ ——— اس لئے کہ انہیں اسلام اور تاریخ اسلام پڑھانے کا اہتمام نہیں کیا گیا ——— اور خود بھی انہوں نے پڑھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔

حال ہی میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے ویمن ایکشن فورم سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

"اسلام کا کوئی دور سنہری نہیں تھا ' خلفائے راشدین کے دور میں بھی لڑائیاں ہوئیں" (روزنامہ پاکستان ' لاہور شمارہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۲)

یہ خیالات ہیں لاہور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور علامہ اقبال کے لخت جگر کے ' علامہ اقبال نے تو کہا تھا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

اللہ اکبر! جو جلوہ باپ کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکا ' اس نے بیٹے کی آنکھوں کو اس طرح چندھیا دیا کہ اسے تاریخ اسلام کے تمام ادوار تاریک دکھائی دیتے ہیں ——— اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کا کیا حال ہو گا؟

زندۂ جاوید خوشبوئیں

پیش نظر کتاب ' دمشق ' شام کے جلیل القدر راہنما اور اسلام کا سچا درد رکھنے والے عالم دین ' علامہ شیخ محمد صالح فرفور کی کتاب **من نفحات الخلود** کا رواں دواں ترجمہ ہے ——— اس میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ مصنف کی اس طرح ترجمانی کی جائے کہ اس پر ترجمے کا گمان نہ ہو

——— یہ تو قارئین ہی بتائیں گے کہ اس مقصد میں ترجمہ نگار کو کتنی کامیابی ہوئی ہے؟ ——— یہ کتاب قوم کے نونہالوں ' طلباء اور طالبات کے لئے لکھی گئی ہے ' تاکہ ان کے دل اور دماغ مغرب کی صنعتی ' سائنسی ' ایٹمی اور خلائی ترقی کو دیکھ کر مرعوب نہ ہوں ——— انہیں پتا چلے کہ ہمارا ماضی کس قدر تابندہ اور درخشاں ہے؟ ——— ہمارے اسلاف کتنی عظمتوں کے امین تھے ؟ ——— انسان کی بنیادی فضیلت یہ نہیں ہے کہ وہ ذرے کا سینہ چیر کر ایٹم تک رسائی حاصل کر لے ——— یا چاند اور مریخ کو مسخر کر لے ——— یہ تو اضافی خوبیاں ہیں ' بنیادی خوبی یہ ہے کہ انسان صحیح عقائد اور اصول کا حامل ہو ——— اس میں سیرت و کردار کا نکھار ہو ' حق کہنے ' حق کو قبول کرنے ' اور حق کی خاطر جان دینے کا حوصلہ ہو ——— صداقت و امانت کا پیکر ہو ' کفر و شرک ' ظلم و ستم ' اور جہالت و افلاس کے خلاف نبرد آزما ہو ——— اور بلکتی سسکتی انسانیت کے دکھوں کا مداوا ہو ——— سیاروں پر کمند ڈالنے والی وہ قوم کسی طرح بھی ترقی یافتہ کہلانے کی حق دار نہیں ہے جو فتنہ و فساد کی آماجگاہ ہو ——— جہاں کالے اور گورے میں فرق کیا جاتا ہو ' جہاں آنکھوں میں حیا اور دل میں غیرت نام کی کوئی چیز نہ ہو ——— آیئے ' ایک نظر اس کتاب پر ڈال لیجئے ' پھر بتایئے کہ کیا ہم اپنے ماضی پر فخر کرنے میں حق جانب نہیں ہیں؟ ——— اور کیا ہم اپنے اسلاف سے رشتہ منقطع کر کے اپنی زندگیوں کو سنوار سکتے ہیں ؟

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

عربی سے اردو ترجمہ تک

چھ سات سال پہلے ایک افغانی عالم ' غالباً ان کا نام عبدالعزیز تھا ' جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تشریف لائے ——— راقم نے ان کے پاس **من نفحات الخلود** دیکھی اور ایک نظر دیکھتے ہی اس کا اسیر ہو گیا ' تاریخ اسلام کی ایمان افروز ' روح پرور '

اور ولولہ انگیز داستانیں ہیں ـــــــ مسلمانوں کے قابل فخر صد ماضی کے جگمگ جگمگ واقعات ہیں ـــــــ حاتم طائی کی سخاوت کا واقعہ دل کش پیرائے میں بیان کیا گیا ہے' انداز بیان بڑا دلکش اور روح پرور ہے ـــــــ اور مقصد اسلامی سپرٹ کو قارئین کے دلوں میں اجاگر کرنا ہے ـــــــ افغانی عالم سے درخواست کی کہ یہ کتاب قیمتاً دیدیں' لیکن وہ راضی نہ ہوئے ـــــــ راقم نے اس کی فوٹوسٹیٹ کاپی بنواکر اپنے پاس محفوظ کرلی ـــــــ کچھ عرصے بعد علم دوست اور علم پرور' محب محترم سید عابد حسین شاہ (چواسیدن شاہ) کو ریاض' سعودی عرب عریضہ ارسال کیا' کہ اگر ممکن ہو تو یہ کتاب فراہم کردیں ـــــــ انہوں نے ازراہ مہربانی کتاب دمشق سے منگواکر مجھے ارسال کردی ـــــــ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

راقم نے وقتاً فوقتاً اس کے اجزاء کا ترجمہ کیا اور ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دلیل راہ لاہور اور دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ کو بھجوایا ـــــــ نہ صرف ان جرائد نے بلکہ ہندوستان کے بعض جرائد نے بھی ان اجزاء کو شائع کیا ـــــــ چند ماہ قبل خیال ہوا کہ کیوں نہ ترجمہ مکمل کردیا جائے' الحمدللہ! ترجمہ مکمل ہوگیا' جو ہدیہ قارئین ہے ـــــــ مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے کلمات تقدیم تحریر فرمائے ـــــــ ممتاز احمد سدیدی نے مثالی شخصیات کے عنوان سے پیش لفظ لکھا استاذ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی' ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ اور مولانا محمد منشا تابش قصوری نے نہ صرف حوصلہ افزائی کی' بلکہ مفید مشوروں سے نوازا ـــــــ حافظ محمد شاہد اقبال نے پروف ریڈنگ کی ـــــــ اور جناب رضاء الدین صدیقی' مدیر ماہنامہ ضیائے حرم نے ٹائٹل کے لئے ڈیزائن عنایت کیا۔

کتاب کا ترجمہ مکمل ہوگیا' تو کمپوزنگ بھی شروع ہوگئی ـــــــ لیکن کوشش بسیار کے باوجود حضرت مصنف کے حالات زندگی دستیاب نہ ہوئے ـــــــ اسی فکر میں سرگرداں تھا کہ ایک دن ادب عربی کے مایہ ناز سکالر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب' استاذ شعبہ عربی' پنجاب یونیورسٹی سے ملاقات ہوگئی ـــــــ ان سے اپنی مشکل بیان

کی تو انہوں نے بتایا کہ کراچی کے ایک دارالعلوم میں فرفور خاندان کے ایک استاذ پڑھاتے ہیں ان سے رابطہ کرو ——— راقم نے اپنے عزیز دوست اور جدید عربی کے ماہر' فاضل مولانا نور احمد شاہتاز کو عریضہ ارسال کیا ——— چند دنوں کے بعد ان کی طرف سے ایک پیکٹ ملا جس میں دو کتابوں کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں تھیں۔

- الدرالمنثور : از حضرت علامہ سید محمد صالح فرفور' صفحات ۲۰۳
- الزاہر: تذکرہ علامہ سید محمد صالح فرفور' از ڈاکٹر محمد عبداللطیف فرفور' صفحات ۳۳۵

سچی بات یہ ہے کہ علامہ شاہتاز نے مجھے حیران کر دیا ——— اور یہ احساس دلا دیا کہ ابھی دنیا اخلاص کے پیکروں سے خالی نہیں ہوئی ——— حضرت مصنف کا مختصر تذکرہ آپ آیندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے ——— یہ الزاہر ہی سے ماخوذ ہے۔

مشہور ادیب اور دانشور' محسن اہل سنت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ اپنے کئی مقالات میں جملوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچ دیتے ہیں ——— جن سے عبارت کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے فقیر کے پاس نہ تو وہ پرواز فکر ہے اور نہ ہی زور قلم ——— تاہم راقم نے ان ہی کا انداز اختیار کیا ہے ——— اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے اور اس کتاب کو طلباء وطالبات کے لئے فائدہ مند بنائے۔

راقم کی خطباء حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کا نہ صرف مطالعہ فرمائیں بلکہ اس کے مواد کو اپنی تقریروں کا موضوع بنائیں ——— تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان اور انجمن طلباء اسلام کے قائدین سے بھی گزارش ہے کہ اس کتاب کو نصابی کتب میں شامل فرمائیں ——— تاکہ طلباء اور طالبات کی فکر' اسلامی رنگ میں رنگی جا سکے۔

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۳ھ ——— محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی
۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِهدَاء

- ازل سے ابد تک تمام تعریفیں، کائنات کے پالنہار، اللہ رب العزت کے لیے۔
- بے پایاں درود و سلام سرور دوعالم، رحمۃ للعالمین، محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر۔
- اے اللہ! ہمارے دلوں کو نور ایمان اور عقلوں کو نور معرفت سے منور فرما۔
- ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔
- ہمیں باطل کو باطل جاننے اور اس سے بچنے کی سعادت عطا فرما۔
- اے رب کریم! ہماری خطا اور بھول پر گرفت نہ فرما
- اے خالق و مالک! تیری رحمت ہر شے کو محیط ہے، ہمیں بھی اپنی رحمت خاص کے دائرے میں داخل فرما۔
- بے شک تو جو چاہے کرے۔

محمد صالح فرفور

صدر جمعیت الفتح الاسلامی

(دمشق۔ شام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمات تقدیم

کارگہ حیات میں ہر لحہ عروج و زوال کے انقلابی دائرے سمٹتے اور پھیلتے رہتے ہیں ـــــ مظاہر فطرت کی نوعا نوعی ہر لحظہ جس حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے بے تاب رہتی ہے ـــــ ذرے جو ناقابل شکست و ریخت سمجھے جایا کرتے تھے ان کا کلیجہ پھٹ کر طاقت اور قوت کے سربستہ رازوں کو منکشف کر رہا ہے ـــــ نت نئی سے نئی حقیقتیں کھل رہی ہیں ـــــ لطافتوں کی کرن کرن روشنیاں ' روحوں کی تہوں میں کھب رہی ہیں ـــــ ہر چیز تیز رفتاری کے لطیف مرکزوں پر ایٹمی سرعت سے متحرک نظر آ رہی ہے ـــــ مادے حرارت بن رہے ہیں 'اور حرارتیں مادوں میں ڈھل رہی ہیں

کوئی نکتہ ایسا نہیں 'جسے راز دروں کہا جا سکے ـــــ کوئی زاویہ ایسا نہیں 'جس میں جھانکا نہ جا سکے ـــــ کوئی موقع ایسا نہیں' جس کی جستجو ممکن نہ ہو ـــــ اور کوئی افق ایسا نہیں 'جس کے تغیرپذیر رنگوں سے پیغام نہ لیا جا سکے ـــــ ظاہر باطن ہو رہے ہیں 'اور باطن ظاہر کا روپ دھار رہے ہیں ـــــ اول 'آخر کو پانے کی فکر میں ہے ـــــ اور آخر اول کی دہلیز پر سجدہ زن ہو رہا ہے ۔

ایسے میں کبھی کبھی کوئی ذات اگر پردہ در پردہ ـــــ حجاب در حجاب پیچیدگیوں میں گم نظر آتی ہے ـــــ تو وہ محض حضرت انسان ہے ـــــ یہ کیا ہے ؟ ـــــ اسے کیا کہیے ؟ ـــــ یہ کون ہے ؟ ـــــ اس میں شر ہے یا خیر؟ ـــــ یہ بندۂ عقل ہے یا پیکر عشق ؟ ـــــ اس کی حقیقت میں شعلۂ نار مستور ہے یا شرارۂ نور ؟ ـــــ

اسکی ذات سے رحمتوں کے سوتے پھوٹتے ہیں یا زحمتوں کے طوفان اٹھتے ہیں ؟ ـــــ اسے ظالم و جہول کہا جائے یا عادل و مجبور ؟ ـــــ اسکے ارادوں میں تسخیر و تقدیر کا جلوہ دیکھا جائے یا اس کے اعمال میں انقلاب کا مشاہدہ کیا جائے ؟ ـــــ اسے شئے غیر مذکور قرار دیا جائے یا وجہ تخلیق کائنات مانا جائے ؟ ـــــ اس کی بو ترابیوں سے فانی ہونے کا سبق سیکھا جائے یا اس کے جاری فیض کو دیکھ کر باقی ہونے کی غرق مستیاں حاصل کی جائیں ؟ ـــــ اس کے دیدوں کی چمک میں حق و حقیقت کا نور ڈھونڈا جائے یا اس کی بد اعمالیوں میں سرکشی کی تاریکیاں ٹٹولی جائیں ؟ ـــــ اس کی فاسقانہ روش پر اسے ہم نشین شیطان کہا جائے یا اس کی نیاز مندیوں پر اسے ہمرکاب کروبیاں قرار دیا جائے ؟ ـــــ انسان کیا ہے ؟ ـــــ اور انسانیت کیا ہے ؟ ـــــ **بقول حکیمے** کہتا ہو گا "اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے"

انسان کو اپنی حقیقت دیکھنے کے لئے ایک آئینہ نور چاہیے ـــــ جس میں وہ دیکھتا جائے اور بنتا جائے ـــــ دیکھتا جائے اور سنورتا جائے ـــــ دیکھتا جائے اور ترقی و ارتقاء کی منزلیں طے کرتا جائے ـــــ دیکھتا جائے اور معیار حسن کے مطابق ڈھلتا جائے ـــــ ہمدردی دیکھنی ہو تو ہمدردی کا آئینہ ـــــ ایثار ملاحظہ کرنا ہو تو ایثار کا آئینہ ـــــ معرفت جہاد مقصود ہو تو جہاد حق کا آئینہ ـــــ غریب پروری کا جائزہ لینا ہو تو غریب پروری کا آئینہ ـــــ ظاہر کے لئے ظاہر کے آئینے اور باطن کے لئے باطن کے آئینے۔

رہا یہ سوال کہ یہ آئینے کہاں تلاش کئے جائیں ؟ ـــــ تو یاد رہے کہ انسانی محامد کا اعلےٰ ترین آئینہ جس میں معیار حسن قائم کیا جا سکے کوئی ایسا زندہ انسان ہی ہو سکتا ہے جس میں معیار حسن قائم کیا جا سکے ـــــ کوئی ایسا زندہ انسان ہی ہو سکتا ہے جس میں اَنَا مِرْاٰۃُ جَمَالِ

الحقِّ ـــــــ کا نور منعکس ہو رہا ہو ـــــــ گویا زندہ و تابندہ ' عظیم و جلیل اور روشن و تاباں شخصیتیں ہی ہوتی ہیں جن کی صحبتیں اور توجہات کرم کی خوشبوئیں ' مشام ہستی کو معطر کر دیتی ہیں ـــــــ ان کی باتیں روشنی بانٹتی ہیں ـــــــ ان کی دعوتیں بہار بندی کرتی ہیں ـــــــ اور ان کی سیرتیں رحمتوں کی رت گر ہوتی ہیں ـــــــ وہ تاریخ کے صفحوں میں ایسے نظر آتے ہیں جیسے کوئی نور کے تڑکے میں دھیرے دھیرے جنت کی طرف رواں دواں ہو ـــــــ وہ روحوں میں ایسے اتر جاتے ہیں جیسے شبنم شب تیرہ و تار کا کلیجہ چیر کر پھولوں کی پتیوں پر آ بیٹھتی ہو ـــــــ انکی محفلیں جیسے کوئی ستاروں کی بزم میں جا بیٹھے ـــــــ وہ بولیں نہ بھی 'تو ان کا عمل انقلاب کے گیت گنگناتا ہے ـــــــ وہ دیکھیں نہ بھی 'تو ان کے ذہن سے اٹھنے والے تخیل زندگی کی گزر گاہوں میں ہلچل پیدا کر دیتے ہیں ـــــــ وہ اس جہان فانی میں نظر نہ بھی آئیں تو ان کے مرقدوں کی مٹی زندگی کی سوغات تقسیم کرتی ہے ـــــــ ان کی گدڑیوں کی دھول میں ہیروں کی چمک ہوتی ہے ـــــــ ان کے فقر میں خسروی حکمتیں نہا ہوتی ہیں ـــــــ اللہ اللہ ! یہ مستیاں اللہ اکبر ! فقر غیور کی یہ بے نیازیاں اللہ اعظم ! سیرت و کردار کی یہ پاکیزگیاں ـــــــ اس میں کیا شک ہے کہ ملکہ سبا کے تخت کو چشم زدن میں ادھر سے ادھر کر دینے والے کسی انسان کو پیار سے دیکھ لیں تو وہ کیا بنتا ہو گا ـــــــ بنا ہو گا؟ لیکن ان کی چشم مازاغ کی فراست و بصارت نے کیا کیا نہ بنایا؟

آج اگر کسی وجود میں نور و رحمت کے رنگ ملتے ہیں تو یہ انہی کی نگاہوں کا صدقہ ہے ـــــــ صدق حقیقت اور حقیقت صدق ہی ہے کہ یہی نوازے گئے اور نوازنے والے انسانیت کا اصل سرمایہ ہیں ـــــــ آدمیت اسی وقت تعمیر سیرت کی معراج حاصل کریگی جب اس کی منزل مقصود ان زندہ و پائندہ شخصیتوں کے نقوش راہ بن جائیں گے ـــــــ

بھاری بھرکم افکار ذہن کی غذا ہوا کرتے ہیں اور زندہ شخصیتیں کردار سازی کیا کرتی ہیں ـــــــ یہی وجہ ہے کہ الہامی ہدایت کا یہ مسلمہ دستور ہے کہ توراۃ ہو گی تو موسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے ـــــــ انجیل ہو گی تو عیسیٰ علیہ السلام پر نظر پڑے گی ـــــــ زبور زندگی کے تار چھیڑیگی تو داؤد علیہ السلام کی روح گیر آواز کان میں پڑے گی ـــــــ قرآن ہو گا، صاحب قرآن فرش تا عرش نورنوازیاں فرماتے دکھائی دیں گے ـــــــ معلوم ہوا کہ انسانوں کا اصلی وظیفۂ حیات الفاظ و کلمات کا ورد نہیں ـــــــ بلکہ ان شخصیتوں کی جستجو ہے، جن کی صحبت نظری' اطاعت عملی اور توجہ روحانی سے جاہ حق کا سراغ مل جاتا ہے ـــــــ زندگی میں شاید سب سے زیادہ مشکل مرحلہ یہی ہوتا ہے ـــــــ کہ کسی کیمیا نظر' جوالۂ نور' بیتاب عشق' بندۂ محبت' خوگر اخلاق' صاحب ادراک' معیار حق اور رشک بندگی شخص کی صحبت میسر آجائے۔

دم عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب میسر آئے
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

بڑی مشہور حقیقت ہے کہ اللہ والوں کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے ـــــــ یاد رہے کہ یہ محض باتیں نہیں ہوتی' جو رحمتوں کی گھنگھور گھٹاؤں سے آب صدق و عمل کشید کرلیتی ہیں ـــــــ بلکہ زندہ و متحرک سیرتوں کی گنگناتی آبشاریں ہوتی ہیں جو رحمت بن کر گرتی ہیں ـــــــ شخصیات کے قید و حدود جب لطافت کی جوئے مست میں نہالیتی ہیں تو پھر شخصیتیں نہیں رہتیں ـــــــ وہ نور کے پیکر بن جاتے ہیں ـــــــ جن سے ہر لحظہ نور ہی کی تاباں کرنیں پھوٹتی رہتی ہیں ـــــــ خاک و خون اور قد و حد کی قید میں بند انسانوں کا اصلی عروج' ایسے ہی عظیم انسانوں کی دہلیز پر

اطاعت و خدمت کی حاضری دینا ہوتا ہے۔

مفکرین کے ہاں یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مذہب اور دین وہ سرسبز و شاداب اور تازہ و پائیدار درخت ہوتا ہے ــــــ جس کے اصول ثابت ہوں اور فروع متحرک ہوں ــــــ ایسی آئیڈیالوجی جس کے فروعات میں لچک اور اقدار میں استقلال نہ ہو ــــــ زمانے کی دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکتی ــــــ ان تسلیم شدہ حقائق کے مطابق استقلال اور لچکدار قوانین کے حسین مرقعے الفاظ نہیں ہو سکتے ــــــ بلکہ شخصیتیں ہو سکتی ہیں ــــــ یہی وجہ ہے کہ قرآنی اقدار مستقل اور ثابت ہونے کے باوجود اپنے اثرات اور نتیجہ خیزیوں کے اعتبار سے مختلف اور متنوع ہوتی ہیں ــــــ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ جس دور میں تمدن اور تہذیب کے ان ثابت اور زبردست اصولوں کو توانا اور حرکی شخصیتیں میسر آتی ہیں تو ان کے اثرات بھی انقلابی دکھائی دیتے ہیں ــــــ شاید یہی وجہ ہے کہ بزرگ کہتے ہیں کردار سازی اور تغیر پذیر معاشروں میں تعمیری ٹھہراؤ پیدا کرنے کے لئے سیرت اور سوانح کا مطالعہ وقیع اثر رکھتا ہے ــــــ اور ان لوگوں کے تاریخی خاکے اور مرقعے بشریت کی تقدیر بدل سکتے ہیں جن کی زندگی کے خاکوں میں سیرت رسول اکرم نے نیا رنگ بھرا ہو ــــــ اگر کوئی شخص دیانت سے اپنے آپ کو اٹھائے اور ان لوگوں کے درمیان جا کھڑا کرے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیار کئے ہیں ــــــ تو بلاشبہ وہ محسوس کریگا کہ وہ دنیا میں نہیں، جنت میں کھڑا ہے ــــــ اور اس کے دائیں، بائیں جو لوگ متحرک نظر آتے ہیں وہ انسان نہیں، فرشتے ہیں ــــــ فرق صرف اتنا ہے کہ اعمال کے نتیجوں میں جو جنت آباد ہو گی وہ مابعد الدنیا ملے گی ــــــ اور کردار و سیرت سے جو جنت تیار ہوتی ہے اسے مدینہ اور مکہ کی محمدی تہذیب میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

انسانی معاشرت کیلئے بطور معیار ہمہ دم ایسے زندہ اور عظیم کرداروں

کی ضرورت رہتی ہے جن میں عبودیت کا شعور نہایت گہرا ہو ــــــ جیسے ایک غلام کے اندر اپنے آقا کی مرضی میں ڈھل جانا رچا بسا ہوتا ہے ــــــ ایسے ہی وہ انسان معاشروں کی جان ہوتے جن کے ہاں ہر قول اور ہر عمل پر حب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھاپ لگی ہوتی ہے۔

یہی وہ لائق تکریم ہستیاں ہوتی ہیں جو انسانی قافلوں کے حقیقی راہنما ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں ــــــ انہیں اگر ڈھونڈا جائے تو یہ علم کی مسندوں پر ــــــ ادب کے مرکزوں پر ــــــ ضرب و حرب کے میدانوں میں ــــــ قول و قانون کے بحث خانوں میں ــــــ کیف و حال کے زاویوں میں ــــــ قلم و قرطاس کے جہانوں میں ــــــ ہر جگہ مل سکتے ہیں ــــــ انہی سے زندہ افکار کی روشنی پھوٹتی ہے ــــــ یہی تعمیر حیات کی خوشبوئیں بکھیرتی ہیں ــــــ انہی سے جنت بداماں ماحول جنم لیتے ہیں ــــــ خود بھی مہر درخشاں کی طرح چمکتے ہیں ــــــ اور ان کی باتیں بھی ستاروں کی طرح جگمگاتی ہیں ــــــ یہ جب انسانی قافلوں کے دوش بدوش چل رہے ہوں، تو ایسے لگتا ہے جیسے انسانی دنیا پر چاند اور سورج محو گردش ہیں ــــــ اور جب یہ پردہ فرما لیتے ہیں، تو زمین آسمان بن جاتی ہے ــــــ ان کی قبریں اور آرام گاہیں بھی فیض بانٹتی ہیں ــــــ پھر لوگ انہیں یاد کرتے ہیں ــــــ یاد رکھتے ہیں ــــــ ان کے قصے اور واقعات، سیرت گری اور کردار سازی کا کام کرنے لگ جاتے ہیں ــــــ پھر تاریخ مرتب کی جاتی ہے ــــــ کالم تخلیق کیے جاتے ہیں ــــــ ان کی عظمتوں کی خوشبوء، حروف و الفاظ کی کلیوں میں لپیٹ کر، ادب کے پھول اگائے جاتے ہیں ــــــ اور پھر یہی ادب ہمیشہ رہنے والے گیتوں ــــــ ہمیشہ رہنے والے نغموں، اور جیتی جاگتی کتابوں کی صورت میں انسانی خدمت پر کمربستہ رہتا ہے۔

گذشتہ دور میں مختلف زبانوں کے اندر اس نوعیت کی خدمت ہوتی

رہی ہے ——— ابن سعد سے لیکر واقدی تک ——— غزالی سے لیکر رازی تک ——— ابن رشد سے لیکر ابن حجر عسقلانی تک ——— ابن کثیر سے لیکر احمد ابن حنبل تک ——— عبدالرحمٰن جامی سے ——— محدث دہلوی تک ——— ہر بزرگ ' ہر ادیب ' ہر قلم کار اور ہر محقق زندگی کے صحراء سے ادب عالیہ کے موتی اکھٹے کرنے کے لئے زندہ انسانوں کا سراغ لگانے میں مصروف عمل رہا ——— سوانحی خاکے تخلیق کیے گئے ——— بکھرے موتی یکجا کئے گئے ——— اقوال زریں سے بساط ادب کو رونق بخشی گئی ——— جہان حسن و ادب کی ان پر جمال کاوشوں ' اور حسن افروز کاوشوں میں ایک کوشش علامہ فرفور کی "**من نفحات الخلود**" بھی ہے

"**من نفحات الخلود**" عربی ادب کی ایک خوبصورت اور اثر و تاثیر سے لبریز کتاب ہے ——— مصنف کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جاحظ اور جمال الدین محمد بن مکرم اصفہانی کے وزن کا آدمی تھا ——— فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ فرفور فقراء اور دراویش کی صحبت میں بیٹھنے والا شخص ہونے کے ناطے' اپنی تحقیق میں کوئی فضول چیز شامل نہیں ہونے دیتا ——— وہ اپنی زبان کو حیاء اور اسلامی تہذیب کے دائرے میں رکھتا ہے ——— اس کے قلم کی نوک سے صرف وہ واقعات ٹپکتے ہیں ' جن کا تعلق اسلامی اور روحانی تربیت سے ہوتا ہے ——— وہ بلا مقصد کوئی قول نقل نہیں کرتا ——— بلکہ یوں کہیے کہ فرفور قلم کے پیچھے نہیں بھاگتا ' بلکہ قلم اس کے پیچھے دوڑتا ہے ——— اور فرفور کی دوڑ ایک ہی منزل کی طرف ہوتی ہے ——— اور وہ ہے حب رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— اس عظیم اور تقدیر بدل منزل تک رسائی کے لئے وہ اکیلا نہیں دوڑتا ' بلکہ پورے انسانی کارواں کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہے ——— یہیں سے فرفور کا کام تقدس کے دائروں میں داخل ہو جاتا ہے ——— اور اس کی کتاب کا ہر لفظ موتیوں کی طرح چمکنے لگ جاتا ہے۔

محمد صالح فرفور کی فکر ایک مصلح کی ہے' وہ جانتا ہے کہ تحریکوں کی جان نوجوان ہوتے ہیں ——— اس لئے اس کی مخلصانہ کوششوں' اس کی بیتاب تحریروں اور اس کے حرارت مآب انشائیوں کا مرکز نوجوان ہی رہتے ہیں ——— وہ انہیں اپنی آہ سحر سے بیدار کرنا چاہتا ہے ——— اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان میں عقابی روح کار فرما ہو جائے ——— بلاشبہ "من نفحات الخلود" کا ایک ایک لفظ ان جذبوں اور آہنگ میں ڈوبا ہوا معلوم ہوتا ہے ——— عظیم مصنف کی یہ عظیم کتاب ایک سو ستاسی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ——— اس کی زبان عربی اور لہجہ آفاقی ہے ——— ضرورت تھی کہ فرفور کا پیغام اردو پڑھنے والے حلقہ میں بھی عام ہوتا ——— لاہور کے ایک مرد خدا مست کی اچٹتی ہوئی نظر اس پر جا پڑی ——— اور وہ اس خزانہ کو لیکر گوشۂ تنہائی میں جا بیٹھا ——— اور "من نفحات الخلود" کی زندہ خوشبو عربوں سے نکل کر اردو والوں میں بھی پھیلنے لگی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی محض عربی دان ہی نہیں' واقعیت شناس بھی ہیں ——— صرف ترجمان ہی نہیں' حقیقت آگاہ بھی ہیں ——— ان کا کوئی کام بھی درد کی گہرائی سے خالی نہیں ہوتا ——— درسیات کی جاں کاہ مشق سے تھکا ماندہ عالم دین ——— حیرت ہوتی ہے کہ زندہ ذوق کی لذتوں سے بہرہ مند رہتا ہے ——— قاضی مبارک' سلم' صدرا اور شمس بازغہ کی روح کش تقریروں کے جلاپے اور تڑاقے بھی اس کی آنکھوں سے محبت کے آنسو خشک نہیں کر سکتے ——— وہ روتا بھی ہے اور رولاتا بھی ہے ——— تڑپتا بھی ہے اور تڑپاتا بھی ہے ——— لکھنا اس کا دھندہ نہیں' درد ہے ——— وہ اپنے درد کے اظہار کے لئے اس کا قائل نہیں رہتا کہ اپنا ہی گیت سناتا جائے ——— جب کوئی میٹھا نغمہ کہیں سے بھی سنائی دیتا ہے ——— تو وہ اس کی سروں اور لہروں کو عام کرنے کا مشتاق بن جاتا ہے۔

"من نفحات الخلود" محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی کی تصنیف نہیں ـــــــ لیکن پسند ضرور ہے ـــــــ کتاب کا انتخاب بذات خود مترجم کے پاکیزہ ذوق پر شاہد عادل ہے ـــــــ محمد عبدالحکیم شرف قادری چونکہ خود سینے میں سمندر سے کھلا ' اور بادلوں سے زیادہ فیاض دل رکھتے ہیں ـــــــ ان کی زبان میں شیرینی ـــــــ مزاج میں انکسار ـــــــ طبیعت میں نیاز مندی ـــــــ پسند میں لطافت ـــــــ سوچ میں ژرف نگاہی ـــــــ اخلاق میں وسعت ـــــــ اور مہمان نوازی میں عربیت ہے ـــــــ اس لئے وہ اپنے ذوق کا سفر تحقیق و تصنیف میں بھی جاری رکھتے ہیں ـــــــ "من نفحات الخلود" دراصل شرف بھائی کا خوبصورت صفاتی آئینہ ہے ـــــــ آئینہ ' جس میں آپ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو چلتا پھرتا دیکھ سکتے ہیں۔

البتہ ! ایک بات بڑی عجیب ہے ' محمد عبدالحکیم شرف قادری کی تاریخی چھیڑ چھاڑ ـــــــ اعتقادی بحث و کرید ـــــــ نظریاتی آہنگ و تصلب "من نفحات الخلود" میں نظر نہیں آتا ـــــــ اگر محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اپنے رشحات قلم اور نفحات تحقیق کا رخ ہمہ گیر انسانی عنوانات کی طرف پھیر لیا ـــــــ تو امید کی جا سکتی ہے کہ وہ محققین کی اس صف میں بھی نمایاں مقام حاصل کر لیں گے ـــــــ جنمیں غزالی اور حسن بصری قائد کی حیثیت سے کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔

دعا ہے اللہ جل مجدہ من نفحات الخلود" کی خوشبوئیں عام فرمائے ـــــــ اور محمد عبدالحکیم شرف قادری سے دین مبین کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے ـــــــ اور ان کی ہر سعی اور کوشش کو اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبول فرمائے ـــــــ آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔

سید ریاض حسین شاہ
ڈائریکٹر ادارہ تعلیمات اسلامیہ
راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثالی شخصیات

آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں ' بلاشبہ وہ ٹیکنالوجی اور قلم و قرطاس کا دور ہے ——— ذرائع ابلاغ اتنے بڑھ گئے ہیں کہ دوریاں سمٹ کے رہ گئیں ہیں ——— اس دور میں تو جنگیں بھی ذرائع ابلاغ کے بل بوتے پر جیتی جا رہی ہیں ——— بحیثیت مسلمان قوم ' ہم جب اقوام عالم میں اپنے مقام کا تعین کرنا چاہتے ہیں تو خود کو ہر میدان میں پیچھے ہی پاتے ہیں ——— جبکہ ہمارا ماضی تاریخ عالم کا ایک روشن باب ہے۔

لیکن عہد حاضر میں ہم پر تاریکیوں کے سائے ہیں ——— ہمارے آباؤ اجداد سے علم و حکمت کے موتی پانے والے ' آج ہماری ہی آنکھیں چندھیا رہے ہیں ——— کل جو ہمارے اسلاف سے عصری علوم و فنون سیکھنے گئے تھے ' آج ہم انہیں کے محتاج ہیں ——— مکہ ' مدینہ ' بغداد ' قرطبہ اور قاہرہ علم و حکمت اور تکنیکی فنون کے مرکز رہے ہیں ——— لیکن آج مسلمان زبوں حالی کا شکار ہیں ——— آج علوم و فنون میں تو غیر مسلموں کی اجارہ داری ہے ہی ' لیکن عالمی ذرائع ابلاغ پر بھی غیروں ہی کا تسلط ہے ——— مسلمانوں کی خبریں بھی انہی ذرائع ابلاغ کے ذریعے پہنچتی ہیں ——— اور پھران ذرائع ابلاغ میں موجود فحاشی اور عریانی نے جہاں غیر مسلم معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے ——— وہیں مسلم دنیا کو بھی زبردست متاثر کیا ہے ——— نوجوان نسل کے لئے اخلاقی بے راہروی کے راستے کھول دیئے ہیں ——— ہمارے ملکی ذرائع ابلاغ کو بھی عالمی ذرائع ابلاغ نے اپنے سیکولر سحر میں جکڑ رکھا ہے۔

ہمارے ہاں میڈیا پر غیر نظریاتی اور سیکولر ذہن کا قبضہ ہے ———

جس کی وجہ سے "متاثرین مغرب" کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے ـــــــ اور جو لوگ مغربی دنیا سے کچھ سرمایہ کما لاتے ہیں' تعلیم اور مغربی تربیت حاصل کر کے آتے ہیں ـــــــ وطن عزیز کے لوگوں کو دیکھ کر ناک بھویں چڑھاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام پسندوں کے لئے بنیاد پرست کا لیبل بھی لے کر آتے ہیں ـــــــ آج جب مغربی دنیا اپنی معاشرتی زندگی کے تناؤ سے خود بھی بیزار ہے ـــــــ ہمارے معاشرے کے نوجوان مغربی تہذیب کے دلدادہ کیوں ہیں؟ ـــــــ فقط اس لئے کہ ہمارے قلمکاروں اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں نے نوجوانوں کو اسلاف کا شاندار ماضی یاد دلانے میں اپنا کردار ادا نہیں کیا ـــــــ اور جوں جوں مغربی دنیا کی مادی ترقی بڑھتی جا رہی ہے ـــــــ ہم مغربی تہذیب و تمدن کے اسیر ہوتے جا رہے ہیں ـــــــ اور اپنی عظیم اسلامی ثقافت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

آج نوجوان نسل کا آئیڈیل کہیں فلمسٹار ہے ' تو کہیں کرکٹ سٹار ـــــــ کہیں کسی فرقے کی شخصیات آئیڈیل ہیں ' تو کہیں کسی جماعت کا بانی ـــــــ اور کہیں سیاسی وابستگی مثالی شخصیت کا روپ دکھاتی ہے ـــــــ غرضیکہ عہد حاضر کے باشعور لوگوں نے بھی فلمسٹار اور کرکٹ سٹار کے علاوہ سیاسی اور مذہبی و علاقائی شخصیات کے صنم کدے آباد کر رکھے ہیں ـــــــ ان بتان مذہب و سیاست کو آنکھیں بند کر کے آئیڈیل قرار دیا جاتا ہے ـــــــ مذہبی 'سیاسی اور فلمی صنم پرستی کی اس دوڑ سے ہمارے مکار دشمن ہندو بنیئے نے بے پناہ فائدہ اٹھایا ہے ـــــــ ہماری اسلامی ثقافت پر ضرب لگانے کے لئے' نہ صرف ہمارے ملک ـــــــ بلکہ خلیج کی اسلامی کہلانے والی ریاستوں میں بھی اپنی فلموں کا جال بچھا رکھا ہے ـــــــ اس طرح بڑے نظم و ضبط سے ہندوانہ تہذیب کا پرچار کرنے کے علاوہ فحاشی اور عریانی کے جراثیم پھیلائے جا رہے ہیں ـــــــ جسے ہمارا مذہب اسلام دیگر تمام مذاہب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے۔

نوجوان نسل کے ہاتھوں "گنڈاسہ" فلموں نے موزر اور کلاشنکوف تھمادی ـــــ جبکہ کچھ دیگر "مہربانوں" نے جاسوسی، رومانوی ڈائجسٹوں اور ناولوں کا تحفہ نوجوان نسل کو پیش کیا ـــــ مذہبی حوالے سے ایسی کتابیں منظرعام پر آئی ہیں کہ فلاں جگہ جانا شرک ہے ـــــ فلاں طریقے سے دعا مانگنا شرک ـــــ یہ شرک ـــــ وہ شرک ـــــ نوجوان نسل کے اخلاق ومذہب پر ذرائع ابلاغ کے ذریعے کیسے کیسے حملے ہو رہے ہیں؟ ـــــ ہماری نوجوان نسل ہم سب کی غفلتوں کے سبب مذہب سے دور ہوتی جارہی ہے۔

شکنجۂ یہود و ہنود ہماری شہ رگوں کی طرف بڑھ رہا ہے ـــــ ہمارے گرد سازشوں کا حلقہ تنگ ہوتا جارہا ہے ـــــ ایسا تو ہوگا اور ہوتا رہے گا جب تک ہمارے قلمکار اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہوتے ـــــ ذرائع ابلاغ نظریاتی ہاتھوں میں نہیں دیئے جاتے اور نوجوانوں کو عہد ماضی کے فخرروزگار علماء، دانشوروں، ادیبوں، طبیبوں، سائنسدانوں اور حکمرانوں سے متعارف نہیں کرایا جاتا ـــــ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جب تک ہم معلم انسانیت مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انسان دوست شخصیت کی والہانہ محبت میں ڈوب نہیں جاتے ـــــ ہمارے نوجوان یونہی بھٹکتے رہیں گے ـــــ مغرب کی مادی ترقی کو دیکھ کر چندھیاتے رہیں گے ـــــ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال تعلیم کے سلسلے میں انگلینڈ اور جرمنی میں مقیم رہے ـــــ وطن واپس آئے تو مغرب سے مرعوبیت ساتھ نہ لائے ـــــ علامہ فرماتے ہیں۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

علامہ کی آنکھوں میں محبوب مجازی کی چمک دمک رچ بس چکی تھی ـــــ اسلاف کا تابناک ماضی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھلی کتاب تھا

——— قوت ایمانی اپنی تمامتر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر تھی ———
اس لئے مغرب کی مادی ترقی اور چکا چوند روشنیاں ان کی آنکھوں کو خیرہ کرنے سے عاجز رہیں۔

آج ہم نے فرقہ واریت اور سیاست کی بنیاد پر شخصیت پرستی کے سومنات تعمیر کر رکھے ہیں ——— ہماری تباہ حالی اور پسماندگی کا تقاضا ہے کہ عظیم تر ملی مفاد کی خاطر، مسلکی اور سیاسی لات و منات پاش پاش کر دیئے جائیں ——— نوجوان نسل کو اللہ کی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کے جذبے سے سرشار کر دیا جائے ——— صحابۂ کرام اور خلفاء راشدین کی مثالی شخصیتوں کو نمایاں کیا جائے ——— اور مسلم امہ کا تابناک ماضی نوجوان نسل کے سامنے اجاگر کیا جائے ——— علماء دانشوروں اور سائنسدانوں کا گرانقدر علمی ورثہ حقیقی وارثوں تک پہنچایا جائے ——— ذرائع ابلاغ کو مثبت انداز میں بروئے کار لایا جائے ——— اہل قلم کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے۔

ماضی کے زریں واقعات اور حقائق کے متعلق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں جناب طالب ہاشمی کی کتب قابل ذکر ہیں ——— جناب ڈاکٹر خالد غزنوی صاحب کی تصنیف طب نبوی اور جدید سائنس نہایت اہم ہے ——— نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے چند جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے بارے میں کچھ مقالے ہمارے حلقوں کی معزز ترین شخصیت جناب سید ریاض حسین شاہ صاحب دام ظلہ الکریم نے تصنیف کئے تھے ——— ان کا ایک ایک لفظ عشق و مستی کی کیفیت لئے ہوئے پڑھنے والے کو سوز و گداز کی کیفیت سے آشنا کرتا جاتا ہے ——— اس کے علاوہ انہوں نے مسلم نوجوانوں میں ملی غیرت و حمیت اور مقصدیت اجاگر کرنے کے لئے فکر شباب کے عنوان سے مقالہ سپردِ قلم کیا ——— خواتین کے لئے ایک مقالہ فکر بنات کے عنوان سے تحریر کیا

——— " فکر شباب " کتابچے کی صورت میں الگ بھی چھپا ہے ———
اور جن دوستوں نے پڑھا، بار بار پڑھا ہے ——— عالم اسلام کی معروف ترین شخصیت رئیس القلم علامہ ارشد القادری کی شاہکار تصنیف زلف و زنجیر جمالیاتی ادب کا شہ پارہ بھی ہے ——— اور مسلمانوں کے عہد ماضی کی بہترین عکاس بھی ——— جسے پڑھ کر اسلاف کی عظمتوں کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں ——— اور مسلم امہ کے تابناک ماضی کی کرنیں دل و دماغ کو منور کر جاتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی، سعودی عرب کی عربی تصنیف عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمْ مَحَبَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اپنی اولاد کو محبت رسول کی تعلیم دیں) ایک اہم کتاب ہے ——— اس کا ترجمہ محترم ڈاکٹر محمد مبارز ملک صاحب نے کر دیا ہے، اس کتاب کا تعلق ایمان کی بنیاد (محبت رسول) سے ہے ——— اس لئے اس کتاب کی طباعت کا بعض باخبر قارئین کو شدت سے انتظار ہے۔

"من نفحات الخلود" (زندہ جاوید خوشبوئیں) جمعیۃ الفتح الاسلامی دمشق کے صدر شیخ طریقت، حضرت شیخ محمد صالح فرفور کی تصنیف ہے ——— جسے پڑھنے سے ایک ولولہ تازہ ملتا ہے ——— جذبوں کو جوش و خروش میسر آتا ہے ——— کیف و سرور میں ڈوبا ہوا قاری، خود کو معلم انسانیت کی مجلس درس میں زانوئے تلمذ تہہ کئے ہوئے پاتا ہے ——— خود کو خوش نصیب اصحاب صفہ میں پاتا ہے ——— عہد ماضی میں اسلام کی بالادستی، اور فروغ علم کے سلسلے میں خدمات ——— اور ایسے ہی دیگر واقعات سے قاری کو آگہی ملتی ہے اور اس کتاب سے ہمیں مثالی شخصیات کا پتہ بھی ملتا ہے ——— جن کے نقش قدم پہ چل کر ہم آج بھی اقوام عالم میں سربلند ہو سکتے ہیں ——— اس کتاب میں ہمارے لئے یہ درس بھی موجود ہے کہ مسلمان کا آئیڈیل کرکٹ سٹار، فلم سٹار، غیر مخلص مذہبی پیشوا، غیر نظریاتی سیاستدان نہیں ——— بلکہ ہمارے لئے آئیڈیل اور مثالی شخصیت

معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے پیارے صحابۂ کرام اور خلفاء راشدین ہیں ——— رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا فرمان ہے

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ (آسمان ہدایت کے) ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

"زندۂ جاوید خوشبوئیں" یہ وہ زندۂ و جاوید خوشبوئیں ہیں جو اہل دل کے مشام جاں کو مدتوں معطر رکھیں گی ——— اللہ کرے کہ ہم مسلمان اپنے غیر نظریاتی سیاست دانوں اور غیر مخلص مذہبی قائدین کے لات و ہبل بنا کر پوجے جانے والے بتوں کو پاش پاش کر سکیں ——— اور اپنے دلوں کو صرف سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے اسلاف کے ساتھ جوڑ کر، ان مثالی شخصیات کے نقش قدم پر چلیں ——— اور ان کی نور نور سیرت کی روشنی میں اپنے کردار میں نکھار لا سکیں ——— اور نوجوان نسل کو یہود و ہنود کے پنجے سے چھڑا سکیں ——— اور ان کی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کر کے اسلام دشمن عزائم کو ناکام بنا سکیں۔

ممتاز احمد سدیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامۃ العصر سید محمد صالح فرفور حسنی قدس سرہ العزیز

۱۳۱۸ ـــــــــ ۱۴۰۷ھ

۱۹۰۱ ـــــــــ ۱۹۸۶ء

عالم اسلام کے نادر روزگار عالم، فقیہ جلیل، مرشد کبیر حضرت علامہ سید محمد صالح فرفور حنفی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ابن سید عبداللہ فرفور ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء دمشق کے محلہ عمارہ جوانیہ میں پیدا ہوئے ـــــ آپ کا سلسلہ نسب حضرت محبوب سبحانی سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے ـــــ آپ کا خاندان فرفور صدیوں تک ملک شام میں علمی وجاہت و سیادت کا حامل رہا ـــــ بارہویں صدی ہجری میں اس خاندان کا علمی جاہ و جلال جاتا رہا ـــــ یہاں تک کہ پندرہویں صدی ہجری میں علامہ سید محمد صالح فرفور پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دم قدم سے وہ علمی اور روحانی بہاریں لوٹا دیں۔

قرآن پاک کی تعلیم کے لئے شام کے استاذ القراء شیخ محمد سلیم حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کئے گئے ـــــ ذوق و شوق اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن کریم یاد کر لیا اور روایت حفص کے مطابق تجوید و قراءت پڑھی ـــــ پھر مدرسہ کاملیہ عثمانیہ میں داخل ہوئے اور دو دو سال کا نصاب ایک ایک سال میں پڑھ کر اعلیٰ پوزیشن حاصل کر کے کامیاب ہوئے ـــــ والدین اور اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ ان کا سینہ دین متین، مسلم امہ اور عربی زبان کی محبت سے لبریز ہو گیا۔

امتیازی حیثیت کے ساتھ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد ان کا ارادہ دمشق کے طبیہ کالج میں داخلہ لینے کا تھا ـــــ والد ماجد سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا ـــــ خاندان فرفور کے اکابر کا تذکرہ لاؤ، جو شیخ محمد

جمیل شطی نے بنام الضیاء المولوفی اعیان بنی فرفور لکھا ہے ——
سعادتمند بیٹے نے تذکرہ لا کر پیش کیا تو فرمایا: اسے پڑھو —— فرزند سعید نے پورا تذکرہ پڑھ ڈالا —— جب ختم کر چکے تو دیکھا کہ والد ماجد کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہ رہے ہیں —— انہوں نے سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز میں فرمایا:

"بیٹے! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ارباب علم و فضل آباء واجداد کے نقش قدم پر چلو گے —— اور آج سے تم اپنی تمام توانائی علم دین کے حاصل کرنے کے لئے صرف کر دو گے —— تاکہ تم آئندہ چل کر انبیاء کرام کے وارث بنو"

والد ماجد کے وصال کے بعد انہوں نے حسب وعدہ علماء کی مجالس میں حاضری شروع کر دی —— یہ وہ دور تھا کہ جنگ عظیم نے اہل شام کی معاشی اور اقتصادی حالت تباہ کر دی تھی —— اس معاشی زبوں حالی سے سید محمد صالح فرفور بھی محفوظ نہ رہے —— بامر مجبوری انہوں نے بڑھئی کی دوکان کھول لی —— رات کو چراغ کی روشنی میں ادب عربی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے' اور نظم و نثر کا ذخیرہ اپنے وسیع حافظے میں محفوظ کرتے رہے —— موقع ملنے پر علماء' ادباء اور صوفیاء کی محفلوں میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے رہے —— تصوف اور روحانیت میں شیخ عبدالرحمٰن خطیب' ان کے بھائی شیخ محمد ہاشم خطیب اور خاص طور پر محدث جلیل شیخ سید محمد بدرالدین حسنی رحمہم اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا —— انہوں نے اپنے شیخ بدرالدین حسنی سے پوچھا کہ آپ کی عمر اسی سال سے زائد ہے' اس کے باوجود آپ کے تمام حواس صحیح سالم ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ —— شیخ نے فرمایا: ہم نے جوانی میں اپنے جسم کی حفاظت کی' اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں ہمارے جسم کی حفاظت فرمائی ہے۔

علامہ فرفور نے سب سے زیادہ استفادہ حضرت سید محمد بدرالدین حسنی سے کیا —— شیخ کامل نے اپنے شاگرد کی آنکھوں میں ذکاوت کی

چمک اور پیشانی میں سعادت کے آثار دیکھے تو ان کی دلچسپی اتنی بڑھی کہ خود ان کی دوکان پر آنا جانا شروع کر دیا ——— اور ان کے شوق علم کو عشق کی حد تک بڑھا دیا ——— چنانچہ علامہ نے ان سے صرف، نحو، بلاغت، عروض، فلسفہ، علم اسطرلاب، میقات اور ریاضی پڑھی ——— علم میراث، علوم حدیث و تفسیر، اصول حدیث و تفسیر، علم توحید وغیرہ علوم پڑھے، یہاں تک کہ استاذ گرامی کا وصال ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں ہو گیا۔

ان کے علاوہ محدث شام، شیخ صالح اسعد حمصی (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) سے فقہ حنفی، اصول فقہ، تصوف، علم کلام وغیرہ علوم پڑھے ——— پھر جامع معقول و منقول علامہ عبدالباقی ہندی متوفی ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء (مقیم مدینہ منورہ) سے علمی استفادہ کیا ——— انہوں نے اپنی تمام مرویات کی سند بھی عنایت کی ——— ان کے علاوہ شیخ محمد علی مالکی مغربی، مکہ معظمہ (م ۱۳۶۷ھ) ——— علامہ عبدالقادر شلبی طرابلسی، مدینہ منورہ (م ۱۳۶۹ھ) ——— علامہ عمر حمدانی محرسی (م ۱۳۶۸ھ) علامہ علی اعظم ——— علامہ عبدالقادر قصاب (م ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء) سے بھی فیض یاب ہوئے ——— علم فلکیات اور علم میقات علامہ شیخ محمد ساعاتی فلکی سے پڑھا ——— ان کے علاوہ بہت سے فضلاء وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوئے ——— غرض یہ کہ تنگدستی کے عالم میں علوم کے حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، بہت بڑا کتب خانہ بھی قائم کر لیا ——— اور عبادت و ریاضت، شب بیداری کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

اساتذہ کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد مختلف مساجد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ——— دمشق کی جامع مسجد بنی امیہ میں مستقل طور پر عوام و خواص کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا ——— مغرب اور عشاء کے درمیان عموماً تفسیر اور حدیث کا درس دیتے ——— محلہ قیمریہ کی جامع مدرسہ فتحی میں مختلف علوم پڑھاتے ——— ہفتے میں دو دن تصوف کا درس دیتے ——— پیر کے دن عشاء کے بعد رسالہ قشیریہ

اور جمعہ کے دن فجر کے بعد امام غزالی کی تصنیف احیاء العلوم کا درس دیتے ——— شیخ کی پرکشش اور محبت سے لبریز شخصیت نے ذہین طلبہ کی خاصی بڑی جماعت اپنے گرد جمع کر لی ——— ان کے دلوں میں علم کا شوق کوٹ کوٹ کر بھر دیا ——— اور انہیں وہ سب کچھ پڑھا دیا جو ذاتی مطالعہ اور اساتذہ کی عنایات سے حاصل کیا تھا ——— ان کی خصوصیت یہ تھی کہ طلبہ کو صرف مروج علوم ہی نہیں پڑھاتے تھے' بلکہ ان میں اسلامی اور روحانی روح بھی پھونک دیتے تھے ——— طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اصحاب ثروت احباب کے تعاون سے ۱۹۵۶ء میں دمشق میں **جمعیۃ الفتح الاسلامی** قائم کی ——— اور اس کے زیر انتظام ۱۹۵۹ ء میں **معہد جمعیۃ الفتح الاسلامی**' طلباء کے لئے اور اس کے بعد طالبات کے لئے **معہد الفتح الاسلامی** کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔

دمشق میں تدریس کا آغاز کرنے سے پہلے مفتی لبنان' شیخ توفیق خالد کی دعوت پر بیروت کے کلیہ شرعیہ میں بھی پڑھاتے رہے ——— ہفتے میں تین چار دن بیروت میں رہتے' پھر دمشق آ جاتے ——— اس دور میں بیروت کے بہت سے ادباء' خطباء اور مدرسین نے آپ سے سند فراغت حاصل کی ——— بیروت' ترکی اور دمشق کے گوشے گوشے میں حضرت شیخ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں اور دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت شیخ ادب عربی' علم بلاغت' اصول نحو پر کامل دسترس رکھتے تھے ——— انہیں دور جاہلی' ابتداء اسلام' اموی اور آغاز دور عباسی کے شعراء کے ہزاروں اشعار یاد تھے ——— فلسفہ' علوم عقلیہ' اصول فقہ' تفسیر' اسرار قرآن وغیرہ علوم پر وسیع نظر رکھتے تھے ——— تدریس' خطابت اور رشد و ہدایت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

حضرت شیخ ائمہ اربعہ کی فقہ' اصول فقہ' حدیث' تفسیر' علوم القرآن' عقائد' تصوف' منطق' فلسفہ' صرف' نحو' عروض' ادب' بلاغت' غرض یہ کہ اس وقت کے رائج تمام علوم و فنون پڑھاتے تھے۔

حضرت شیخ نے اپنے لخت جگر شیخ محمد عبداللطیف کو تقریبا تیس سال کی تعلیم اور تربیت کے بعد سند اجازت و خلافت عطا فرمائی ——— اس میں تحریر کیا کہ میں انہیں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور اذکار و اوراد کی اجازت دیتا ہوں جو مجھے اپنے اساتذہ سے حاصل ہوئے ہیں ——— اور علماء کے نزدیک طے شدہ شرائط کے مطابق سلسلہ شاذلیہ' قادریہ' نقشبندیہ اور خلوتیہ کی اجازت دیتا ہوں ——— اسی سند میں اپنے فرزند ارجمند کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے چند ہدایات سے نوازتے ہیں۔

- اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور قول و فعل میں اخلاص سے کام لینا
- کسی فضیلت کا دعویٰ نہ کرنا اور مخلوق الٰہی کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آنا
- مقدور بھر اپنے علم پر عمل کرنا
- علم کے پھیلانے اور لوگوں کو سکھانے میں اپنی توانائی صرف کر دینا
- ہمیشہ تدریس' رشد و ہدایت اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے میں مصروف رہنا
- ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہنا کیونکہ ذکر دلوں کو چمکا دیتا ہے۔
- اپنے دل کو ماسوی اللہ سے خالی کر لینا' ارشاد ربانی ہے: جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے' ہاں! جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔
- اقوال و افعال میں شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔
- اپنی نیتوں کو ہر آلودگی سے اس طرح پاک کر لینا کہ علام الغیوب راضی ہو جائے
- مخلوق خدا کے لئے خیر و برکت کا منبع ہونا' اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو تمہاری اقتدا کر لے' اس کے لئے بہترین راہنما بننا
- ہمیشہ علم کے سیکھنے اور سکھانے میں مصروف کوشش رہنا۔

○ اپنی خلوت و جلوت میں مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

حضرت شیخ نے ابتدائی زندگی میں تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہیں کی ——— جب عمر شریف پچاس سال سے متجاوز ہوئی تو مصروفیات کی زیادتی کے باوجود متعدد وقیع اور قیمتی کتابیں لکھیں

درجہ ذیل تصانیف ان کی یادگار ہیں۔

۱۔ الدرالمنثور : علامہ محمد جمیل شطی کی تصنیف الضماء الموفور فی اعیان بنی فرفور کی شرح، فرفور خاندان کے آباؤ و اجداد کا تذکرہ

۲۔ سلسلۃ الخلود : یہ ادبی تصنیف ہے، تین اجزاء پر مشتمل ہے (۱) النفحات پیش نظر کتاب سلسلۃ الخلود کی یہی جزء ہے (۲) النسمات (۳) الرشحات

۳۔ النسمات : ان احادیث کا مجموعہ جن کی مسلمان عورت کو ضرورت ہوتی ہے۔

۴۔ من مشکوۃ النبوۃ : اربعین، امام نووی کی مبسوط شرح

۵۔ المحدث الاکبر الشیخ محمد بدر الدین الحسنی کما عرفتہ : استاذ اور مرشد گرامی کا تذکرہ

۶۔ الرسالۃ النافعۃ والحجۃ القاطعۃ : عقائد میں

یہ چھ تصانیف ۱۹۸۷ء تک چھپ چکی تھیں ——— ان کے علاوہ چند تصانیف یہ ہیں۔

۷۔ شرح نورالایضاح : مدارس میں رائج فقہ حنفی کی مشہور کتاب کی مبسوط شرح۔

۸۔ الدرالمنثور : دوسرا ایڈیشن جو اضافوں اور تحقیق و تہذیب پر مشتمل ہے

۹۔ ترجمۃ للشیخ عبدالحکیم الافغانی : تذکرہ

۱۰۔ آلام و آمال : شعری مجموعہ (دیوان)

۱۱۔ تراجم لمن عاصرھم من العلماء واجتمع بھم : ہم عصر علماء کا تذکرہ

۱۲- شرح رسالتہ الغنیمی: فقہ حنفی
۱۳- رسالتہ احکام المسجد فی الاسلام: مسجد کے اسلامی احکام
۱۴- شرح الرسالتہ النافعتہ: توحید کے موضوع پر

اس کے علاوہ تقریباً تیس سال تک ان کے مقالات مختلف جرائد مثلاً التمدن الاسلامی الھدایہ اور الرابطتہ الاسلامیہ میں شائع ہوتے رہے

حضرت شیخ صفات کثیرہ کے جامع تھے' انہوں نے خوش خطی سید موسیٰ شلبی سے ——— کشتی اور پہلوانی کی مختلف قسمیں استاذ صائب بک المؤیدالعظم سے حاصل کیں ——— شمشیرزنی اور ڈھال سے بچاؤ کرنا سیدابویاسین قصمانی سے سیکھا ——— بیک وقت دو تلواروں کے ساتھ پریکٹس کیا کرتے تھے ——— اسی طرح تیر اندازی' تیراکی' گھڑسواری' گتکابازی وغیرہ فنون میں نہ صرف ماہر تھے' بلکہ اپنی اولاد اور شاگردوں کو بھی سکھاتے تھے ——— ان کے نزدیک پسندیدہ ترین ورزش' طویل پیدل چلنا تھا ——— مایوسی اور تنگ دلی ان کے قریب نہیں آتی تھی ——— اور کوئی رکاوٹ ان کے مشن کی راہ میں حائل نہیں ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی جرأت اور ہیبت عطا فرمائی تھی ———

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے' اسی دوران اس وقت کا سربراہ مملکت مسجد میں آگیا ——— آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے بندۂ خدا! اللہ تعالیٰ سے ڈر ——— پھر موقع کے مناسب قرآن پاک کی آیات پیش کرتے ہوئے پورا خطبہ اسے نصیحت کرنے میں صرف کر دیا ——— نماز کے بعد لوگوں نے دیکھا کو وہ بری طرح رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے ہمارے استاذ ہم کیا کریں؟

غنائے نفس کا یہ عالم تھا کہ سلاطین' امراء اور وزراء کے عطیات سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی ——— ان کی طرف سے آنے والے تحفے تحائف مستحق طلبہ میں تقسیم کردیا کرتے تھے ——— اور فرمایا کرتے تھے: ہم دینے والوں میں سے ہیں' لینے والوں میں سے نہیں ہیں۔

دمشق کی جمعیتہ العلماء کے بنیادی رکن تھے ـــــــ اور جمعیتہ رابطتہ العلماء کے ممتاز ممبر تھے ـــــــ اپنی توانائیاں امت مسلمہ کی بھلائی اور راہنمائی کے لئے صرف کرتے تھے ـــــــ بڑے متواضع اور حلیم تھے ـــــــ لیکن کیا مجال کہ کوئی شخص ان کے سامنے کسی کی غیبت کرتا' یا مخالف شریعت بات کہتا ـــــــ کبھی کوئی شخص بیان کرتا کہ آپ کے فلاں حاسد نے آپ کے بارے میں یوں کہا ہے' تو اسے فرماتے : بیٹے ! ایسی باتیں نہیں کیا کرتے' وہ ہمیں ہمارے عیبوں سے آگاہ کرتے ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ـــــــ باقاعدہ تہجد ادا کرتے' کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور خشیت الہیہ کی بنا پر ان کی آنکھیں اشکبار رہتیں۔

فرانس کے خلاف تحریک اٹھی تو اس کے قائدین علماء کے ساتھ مل کر باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا ـــــــ اور شوق شہادت میں خطرناک معرکوں میں کود گئے ـــــــ ایک دفعہ خود بیان کیا کہ سترہ سے زیادہ مرتبہ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا ہوں ـــــــ شام کی آزادی کے بعد تازیست امت مسلمہ کی اصلاح اور اتحاد کے لئے قلمی اور لسانی جہاد کرتے رہے۔

حضرت شیخ نے دو نکاح کئے ـــــــ اللہ تعالیٰ نے انہیں آٹھ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا کیں ـــــــ جن میں سے سات بیٹے اور تین صاحبزادیاں ۱۹۸۷ء میں حیات تھیں ـــــــ اور اللہ تعالیٰ کا ان پر عظیم احسان ہے کہ تمام اولاد علوم دینیہ اور اخلاق فاضلہ سے موصوف ہے ـــــــ سب سے بڑے صاحبزادے سید ابوالخیر محمد عبداللطیف ہیں ـــــــ انہوں نے اپنے عظیم والد پر کئی کتابیں لکھی ہیں ـــــــ اس وقت ان کی تصنیف لطیف **الزاهر فی الحدیث العاطر عن الوالد الفاخر ' العلامہ العارف باللہ الشیخ محمد صالح فرفور الحسینی** رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا ایڈیشن (طبع ۱۹۸۷ء) راقم کے پیش نظر ہے ـــــــ یہ تمام حالات

اسی کتاب سے لئے گئے ہیں ——— ان ہی کا بیان ہے کہ میں نے تین مرتبہ والد ماجد کے ساتھ حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت شیخ اپنے دور کے اولیاء کاملین اور علماء راسخین میں سے تھے ——— انہوں نے اپنی عمر عزیز کا بڑا حصہ تعلیم و تدریس، وعظ و ارشاد اور علمی مراکز کے قیام میں صرف کیا ——— انہوں نے اصحاب علم و فضل اور ارباب دعوت و ارشاد مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی جو آج بھی تبلیغ اسلام میں مصروف ہے ——— لوگ جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے علوم و معارف سے فیض حاصل کرتے ——— کئی قسم کے امراض اور عوارض لاحق ہونے اور عمر شریف کے اسی سال سے متجاوز ہونے کے باوجود ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے ——— اور وصال سے چند دن پہلے تک تدریس اور افادہ کا سلسلہ جاری رکھا ——— ان کے ہاں عوام و خواص کی کوئی تخصیص نہ تھی ——— وہ پڑھنے پڑھانے کو ہی اپنے لئے علاج اور شفا تصور کرتے تھے

حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں تدریس اور ذکر و فکر میں مشغول رہے ——— روحانیت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ خواب تو کیا بیداری میں اپنے مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوتے ——— وصال سے پہلے بتا دیا تھا کہ میری زندگی تقریباً ایک سال باقی رہ گئی۔

۵ محرم، ۹ اکتوبر ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء بروز منگل وہ وقت آ گیا کہ مجاہد عظیم، مرشد کبیر، علامۃ الشام، شیخ محمد صالح فرفور رحمہ اللہ تعالیٰ پچاسی سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ——— ان کے وصال سے پورا دمشق غمگین ہو گیا ——— ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی ——— اور عارف باللہ شیخ ارسلان رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف کے پاس ان کی آخری آرامگاہ بنائی گئی۔

۹ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ

۲، فروری ۱۹۹۳ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پہلے ایڈیشن کا مقدمہ

از حضرت مصنف علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ——— اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے، افضل ترین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، جن پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ——— اپنے رب کے نام سے پڑھو ——— نیز آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر۔

میں نے ہر پڑھے لکھے آدمی کے مطالعہ کے لیے ایک ادبی اور تاریخی کتاب کی ضرورت محسوس کی ——— جو عربوں کی تاریخ اور ان کے انوکھے واقعات پر مشتمل ہو ——— اور ان کے دلوں میں ایثار و قربانی کی روح کی بجلیاں پیدا ہوں ——— اور وہ بنیادی عقائد اور بہترین اخلاق سے عشق کی حد تک پیار کرنے لگیں۔

میں نے اپنے پیکران مجد و شرف آباء و اجداد کے کچھ ورثے کے رخ زیبا سے نقاب ہٹایا ہے ——— اور تاریخ و ادب کے خزانوں اور زندہ خوشبوؤں کا کچھ حصہ نذر قارئین کیا ہے جس پر تاریخ کے صفحات گواہ ہیں ——— تاکہ اگر ہمارے قدم برے اخلاق میں ملوث ہو کر بھٹک گئے ہوں تو یہ بزرگ ہمارے لیے بہترین راہنما ثابت ہوں ——— ہم ان کے پسندیدہ اخلاق اور ان کے دکھائے ہوئے صراط مستقیم کی طرف لوٹ آئیں ——— اور ان کے مفید ورثے کو اپنی اخلاقی بیماریوں کے لیے مؤثر دوا کے طور پر اختیار کریں ——— کیونکہ اس امت کے آخری حصے کی

اصلاح اسی طریقے سے ہو گی جس سے صدر اول کی اصلاح ہوئی ہے۔

میں نے اس کتاب میں کسی ایک زمانے یا کسی خطے کی بات نہیں کی ——— اس میں وہ کچھ بیان کیا ہے جو عصر حاضر اور دور جدید کی ضرورت کو پورا کرتا ہے ——— اس میں عربوں کے دلچسپ اور عجیب واقعات قصداً بیان کئے ہیں ——— تاکہ قارئین بوریت محسوس نہ کریں اور ان کی دلچسپی برقرار رہے ——— میں نے حاشیے میں عبارات کے مشکل الفاظ کی مختصر شرح بھی کر دی ہے ——— تاکہ پڑھنے والوں کے لیے سمجھنا آسان اور فائدہ مند بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ خطاؤں کو درست فرمائے ——— ہمیں دولت اخلاص سے مالا مال فرمائے ——— ہمارے علم کو فائدہ بخش ——— اور ہمارے عمل کو خالص اپنی رضا کے لیے بنائے ——— ہماری اس کوشش کو تمام مسلمانوں کے لیے عموماً ——— اور عربوں کے لیے خصوصاً سود مند بنائے ——— بے شک وہی کار خیر کا القاء کرنے والا ——— اور توفیق مرحمت فرمانے والا ہے۔

تیسرے ایڈیشن کا مقدمہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ــــــــ اور صلوۃ وسلام ہو صاحب خلق عظیم، صراط مستقیم کی ہدایت دینے والے ــــــــ اور انسانیت کو کفر و گمراہی سے نجات دلا کر، علم اور ہدایت کے نور کی طرف لانے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ــــــــ اور آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر ــــــــ جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی ــــــــ اور آپ کے راستے پر چلے ــــــــ نتیجہ یہ ہوا کہ کائنات کے سربراہ اور اقوام عالم کے قائد بنے۔

یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ قوموں کو لافانی عظمت اس کے عظیم رجال ہی کے ذریعے میسر آتی ہے ــــــــ اور اقوام کی شوکت کا اندازہ ان کے نامور افراد کے جلیل القدر مقامات ہی سے لگایا جا سکتا ہے ــــــــ کوئی بھی قوم اپنی تاریخ اور اپنے اکابر کے حالات زندگی سے بے خبر رہ کر کامیابی و کامرانی کے زینے طے نہیں کر سکتی ــــــــ یہی وجہ ہے کہ اکابر کے تذکروں کے مطالعہ کی اہمیت، بنیادی نظریات اور افکار کے مطالعہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

اس حقیقت کے علاوہ اس کتاب کی تالیف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ میں نے مسلمان نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد کو دیکھا ہے کہ وہ تاریخِ اسلام کی نابغۂ روزگار شخصیات کے مطالعہ سے عاری ہیں ــــــــ انہیں پتا ہی نہیں کہ ہمارے یکتائے زمانہ، عظیم المرتبت آباؤ اجداد کے کارنامے کیا

تیسرے ایڈیشن کا مقدمہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ——— اور صلوۃ وسلام ہو صاحب خلق عظیم ' صراط مستقیم کی ہدایت دینے والے ——— اور انسانیت کو کفر و گمراہی سے نجات دلا کر' علم اور ہدایت کے نور کی طرف لانے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ——— اور آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر ——— جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی ——— اور آپ کے راستے پر چلے ——— نتیجہ یہ ہوا کہ کائنات کے سربراہ اور اقوام عالم کے قائد بنے۔

یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ قوموں کو لافانی عظمت اس کے عظیم رجال ہی کے ذریعے میسر آتی ہے ——— اور اقوام کی شوکت کا اندازہ ان کے نامور افراد کے جلیل القدر مقامات ہی سے لگایا جا سکتا ہے ——— کوئی بھی قوم اپنی تاریخ اور اپنے اکابر کے حالات زندگی سے بے خبر رہ کر کامیابی و کامرانی کے زینے طے نہیں کر سکتی ——— یہی وجہ ہے کہ اکابر کے تذکروں کے مطالعہ کی اہمیت ' بنیادی نظریات اور افکار کے مطالعہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

اس حقیقت کے علاوہ اس کتاب کی تالیف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ میں نے مسلمان نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد کو دیکھا ہے کہ وہ تاریخ اسلام کی نابغۂ روزگار شخصیات کے مطالعہ سے عاری ہیں ——— انہیں پتا ہی نہیں کہ ہمارے یکتائے زمانہ' عظیم المرتبت آباؤ اجداد کے کارنامے کیا

ہیں؟ ـــــ وہ اس لیے فتنے میں واقع ہو گئے کہ انہوں نے دوسری قوموں کی تاریخیں پڑھیں ـــــ انہوں نے اغیار کے نامور افراد کو پڑھا ـــــ جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق، اور کوئی رابطہ ہی نہیں ـــــ نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوانوں کو دوسری قومیں عظیم دکھائی دینے لگیں ـــــ اور عظمتوں کی معراج پر فائز مسلمان قوم حقیر دکھائی دینے لگی ـــــ صرف یہی نہیں، بلکہ انہوں نے جہالت اور سرکشی کی بنا پر امت مسلمہ کے نقائص اور کوتاہیاں گنوانا شروع کر دیا ـــــ اور الزام عائد کر دیا کہ یہ قوم تہذیب و تمدن میں بہت پیچھے رہ گئی ہے ـــــ مشہور مقولہ ہے کہ آدمی اس چیز کا دشمن ہوتا ہے، جسے نہیں جانتا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس امت کو مجد و شرف، رفعت و سربلندی اور صحیح تہذیب کی وہ خصوصیات دی گئی ہیں جنہوں نے اسے تاریخ انسانیت کے طویل عرصے تک اقوام عالم کا رہبر و رہنما بنا دیا ـــــ ایسا کیوں ہوا؟ ـــــ وجہ یہ تھی کہ مختلف زمانوں اور ادوار میں ملت اسلامیہ کے عظیم الشان سپوتوں نے وہ درخشندہ اور لازوال کارنامے انجام دیئے، جن کے تذکروں سے تاریخ کے صفحات جگمگا رہے ہیں ـــــ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

"تم لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی امت سے بہتر ہو"۔

میں نے ملت اسلامیہ کی قیمتی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے، غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے افراد کے ان تابندہ کارناموں کا انتخاب کیا ہے ـــــ جو ہمارے لیے زندگی کی راہیں روشن کرتے ہیں ـــــ اور

ہمیں خیر' ترقی اور کامیابی کا راستہ بتاتے ہیں ——— میں نے انہیں یکجا کر دیا ——— حواشی میں مشکل الفاظ کے معانی کی وضاحت کر دی ہے ——— ان واقعات کے چھپے ہوئے اسرار اور ان سے حاصل ہونے والی عبرتوں اور نصیحتوں کو طشت از بام کر دیا ہے ——— اس طرح یہ کتاب تیار ہو گئی ——— اور اس کا نام تجویز کیا من نفحات الخلود (زندۂ جاوید خوشبوئیں)

کوشش یہ کی کہ الفاظ آسان اور تراکیب سلیس اور شستہ ہوں ——— تاکہ پڑھنے والوں کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

قارئین کرام ان درخشاں اور قابل صد فخر کارناموں کے مطالعہ کے دوران واضح طور پر محسوس کریں گے کہ یہ واقعی زندہ خوشبوئیں ہیں ———کیونکہ ان میں روحانی بلندی' مقاصد کی برتری اور فکر کی عبقریت سب کچھ موجود ہے۔

اگرچہ ہم ان عظمت مآب شخصیتوں سے جسمانی اور روحانی طور پر ملاقات نہیں کر سکے ——— لیکن اس کتاب میں ان کی سیرت اور زندۂ و جاوید کارناموں کا مطالعہ تو کر ہی سکتے ہیں ——— وہ لوگ اپنی عبقریت کی بنا پر لافانی ہیں ——— اور ان کی عظمتوں کے نقوش جریدۂ عالم پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو چکے ہیں۔

یہ کتاب اس سے پہلے دو دفعہ چھپ چکی ہے ——— اور الحمد للہ! قبولیت اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے ——— تیسرا ایڈیشن قارئین کرام کی خدمت میں حاضر ہے اس ایڈیشن میں مزید اصلاح اور تصحیح' نیز ضبط اور بہتری کی کوشش کی گئی ہے ——— علاوہ ازیں آیات کریمہ

اور احادیث نبویہ کے حوالے بھی دے دیئے ہیں —— تاکہ زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو اور دقت نظری میں معاون ہو۔

عظیم ترین ہستی 'اللہ کریم جل شانہ سے دعا ہے —— اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے درخواست ہے —— کہ میری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے —— اہل ایمان کو اس سے نفع عطا فرمائے —— اور اس عمل کو خالص اپنی رضا کے لیے بنائے —— تاکہ میں اس کی بارگاہ میں پیکر اخلاص جماعت میں شامل کیا جاؤں

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا
مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

"جس دن نہ مال کام آئے' نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا' سلامتی والا دل لے کر"

۲۵ / رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

مؤلف (دمشق)

۱۔ القرآن ' ال عمران ' ۳ / ۱۱۰

۲۔ القرآن ' الشعراء ' ۸۹ ـ ۸۸

فیضانِ رسالتؐ

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

ایک مجاہد کی داستان جرأت و استقامت جو مدرسۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے فیض سے مستنیر تھا۔

مسلم مجاہدین کا طریقہ تھا کہ یہ دشمنوں کے علاقوں کو رزمگاہ بناتے تھے ——— ان کی جنگی سپرٹ کا یہ عالم تھا کہ میدان جنگ میں پسپا ہونا جانتے ہی نہ تھے ——— بلکہ دشمن پر اتنا دباؤ ڈالتے کہ وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو جاتے ——— اور اپنے خزانوں اور عورتوں کو بطور مال غنیمت چھوڑ جاتے ———

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر روم کی جانب روانہ کیا ——— ان میں ایک صحابی تھے جن کا نام حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا ——— جنگ میں عموماً یہی ہوتا ہے کہ کبھی ایک فریق کا پلڑا بھاری، کبھی دوسرے فریق کا ——— اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ صحابی دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ——— اور انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا۔

جب جنگ ختم ہو گئی، اور اس کی تپش سرد پڑ گئی تو انہیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے، شاہ روم ہرقل کے سامنے پیش کیا گیا ——— بادشاہ نے اپنے سامنے اعتماد سے بھرپور، بلند حوصلہ نوجوان کو دیکھا ——— جس کے چہرے پر کوئی ایسی جھلک نہ تھی، جو بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والے قیدیوں کے چہروں پر ہوا کرتی ہے ——— وہاں عاجزی، بزدلی اور احساس کمتری کا نام و نشان تک نہ تھا ——— بادشاہ، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے

صحابہ کی روحانی قوت و عظمت ـــــ دنیا سے بے نیازی اور ایمانی استقامت کے چرچے سن چکا تھا ـــــ جن کی بنا پر اسے صحابۂ کرام کے دیکھنے کا شوق تھا ـــــ ایک نظر دیکھنے میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ حضرت عبداللہ کی دین سے محبت ـــــ ایمانی استقامت اور ساتھیوں کے لیے ایثار و قربانی کے معیار کو پرکھا جائے۔

بادشاہ نے پیش کش کی ' عبداللہ ! تم عیسائیت قبول کر لو ـــــ میں تمہیں اپنی حکومت میں شریک بناؤں گا' اور تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا ـــــ اس کا خیال تھا کہ میں بھاری قیمت ادا کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ایک شاگرد کا ضمیر خرید لوں گا ـــــ لیکن اس کا تیر نشانے پر نہ بیٹھ سکا ـــــ اور اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت عبداللہ نے آدھی بادشاہی' بلکہ دنیا بھر کی دولت کے عوض اپنے دین و ایمان کا سودا کرنے سے انکار کر دیا ـــــ اور واقعی ایمان جس کی رگ و پے میں سرایت کر چکا ہو ـــــ اور جو شخص تمام دنیا کو پس پشت ڈال چکا ہو ـــــ وہ ہرگز اپنا دین و ایمان بیچنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔

انہوں نے سر کے اشارے سے نفی میں جواب دیا ـــــ یہ نفی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی نفی کا نتیجہ تھی ـــــ جس میں ہر معبود کی نفی کر کے ایک خدا کی تصدیق ہے ـــــ جو ہر شے پر قادر ہے ـــــ ہر شے کی چابی' اسی کے دست قدرت میں ہے ـــــ وہی عزت و ذلت دینے والا ہے ـــــ تمام بندوں کے دل اور چوٹیاں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ـــــ وہ جدھر چاہتا اور پسند فرماتا ہے ـــــ پھیر دیتا ہے۔

بادشاہ نے جب ان کی عظمت نفس اور پاکیزہ و بلند روح کی ایک جھلک

دیکھی' تو وہ پیش کش کی بجائے دھمکی پر اتر آیا ـــــ اور حکم دیا کہ انہیں ایک بلند دیوار پر کھڑا کر کے سولی پر چڑھایا جائے ـــــ اور ان پر اس قدر تیر برسائے جائیں' کہ ان کی روح قفس عنصری کی طرف پرواز کر جائے ـــــ حضرت عبداللہ بالکل خوف زدہ نہیں ہوئے ـــــ نہ زبان سے پریشانی کا کوئی جملہ نکلا' اور نہ دل کی دھڑکن میں اضافہ ہوا ـــــ ان کے ہونٹوں پر ایک دل نواز مسکراہٹ کھیل رہی تھی ـــــ ان کے چہرے پر دائمی زندگی کی چمک جلوہ گر تھی' یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے محبوب کو بڑی محویت سے دیکھ رہے ہوں ـــــ حضرت عبداللہ کے اطمینان و سکون اور ثابت قدمی کو دیکھ کر بادشاہ کا خون کھول اٹھا ـــــ اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں انہیں ایسا عذاب دوں گا جو آج تک کسی کو نہیں دیا گیا۔

بادشاہ کے حکم پر بہت بڑے کڑھاؤ میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آلاؤ روشن کر دیا گیا ـــــ جب پانی خوب اچھی طرح کھول اٹھا تو ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا ـــــ اور اسے وہی پیش کش کی گئی' جو حضرت عبداللہ کو کی گئی تھی ـــــ انہوں نے صاف انکار کر دیا' اور فرمایا ـــــ اللہ تعالٰی کی ناراضگی میں زندہ رہنے کی بجائے' راہ خدا میں موت کو ترجیح دیتا ہوں ـــــ اور آخرت میں جہنم کے بدلے دنیا کا جہنم قبول کرتا ہوں ـــــ بادشاہ کا اشارہ ملتے ہی انہیں اٹھا کر کڑھاؤ میں ڈال دیا گیا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں' جب انہیں کڑھاؤ میں ڈالا گیا تو میں آنکھ کے کنارے سے انہیں دیکھ رہا تھا ـــــ بخدا! چند لمحے گزرے ہوں گے کہ کڑھاؤ کے اوپر ان کی ہڈیاں تیرتی ہوئی دکھائی دینے لگیں ـــــ باقی جسم پانی میں اس طرح حل ہو گیا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

بادشاہ نے حضرت عبداللہ کی طرف دیکھا ——— اس کا خیال تھا کہ یہ منظر دیکھ کر ان کا دل پارہ پارہ ہو چکا ہو گا ——— اور دوسرے لوگوں کی طرح موت کا خوف و ہراس انہیں اپنی لپیٹ میں لے چکا ہو گا۔

بادشاہ نے حضرت عبداللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ——— یا تو عسائیت اختیار کر لو یا کڑھاؤ میں اپنے بھائی کے پاس پہنچنے کے لیے تیار ہو جاؤ ——— لیکن ان کے عزم اور حوصلہ میں ذرہ برابر فرق نہ آیا ——— نہ ہی تردد دامن گیر ہوا ——— وہ پہاڑ کی چٹان کی طرح کھڑے تھے ——— خوف اور دہشت کی پرچھائیں تک' ان کے چہرے پر نہ تھی ——— بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے ساتھی کی طرح انھیں بھی اٹھا کر کڑھاؤ میں ڈال دیا جائے۔

جب انہیں کڑھاؤ کے قریب پہنچایا گیا تو ساون بھادوں کی گھٹا کی طرح آپ کے اشکوں کی جھڑی لگ گئی ——— یہ دیکھ کر بادشاہ کا دل باغ باغ ہو گیا' وہ سمجھا کہ میرا مقصد پورا ہو گیا ——— اس نے کہا' انہیں میرے پاس لاؤ ——— استہزاء اور تمسخر کے انداز میں گویا ہوا۔

عبداللہ ! تم کیوں رو دیئے ؟ ——— کیا بیوی کی محبت نے تمہیں اشکبار کر دیا؟ ——— یا بیٹوں اور بیٹیوں کے فراق پر پژمردہ ہو گئے ہو؟ ——— یا عنقریب دنیا کے چھوڑ جانے پر تمہارا دل بھر آیا ہے ؟

حضرت عبداللہ نے دونوں ہاتھوں سے آنسوؤں کو پونچھا اور ایسا جواب دیا' جسے تاریخ نے ہمیشہ کے لئے اپنے صفحات میں محفوظ کر دیا ——— اور وہ جواب بعد میں آنے والے جیالوں کے لئے مشعل راہ بن گیا۔

انہوں نے فرمایا

اے شاہ روم ! خدائے برتر کی قسم ! میں بیوی بچوں اور دنیا یا وطن کی

یاد میں نہیں رویا ـــــ مجھے تو اس بات پر رونا آ رہا ہے کہ میری ایک ہی جان ہے ـــــ جو اس کھولتے ہوئے پانی کی بھینٹ چڑھ جائے گی ـــــ کاش! کہ میری ایک لاکھ جانیں ہوتیں اور اللہ تعالی کی راہ میں اسی طرح قربان ہو جاتیں ـــــ میری آنکھوں کے اشک فشاں ہونے کا یہی ایک سبب ہے۔

بادشاہ نے جب ایک مومن کامل کے دل کی یہ آواز سنی ـــــ وہ دل جو ایمان 'پاکدامنی اور استقامت سے لبریز تھا ـــــ تو اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کے جسم میں بجلی کی رو دوڑ گئی ہے' اور اس کے حواس پر چھا گئی ہے ـــــ اس کے دل سے سطوت شاہی کا غرور حرف غلط کی طرح مٹ گیا ـــــ اس نے نوجوان کو انتہائی بلندیوں پر فائز پایا ـــــ اور اس کے دل نے گواہی دی کہ میں ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر اور حقیر ہوں۔

اس نے نگاہ اٹھا کر حضرت عبداللہ کو قید و بند میں جکڑے ہوئے دیکھا ـــــ اور جب نگاہیں چار ہوئیں' تو اسے اپنے سامنے آسمانی فرشتہ کھڑا دکھائی دیا' جس کی نگاہوں میں شاہانہ رعب اور جلال تھا ـــــ جو حکم دینا جانتا ہے' اور اسے حکم نہیں دیا جا سکتا ـــــ وہ تعمیل کرنا نہیں جانتا ـــــ وہ اس لائق ہے کہ اس کی تعمیل کی جائے ـــــ اس کے خائب و خاسر اور برائی کا حکم دینے والے نفس میں اچانک ہی یہ جذبہ پیدا ہوا کہ وہ اس پاکیزہ اور پیکر اطمینان ذات کا قرب حاصل کرے ـــــ اور اس کے ساتھ روحانی تعلقات قائم کرے ـــــ ممکن ہے' اس کے قرب اور تعلق سے کوئی فائدہ حاصل ہو جائے۔

بادشاہ نے کہا' عبداللہ! کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تم میرے سر

کو بوسہ دے دو؟ ـــــ اس شرط پر کہ میں تمہیں رہا کر دونگا ـــــ اور تم جہاں جانا چاہو گے ' آزادانہ جا سکو گے ـــــ اس کی سوچ یہ تھی کہ میری یہ معمولی سی خواہش ضرور پوری کر دی جائے گی ـــــ اور کون نہیں چاہے گا کہ ایک غضب ناک' اور بااختیار بادشاہ کی پیشانی پر بوسہ دے کر طے شدہ خوف ناک موت سے رہائی پالے ـــــ لیکن چشمۂ اسلام کے آب زلال سے سیراب' اور سچی قربانی کے شوق سے سرشار حضرت عبداللہ کے عظیم اور بلند' دل و دماغ نے اس خیال ہی کو جھٹک دیا ـــــ کہ وہ تنہا رہا ہو کر عیش و راحت کی زندگی بسر کریں ـــــ اور ان کے دینی بھائی قید و بند میں جکڑے ہوئے شدید مشقت جھیلتے رہیں۔

بادشاہ جواب کا منتظر تھا اور یہ شوق اس کے دل میں کروٹیں لے رہا تھا ـــــ کہ کب میری پیشانی پر بوسے کی مہر ثبت کی جاتی ہے؟ ـــــ اور اس بہانے ایک تو میرے حکم کی تعمیل ہو جائے گی ـــــ دوسرا اس عظیم انسان کا قرب حاصل ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ نے کمال مہارت و بے نیازی سے فرمایا ـــــ کیا اس طرح تم مجھے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دو گے؟

بادشاہ کے دل میں ان کی عظمت پہلے سے کہیں زیادہ نقش ہو گئی اور ان کا جواب سن کر سکتے میں آ گیا ـــــ دل ہی دل میں کہنے لگا' کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے ـــــ یہ تو کوئی آسمانی فرشتہ ہے۔

اور حقیقت یہ تھی کہ ایمان کی قوت نے ایک قیدی کو شاہی مقام پر کھڑا کر دیا تھا ـــــ جہاں وہ حکم دے رہا تھا ـــــ اور مد مقابل طاغوتی قوت کے مالک' بادشاہ کو ایک معمولی غلام کی جگہ لا کھڑا کیا تھا۔

بادشاہ نے کہا' ہاں! تم بھی آزاد ہو گے اور تمام مسلمان قیدی بھی رہا کر دیئے جائیں گے ——— اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ اگر حضرت عبداللہ اس سے بادشاہی کا مطالبہ بھی کرتے تو وہ بخوشی اس حکم کی تعمیل کر گزرتا ——— گویا' حضرت عبداللہ نے ایثار و قربانی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر کامل اعتماد کی بدولت ——— بادشاہ سے لباس شاہی چھین کر اسے غلامی کا لبادہ پہنا دیا تھا ——— تب 'حضرت عبداللہ نے بادشاہ کی پیشانی پر بوسہ ثبت کر دیا ——— بادشاہ کی دلی مراد بر آئی ——— اسے یوں محسوس ہوا کہ دنیا بھر کی مسرتیں حضرت عبداللہ کے ہونٹوں میں سمٹ آئی ہیں ——— اور انہوں نے وہ مسرتیں' سراپا اشتیاق بادشاہ کے ماتھے کا جھومر بنا دی ہیں۔

بادشاہ نے حضرت عبداللہ اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا ——— حضرت عبداللہ مسرت سے سرشار' اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں اور بیابانوں کو برق رفتاری سے طے کرتے ہوئے ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ——— حضرت عمر فاروق نے انتہائی مسرت کے ساتھ اٹھ کر ان کا استقبال کیا ——— اور حضرت عبداللہ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا:

"مسلمانوں کا حق ہے کہ عبداللہ کے سر کو بوسہ دیں"

یہ وہ طالب علم ہیں جو مدینہ طیبہ کے دارالعلوم "صفہ" سے فیض یاب ہوئے' اور ایمان کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوئے ——— تاریخ نے اپنے نورانی صفحات میں ان کا سنہری تذکرہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ——— وہ آنے والی نسلوں کے لئے منارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں ——— انہوں نے سچی قربانی کے شیدائیوں کے لئے راستہ ہموار کر دیا' اور جوانوں کے دلوں میں ایمان

صادق کے بیج بو دیئے ـــــ وہ ایمان جو منفعت اور ریاکاری کی آلائشوں سے پاک ہے ـــــ یہ برکت ہے ان کے سچے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتماد کی ـــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولین سابقین صحابہ میں سے ہیں ـــــ کہا جاتا ہے کہ آپ جنگ بدر میں شریک ہوئے ـــــ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مصر میں آپ کا وصال ہوا ـــــ اور اسی جگہ مقبرہ میں محو استراحت ابدی ہوئے۔ ۱۲ فرفور

بنتِ صدّیقِ اکبر

ہمت و جرأت کی پیکر صحابیہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاجزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیندار ' دانش و فصاحت کی مالک اور خوددار خاتون تھیں ——— انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس طرح پرورش کی کہ انہیں قوت ' ذکاوت اور شجاعت کا پیکر بنا دیا ——— اور ان کی شہادت کے وقت حیرت انگیز استقامت کا مظاہرہ کیا۔

حجاج بن یوسف نے حضرت ابن زبیر کے ساتھ جنگ کے لئے ایک لشکر بھیجا ' جس نے مکۂ معظمہ کا محاصرہ کر لیا ' اور جبل ابو قبیس پر منجنیقیں نصب کر دیں ' جن سے اہل مکہ پر سنگ باری کی جاتی تھی ——— حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مردانہ وار ' حجاج کے لشکر کے ساتھ نبرد آزما ہوئے ——— یہاں تک کہ آپ کے ساتھی ایک ایک کر کے شہید یا روپوش ہو گئے ' اور آپ تنہا رہ گئے ——— آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر مصروف نماز ہو گئے ——— حجاج کے لشکریوں نے بیت اللہ شریف پر پتھر برسانے شروع کر دیئے ——— حضرت عبداللہ بن زبیر نے یہ صورت حال دیکھی تو تن تنہا تلوار لے کر باہر نکل آئے ' اور لشکر پر ٹوٹ پڑے ——— سخت جنگ کے بعد سب لشکری بھاگ گئے ——— آپ والدۂ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ——— اس وقت وہ بڑھاپے کی منزلیں طے کر رہی تھیں ' اور

بینائی زائل ہو چکی تھی ـــــــ عرض کیا

والدہ محترمہ! آپ کا کیا حکم ہے؟ ـــــــ میرے تمام ساتھی مجھے چھوڑ کر جا چکے ہیں، اور میں تنہا رہ گیا ہوں ـــــــ دشمن نے مجھے امان دینے کی پیشکش کی ہے۔

حضرت اسماء نے فرمایا:

میری رائے یہ ہے کہ تو شہادت کی عزت حاصل کر، اور ایک کمینے فاسق کی پیروی اختیار نہ کر ـــــــ تیرے دن کا آخری حصہ، پہلے حصے سے زیادہ باعزت ہونا چاہیے

حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا!

مجھے خوف ہے کہ وہ میری موت کے بعد، میری ناک اور کان کاٹ دیں گے ـــــــ اور میری لاش کی بے حرمتی کریں گے۔

حوصلہ مند ماں نے کہا:

"دنبہ جب ذبح ہو جائے تو اسے کھال اتارنے کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی"

حضرت عبداللہ نے والدہ کے سر کو بوسہ دیا، اور ماں نے اپنے لخت جگر کو آخری بار سینے سے لگا کر رخصت کر دیا ـــــــ حضرت عبداللہ باہر تشریف لائے ـــــــ اور منبر پر کھڑے ہو کر، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اپنے ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

موت کے بادل تمہارے سروں پر منڈلا رہے ہیں ـــــــ اور موت تمہارے ہاں قیام کرنے کے لئے ارد گرد چکر لگا رہی ہے ـــــــ تم اپنی تلواروں کا ہدف بنالو، اور صبر کو اپنا دست و بازو بنالو۔

یہ کہتے ہی تن تنہا دشمنوں پر ٹوٹ پڑے ' اور انہیں دھکیلتے ہوئے حرم شریف سے باہر نکال دیا ـــــــ اور مقابلہ کرتے ہوئے ان کے درمیان پہنچ گئے ـــــــ جب وہ مل کر حملہ آور ہوتے ' تو اس قدر شدید جوابی کاروائی کرتے کہ وہ منتشر ہو جاتے ـــــــ یہاں تک کہ آپ کا جسم زخموں سے چور ہو گیا ـــــــ منجنیق کا ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا' اور آپ زمین پر آ رہے ـــــــ دشمن آگے بڑھے ـــــــ اور آپ کو شہید کر کے بیت اللہ کی دیوار پر سولی چڑھا دیا۔

حجاج نے کہا' انہیں اسی طرح سولی پر لٹکا ہوا رہنے دو ـــــــ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان کی والدہ یہ منظر دیکھ کر کیا کہتی ہیں؟ ـــــــ اس کا خیال تھا کہ وہ دوسری ماؤں کی طرح روئیں گی ـــــــ بین کریں گی اور شدت غم سے بیتاب ہو کر' اپنے منہ پر طمانچے ماریں گی ـــــــ اور اپنا گریبان پھاڑیں گی ـــــــ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی عورت کمال صبر کا مظاہرہ بھی کر سکتی ہے ـــــــ اور اس کے جسم میں شیر مردوں ایسی روح بھی ہو سکتی ہے

جب حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کعبۂ معظمہ کی طرف سے گزریں اور مردوں کے سروں کے اوپر سے اپنے بیٹے کو سولی چڑھے ہوئے دیکھا ـــــــ تو انہوں نے شیروں کی ایک جماعت کو جنم دینے والی ماں کی طرح گفتگو کی ـــــــ بیٹے کی شہادت کا ان کے حواس پر کوئی اثر نہ تھا ـــــــ انہیں یقین تھا کہ میرے بیٹے نے حق کی حمایت میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ہے ـــــــ اور وہ حق پر ثابت قدم رہ کر' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہے۔

انہوں نے فرمایا:

اَمَا آنَ لِهٰذَا الْفَارِسِ اَنْ یَتَرَجَّلَ

"کیا اس شہسوار کے پیدل چلنے کا وقت نہیں آیا؟"

حجاج کو یہ اطلاع ملی تو وہ ششدر رہ گیا اور حکم دیا کہ حضرت عبداللہ کے جسد عضری کو دفن کر دیا جائے ـــــ یہ روح فرسا واقعہ ۷۴ھ میں پیش آیا ـــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ بارگاہ رسالت کی فیض یافتہ طالبہ ہیں' جنہوں نے حضرت عبداللہ ایسے شیروں کو جنم دیا ـــــ اپنے ایمان کی صداقت سے آنے والی ماؤں کے لئے عزت و خودداری کی راہیں کھول دیں ـــــ اور دنیا والوں کو استقامت اور عظمت انسانی کا درس دیا۔

انہوں نے تاریخ کے صفحات میں ایماندار عورت کا وقار بلند کیا ـــــ اور اپنے آپ کو بہت سے مردوں سے بلند ثابت کر دکھایا ـــــ آج کی تہذیب و ثقافت کی دلدادہ عورت اور حضرت اسماء و خنساء کا تقابل کیا جائے ـــــ تو ان میں زمین و آسمان کا فرق دکھائی دے گا' سچ ہے کہ

اِذَا کَانَ النِّسَاءُ کَمَنْ فَقَدْنَا
لَفُضِّلَتِ النِّسَآءَ عَلَى الرِّجَالِ

"اگر تمام عورتیں ایسی ہی ہوں جیسی ہم کھو چکے ہیں تو عورتیں بہت سے مردوں سے سبقت لے جائیں گی"

ا۔ حضرت اسماء تمیمہ پہلے پہل ایمان لانے والوں میں سے تھیں —— سترہ حضرات کے بعد مکۂ معظمہ میں ایمان لائیں —— حضرت زبیر بن العوام نے ان سے نکاح کیا —— ہجرت کے وقت حضرت عبداللہ ان کے شکم اطہر میں تھے —— آپ کا لقب ذات النطاقین ہے —— یہ لقب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے —— کیونکہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت اسماء نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا —— اسے باندھنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت تھی تو انہوں نے اپنا پٹکا دو حصوں میں تقسیم کر کے، ایک حصے سے دستر خوان باندھ دیا اور دوسرے کو پٹکا بنا لیا —— آخری عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی —— ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں —— اور اپنے صاحبزادے کی شہادت تک زندہ رہیں —— اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئیں —— ان کی عمر شریف سو سال تھی —— اس کے باوجود نہ کوئی دانت گرا، اور نہ ہی ان کی عقل میں کچھ فرق آیا —— ۱۲۔ اصابہ بتصرف

۲۔ ابو محمد حجاج بن یوسف بن الحکم ثقفی، عبدالملک بن مروان کی طرف سے عراق اور خراسان کا گورنر تھا —— اسی طرح بعد میں ولید بن عبدالملک کا گورنر رہا —— یہاں تک کہ مر گیا —— خونریزی میں شہرا آفاق تھا —— اس نے بہت سے علماء کو شہید کیا —— جن میں حضرت سعید بن جبیر تابعی بھی تھے —— اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری پیدا ہوئی، جس نے اسے بالکل کھوکھلا کر دیا —— ۱۲ رمضان المبارک ۹۹ھ میں فوت ہوا۔

تاریخ کے جھروکوں سے

انوکھا شہسوار

حضرت عبداللہ بن زبیر نے ماں کا سر چوما اور دشمن پر حملہ کی اجازت طلب کی۔ ماں نے بیٹے کو گلے لگایا تو زرہ پر ہاتھ لگا۔ ماں نے زرہ اتارنے اور معمولی کپڑے پہن کر لڑائی پر جانے کے لئے کہا۔ بیٹے نے زرہ وہیں پھینک دی اور آستین چڑھا کر ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا۔ شاہی فوج کے کئی افراد مارے گئے مگر کسی کو حضرت عبداللہ بن زبیر سے مقابلے کی جرات نہ ہوئی حجاج بذات خود لڑائی کے لئے آگے آیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے علم بردار کو گھیرے میں لے لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے دشمنوں کو پیچھے دھکیل دیا اور علم بردار کو آزاد کرا لیا پھر خانہ کعبہ کے روبرو مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔ شاہی فوج نے خانہ کعبہ کے تمام دروازوں اور صفا مروہ پر قبضہ کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر نے نماز ادا کرنے کے بعد صفا کی جانب حملہ کیا اور کئی افراد کو قتل کیا ان کے تمام ساتھی ختم ہو چکے تھے۔ وہ خود بھی زخمی تھے ان کے جسم پر بے شمار زخم تھے۔ آخر ماہ جمادی ثانیہ ۷۳ھ حضرت ابوبکر کا نواسہ ' حضرت عائشہ کا بھانجا' آں حضرت کا نو عمر صحابی حضرت زبیر بن العوام کا بیٹا اس زمانے کا عظیم بہادر شہید کر دیا گیا۔ شامیوں نے ان کا سر کاٹ لیا جو خلیفہ عبدالملک بن مروان کو بھیج دیا گیا۔ لاش کو مقام حجون سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق ان کے سر کو خانہ کعبہ کی دیوار سے لٹکا دیا گیا تھا۔ حضرت اسما نے بیٹے کی لاش دفن کرنے کی اجازت مانگی مگر حجاج بن یوسف نے انکار کر دیا ایک دن حضرت اسماء کا گزر مقام حجون میں سے ہوا تو فرمانے لگیں ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اترا پھر خلیفہ عبدالملک بن مروان نے لاش دفن کرنے کی اجازت دے دی جس کے چند دن بعد حضرت اسماء بھی فوت ہو گئیں۔

(نوائے وقت شمارہ یکم مارچ ۱۹۸۶ء)

اسلامی عدل
کی
درخشندہ مثال

آل جفنہ کے بادشاہ' جبلہ بن ایہم غسانی نے اسلام لانے کے' بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر' باریابی کی اجازت طلب کی ——— آپ نے اجازت عطا فرمائی تو وہ اپنے پانچ سو اعزہ واقرباء کے ہمراہ عازم مدینہ ہوا ——— جب دو منزل کا فاصلہ رہ گیا' تو اس نے اپنی آمد کی تحریری اطلاع بھجوائی ——— حضرت عمر بہت خوش ہوئے اور چند حضرات کو اس کے استقبال کے لئے بھجوایا ——— اور اس کے شایان شان مہمانی کے انتظامات کا حکم صادر فرمایا ——— جبلہ کے حکم پر اس کے ایک سو ساتھیوں نے ہتھیار اور ریشمی لباس زیب تن کئے ——— گھوڑوں پر سوار ہوئے' جن کی دمیں آرائشی انداز میں باندھ دی گئی تھیں ——— اور ان کے کانوں میں سونے اور چاندی کے زیور پہنائے گئے تھے ——— خود جبلہ نے ایک تاج پہنا جس میں قیمتی موتی' اور چھلے جڑے ہوئے تھے ——— جب وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا' تو نو عمر بچیاں اور عمر رسیدہ عورتیں اس کی سج دھج دیکھنے کے لئے نکل آئیں ——— حضرت عمر نے اسے خوش آمدید کہی' لطف و کرم سے نوازا' اور اپنے پاس بٹھا کر عزت افزائی فرمائی۔

حضرت عمر حج کے لئے تشریف لے گئے' تو جبلہ کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے ——— مکۂ معظمہ میں خاصا رش تھا ——— طواف کے دوران

بنو فزارہ کے ایک شخص کا پاؤں اس کے تہ بند پر آگیا ـــــ جس سے اس کا تہ بند ڈھیلا ہو گیا ـــــ جبلہ نے پلٹ کر اس زور سے تھپڑ رسید کیا کہ اس کے ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی ـــــ اس شخص نے بارگاہ فاروقی میں مقدمہ دائر کر دیا ـــــ حضرت فاروق اعظم نے جبلہ کو بلایا' اور فرمایا

یہ کیا کیا؟

جبلہ ـــــ امیرالمؤمنین ! اس شخص نے دانستہ میرے تہ بند پر پاؤں رکھا تھا ـــــ اگر کعبہ شریف کی عزت و حرمت کا پاس نہ ہوتا' تو میں تلوار سے اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیتا

حضرت عمر ـــــ اب جبکہ تم اقرار کر چکے ہو' تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس سے معافی مانگو ـــــ بصورت دیگر تم سے قصاص لیا جائے گا

جبلہ ـــــ وہ کیسے ؟

حضرت عمر ـــــ میں اسے حکم دوں گا کہ تمہاری ناک توڑ دے ـــــ جس طرح تم نے اس کی ناک توڑی ہے۔

جبلہ ـــــ امیرالمؤمنین ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ـــــ جب کہ میں بادشاہ ہوں اور وہ عام آدمی ہے۔

حضرت عمر ـــــ اسلام نے تمہیں اور اسے یک جا کر دیا ہے ـــــ تمہیں اس پر صرف تقویٰ و پرہیز گاری ' اور بھلائی میں ہی فضیلت ہو سکتی ہے ـــــ اس کے علاوہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔

جبلہ ـــــ امیرالمؤمنین ! میرا خیال تو یہ تھا کہ جاہلیت کے مقابلے

میں اسلام میں مجھے زیادہ عزت ملے گی
حضرت عمر ـــــــ اس بات کو چھوڑو ـــــــ اس وقت دو ہی راستے ہیں' یا تو اس سے معافی مانگ کر اسے راضی کر لو ـــــــ ورنہ مجھے تم سے قصاص لینا پڑے گا

جبلہ ـــــــ پھر تو میں عیسائیت کو ترجیح دوں گا

حضرت عمر ـــــــ اب اگر تم عیسائیت اختیار کرو گے تو تمہاری گردن اڑا دی جائے گی ـــــــ کیونکہ تم مسلمان ہو چکے ہو' اور اسلام لانے کے بعد مرتد ہونے کی سزا قتل ہے۔

جبلہ' حضرت عمر کے اٹل فیصلے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا ـــــــ کہ مجھے غور و فکر کے لئے ایک رات کی مہلت دیجئے۔

جبلہ اور اس اعرابی کے قبیلے کے بہت سے لوگ حضرت عمر کے دروازے پر جمع تھے ـــــــ قریب تھا کہ آپس میں تصادم ہو جاتا ـــــــ اتنے میں شام ہو گئی۔

حضرت عمر فاروق کے حکم پر ہجوم منتشر ہو گیا ـــــــ جب لوگ آرام سے سو رہے تھے ـــــــ جبلہ اپنے ساتھیوں سمیت شام کی طرف بھاگ گیا ـــــــ صبح ہوئی تو مکۂ معظمہ میں ان کا ایک فرد بھی موجود نہ تھا ـــــــ شام پہنچ کر جبلہ اپنے پانچ سو ساتھیوں کو لے کر استنبول پہنچا ـــــــ اور شاہ روم ہرقل کے پاس جا کر عیسائیت کا اعلان کر دیا ـــــــ ہرقل اس بات سے بہت خوش ہوا' اور اس واقعہ کو اپنی عظیم فتح قرار دے دیا ـــــــ جبلہ کو منہ مانگا انعام دیا' اس کی پسند کے مطابق خطہ زمین بھی اس کے نام کر دیا اور اسے اپنا خصوصی ہم نشین بنا لیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمتیں نازل فرمائے ــــــ اس طیب و طاہر اور مقدس روح پر رحمت و رضوان کی برکھا برسائے ــــــ جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کی ملامت کی پروا نہیں ہوتی تھی ــــــ انہوں نے ایک نادار ' فقیر' اور عامی بدوی کے لئے جاہ و حشمت کے مالک ' بادشاہ سے قصاص لینے کا فیصلہ فرما دیا ــــــ جبلہ اور اس کے ساتھیوں کی مرضی معلوم نہیں کی ــــــ وہ دنیا پر یہ واضح کر دینا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام انسان یکساں ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ سب کا مالک اور سب اس کے بندے ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہی سے کسی ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہو سکتی ہے ــــــ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی صرف تقویٰ و پرہیز گاری کی بدولت ہی میسر ہو سکتی ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حکمرانوں کو سختی سے عدل و انصاف کا حکم دے رکھا تھا ــــــ اور انسانوں کے درمیان پائے جانے والے مادی امتیازات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا تھا ــــــ آپ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر صحیح طور پر کاربند تھے

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ
وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

" اے لوگو ! ہم نے تمہیں مرد وزن سے پیدا کیا' اور تمہیں

شناخت کے لئے گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ——— بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ عزت والا وہ ہے ——— جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے"۔

۱۔ القرآن، الحجرات ۱۳

سلطان العلماء

مصر میں اعلان ہوتا ہے

لوگو! تمہارے حکمران تمہارے غلام اور مملوک ہیں، وہ حکمرانی کے قابل نہیں ہیں ـــــ ان کی نہ تو خریدو فروخت صحیح ہے اور نہ ہی ان کا کوئی تصرف اور نہ نکاح درست ہے ـــــ جب تک انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت مسلمانوں کے بیت المال میں جمع نہیں کر دی جاتی ـــــ اور اس کے بعد انہیں آزاد نہیں کر دیا جاتا

دمشق کے عالم اور قاضی، جامع بنوامیہ کے خطیب، بلکہ اس دور میں عالم اسلام کے عظیم عالم دین ـــــ سلطان العلماء عز بن عبدالسلام نے یہ فتاویٰ صادر کیا ـــــ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فصیح و بلیغ زبان کے ساتھ ساتھ دانش و حکمت سے معمور دل اور نورانی روح عطا فرمائی تھی ـــــ نیز انہیں حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے حوصلے سے سرشار فرمایا تھا۔

جوں ہی اس فتوے کا چرچا ہوا، نظام مملکت اور قوانین سلطنت درہم برہم ہو گئے اور حکام کے فیصلے اپنا اثر و نفوذ کھو بیٹھے ـــــ عوام الناس حیران تھے کہ کیا کریں؟ ـــــ اور حکمرانوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی ان کے حکم کی تعمیل ہی نہ کرتا تھا ـــــ یہ اطلاع نائب سلطنت کو پہنچی تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا ـــــ سوچ بچار کے بعد امراء سلطنت کی میٹنگ طلب کی اور باہمی صلاح مشورے کے بعد طے کیا کہ شیخ کو بلا کر جواب طلبی کی جائے ـــــ شیخ تشریف لا کر بھرے مجمع میں بیٹھ گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ہمارے بارے میں کیا فتویٰ دیا ہے؟

شیخ ان کے اجتماع سے قطعاً مرعوب نہیں ہوئے ـــــ بلکہ ان کی پرواہ تک نہیں کی ـــــ وہ ایک ایسے پہاڑ کی طرح دکھائی دے رہے تھے' جسے طوفان جنبش بھی نہیں دے سکتے ـــــ انہوں نے پرسکون اور بااعتماد انداز میں فرمایا

میرے نزدیک یہ ثابت ہوچکا ہے کہ تم سب غلام ہو اور اسلامی بیت المال کی ملکیت ہو ـــــ شرعی طور پر تمہارے تصرفات صحیح نہیں ہیں ـــــ کیونکہ غلام اپنے مولا کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف نہیں کرسکتا ـــــ اور اس کا کوئی حکم اس کے آقا پر نہیں چل سکتا ـــــ اس لئے میں نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ تمہیں فروخت کیا جائے اور تمہاری قیمت بیت المال میں جمع کردی جائے ـــــ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر اور تمام علماء پر یہ فریضہ عائد ہوا ہے۔

اراکین سلطنت نے پوچھا آپ کے فتوے سے خلاصی کی صورت کیا ہے؟

شیخ نے فرمایا:

تمہارے لئے ایک بورڈ مقرر کیا جائے گا جو تمہیں فروخت کرنے کا اعلان کرے گا ـــــ تمہیں بیچ کر قیمت بیت المال میں داخل کردی جائے گی ـــــ پھر تمہیں شرعی طریقے سے آزادی حاصل ہوگی' تب تمہارے تصرفات صحیح ہوں گے ـــــ اور شریعت مطہرہ کے صحیح طریقے کے مطابق تمہارے احکام قابل عمل ہوں گے۔

شیخ کی گفتگو کیا تھی؟ ـــــ ایک آسمانی بجلی تھی جس نے ان کے

کانوں کے پردے پھاڑ دئے اور ان کے جسموں پر لرزہ طاری کردیا ــــــ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف استفہامی انداز میں دیکھا کہ اب کیا کیا جائے؟ ــــــ شیخ خاموشی سے سرجھکائے ان کی سرگوشیاں سن رہے تھے ــــــ انہوں نے عمائدین حکومت سے پوچھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ ــــــ شیخ کی ہیبت اور روحانی قوت ان کے دل و دماغ پر چھاگئی اور انہیں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوسکی ــــــ البتہ! انہوں نے یہ معاملہ بادشاہ وقت کے سامنے پیش کردیا ــــــ اور فریاد کی کہ شیخ نے بڑی زیادتی کی ہے اور یہ فتویٰ سراسر ظالمانہ ہے۔

بادشاہ نے شدت سے محسوس کیا کہ حکومت کے ذمہ دار افراد پر بڑی زیادتی کی گئی ہے ــــــ اس نے شیخ کو طلب کیا اور تقاضا کیا کہ اپنا فتویٰ واپس لے لیں ــــــ شیخ نے فتویٰ واپس لینے سے واشگاف الفاظ میں انکار کردیا ــــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ شاہان وقت اور امراء دولت کے سامنے کھل کر حق کا اظہار کریں ــــــ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی کی ملامت سے متأثر نہ ہوں۔

بادشاہ نے زیادہ زور دیا اور دھمکی آمیز گفتگو پر اتر آیا ــــــ تو شیخ اپنے موقف پر ڈٹ گئے اور بادشاہ کے عتاب کو کوئی وقعت نہ دی ــــــ بلکہ جلال میں آکر فیصلہ کیا کہ میں اس شہر میں نہیں رہ سکتا' جہاں کا بادشاہ ظالم ہو ــــــ اور اس کے بُرے امراء و وزراء باطل سے کنارہ کش ہونے کے لئے تیار نہ ہوں۔

شیخ نے اپنا ضروری ساز و سامان ایک گدھے پر لادا ــــــ اور اپنے اہل و عیال کو کرائے کی سواریوں پر سوار کیا' اور خود ان کے پیچھے

پیدل چل پڑے ـــــ ارادہ یہ تھا کہ قاہرہ کو چھوڑ کر اپنے پیدائشی وطن شام چلے جائیں گے ـــــ انہوں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ قیام پذیر ہونے کی بجائے مشقت اور مصیبت سے پر ہجرت کی شرافت اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے دین کے لئے دنیا ـــــ اور دار بقا کے لئے دار فنا کو قربان کر دینے کا عزم کرلیا تھا۔

لیکن وہ زندہ قوم جس کے دل کی گہرائیوں میں مخلص علماء کی محبت جاگزیں تھی ـــــ جو ان کے احکام کو دل و جان سے قبول کرتی تھی ـــــ اور جو ان کے مقام کو اپنی قابل فخر تاریخ میں محفوظ کرنا جانتی تھی ـــــ اس قوم کے جیالوں نے گوارہ نہ کیا کہ یوں علم و فضل' پاکدامنی اور شجاعت' اخلاص اور خود داری اپنے وطن سے رخصت ہو جائے ـــــ اور ہم بے جان جسم کی طرح اکیلے ہی یہاں پڑے رہیں ـــــ اس قوم کے علماء' تاجر' عورتیں' بچے اور مرد' سب کے سب شیخ کے پیچھے پیچھے چل دیئے ـــــ اور یہ تہیہ کرلیا کہ جہاں شیخ جائیں گے' ہم بھی وہیں جائیں گے اور جہاں شیخ قیام کریں گے' ہم بھی وہیں رہیں گے ـــــ سارے کا سارا شہر خالی ہوگیا ـــــ صرف چند عورتیں اور بچے باقی رہ گئے ـــــ جو اپنا ساز و سامان سمیٹ کر اپنے رشتہ داروں کے پاس پہنچنے کی تیاریاں کررہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ' لوگوں کے جسموں پر حکومت کرتے ہیں ـــــ دلوں پر تو وہ لوگ حکومت کرتے ہیں جو صحیح معنوں میں عالم ہوتے ہیں ـــــ جسموں اور دلوں پر حکومت کرنے میں زمین و آسمان کا فرق

ہے۔

بادشاہ کو بھی اطلاع مل گئی کہ شیخ ترک وطن کر کے جا رہے ہیں ——— اور تمام آبادی ان کے پیچھے روانہ ہو چکی ہے ——— بادشاہ کو بتایا گیا کہ شہر میں ایک فرد بھی باقی نہیں رہا——— سب لوگ شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہجرت کر گئے ہیں ——— اب آپ کس پر حکم چلائیں گے؟ ——— جو فیصلہ کرنا ہے فوری طور پر کیجئے۔

بادشاہ لرز گیا' اسے اپنی ذات بڑی حقیر معلوم ہوئی——— اسے اپنا خوفناک انجام سامنے دکھائی دینے لگا ——— اس کے اکثر و بیشتر نوکر چاکر شیخ کے ہمراہ جا چکے تھے ——— بادشاہ بلا تاخیر سوار ہوا اور بچے کھچے خدام کو ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں جا پہنچا——— اور بہت دیر تک منت سماجت کرتا رہا' اور شیخ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہا——— مگر شیخ کی طرف سے ایک ہی انکار تھا——— بادشاہ نے ہتھیار ڈال دیئے' اور شیخ کے فتویٰ کو تسلیم کر لیا کہ اراکین دولت کو سربازار فروخت کیا جائے گا ——— اور انکی قیمت مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادی جائے گی۔

شیخ کی واپسی کے دوسرے دن نائب سلطنت کو شیخ اور بادشاہ کے درمیان ہونے والی گفتگو اور اس فیصلے کی خبر ملی کہ امراء و وزراء کو سرعام فروخت کیا جائے گا——— تو اس نے اپنا ایک نمائندہ بھیجا جو اپنی حکمت عملی' شیریں بیانی اور انعام کی پیشکش کے ذریعے شیخ کو اپنا فتویٰ واپس لینے پر آمادہ کرے ——— لیکن شیخ کا فیصلہ اٹل تھا——— وہ کسی صورت بھی اپنی رائے بدلنے پر تیار نہ ہوئے' تو نائب سلطنت کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔

اس نے کہا:

ہائے افسوس! یہ شیخ بازاروں میں ہمارے بارے میں اعلان کریں گے، اور ہمیں معمولی مال و متاع کی طرح فروخت کریں گے ——— حالانکہ ہم قوم کے قائد ہیں ——— زمین کے بادشاہ ہیں، ہم رعایا کے امراء اور سردار ہیں ——— خدا کی قسم! میں اپنی تلوار سے شیخ کا سر قلم کردوں گا اور ان کا بے جان جسم میرے قدموں میں پڑا ہوا دکھائی دے گا۔

یہ کہا، اور اپنے ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ شیخ کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا ——— مارے غصے کے اس کا برا حال تھا ——— ننگی تلوار اس کے ہاتھوں میں دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کررہی تھی۔

جاتے ہی پوری قوت سے دروازہ دھڑ دھڑایا ——— شیخ کے صاحبزادے یہ معلوم کرنے کے لئے باہر آئے کہ دروازے پر کون ہے؟ ——— کیا دیکھتے ہیں کہ باہر نائب سلطنت کھڑا ہے، اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے ——— اور وہ اتنا غضبناک ہے کہ وہ صاحبزادے ہی کا کام تمام کردے گا ——— وہ پلٹ کر والدۂ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ——— گھبراہٹ سے صاحبزادے کا رؤاں رؤاں کانپ رہا تھا ——— خوف کسی برچھی کی طرح ان کے دل کے آرپار ہورہا تھا ——— اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا ——— اسی حالت میں انہوں نے صورت حال والد گرامی کے گوش گزار کی اور ان الفاظ میں درخواست کی۔

ابا جان! دروازے پر موت کھڑی ہے ——— خدا کے لئے آپ اپنی جان پر اور ہم پر رحم کھائیں ——— اور باہر نہ جائیں ——— شیخ نے اپنے بیٹے کی گفتگو کی کوئی پرواہ نہ کی ——— مکمل حوصلے اور سچے عزم کے ساتھ

مسکراتے ہوئے اپنے لخت جگر کی طرف دیکھا اور فرمایا:

بیٹے تیرے باپ کی قسمت میں کہاں کہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہوجائے ؟ —— بیٹے کے ہاتھ سے دامن چھڑاتے ہوئے اس طرح دروازے کی طرف لپکے —— جیسے تیر قضا ہو یا آسمان سے گرنے والی بجلی

جیسے ہی شیخ کی نگاہ نائب سلطنت پر پڑی ' اسے یوں محسوس ہوا کہ شیخ کی روحانی قوت اس پر حاوی ہو گئی ہے 'اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا —— طاقت کا سارا غرور اور غیظ و غضب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا —— بے ساختہ عجزو انکسار کے ساتھ جھکا ہوا سر اٹھایا اور شیخ سے درخواست کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے —— اللہ تعالٰی میرے اس جرم کی توبہ قبول فرمائے۔

پھر پوچھنے لگا

جناب عالی ! اب آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے ؟ —— ہم آپ کی خدمت میں حاضر اور آپ کے اشارے کے پابند ہیں

شیخ نے فرمایا:

تمہیں فروخت کروں گا —— اور تمہاری قیمت مسلمانوں کی ضروریات میں صرف کروں گا۔

نائب نے کہا' قیمت کون وصول کریگا ؟

شیخ نے فرمایا:

میں بیت المال کے وکیل کے فرائض سرانجام دوں گا ——

اگر بیت المال کا کوئی ذمہ دار منتظم نہ ہو تو قاضی اسکا ذمہ دار ہوتا ہے۔

نائب کچھ دیر خاموش رہا اور ندامت کے آنسو بہاتا رہا ——
شوکت اقتدار اور غرور شاہی کی جگہ اس پر عجز و انکسار طاری ہو گیا
—— اور اس کے دل نے کہا کہ شیخ کا حکم مانے بغیر چارہ نہیں
—— بے خودی کے عالم میں کہنے لگا:
ہم نے معاملہ آپ کے سپرد کر دیا —— آپ جو چاہیں کریں
—— انشاء اللہ! آپ ہمیں صابر پائیں گے اور ہم آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے:
شیخ نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ بازار میں جا کر ایک ایک امیر کو فروخت کر دے —— اس شخص نے سربازار اعلان کیا —— اور بھاری قیمت پر تمام امراء کو فروخت کر دیا —— شیخ نے وصول ہونے والی تمام رقوم 'کارہائے خیر اور عام مسلمانوں کی ضروریات پر صرف کردیں
پھر شیخ نے اعلان کیا کہ عوام الناس جنہیں چاہیں اپنے حکام اور وزراء منتخب کر لیں —— سب نے بالاتفاق ان ہی وزراء کو منتخب کر لیا —— انہی کے حکام سلطنت ہونے کی توثیق کر دی اور انہیں دوبارہ ان کے مناصب پر بحال کر دیا
تب حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی متوجہ ہوئے اور فرمایا
اب امراء و حکام کے تصرفات درست ہیں —— پہلے یہ غلام اور مملوک تھے —— اب آزاد ہو گئے ہیں —— اب انہیں امت مسلمہ کے تمام معاملات میں کاروائی کا حق پہنچتا ہے

——— اب یہ صحیح معنوں میں رعایا کے حاکم اور محافظ بنے ہیں
خدا داد صلاحیتوں والے یہ وہ قدسی نفوس ہیں جن کا قول ' امت کے
مستقبل کی عملی اصلاح کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے ——— اپنے
ایمان کی صداقت ' انسانی عظمت ' اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد اور دین
پر غیر متزلزل یقین کی بدولت تاریخ کا دھارا موڑ دیا کرتے ہیں ———
حکومتوں کے نقائص دور کر دیا کرتے ہیں ——— اور عوام الناس کو
کامیابی و کامرانی کی راہ پر ڈال دیا کرتے ہیں ——— رحمہ اللہ تعالیٰ
رحمتہ واسعۃ

پانچویں خلیفۂ راشد

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاکدامنی ' عدالت و تقویٰ اور امام عادل ـــــــ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے بے نیازی میں پانچویں خلیفۂ راشد ہیں

حضرت عطاء بن ابی رباح نے ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اہلیۂ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمیں اپنے شوہر کے بارے میں کچھ بتایئے:

انہوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ حضرت عمر پر رحمتیں نازل فرمائے ـــــــ انہوں نے اپنی ذات اور اپنے دماغ کو مسلمانوں اور ان کے معاملات کے لئے وقف کر رکھا تھا ـــــــ رات ہو جاتی اور دن کا کام ختم نہ ہوتا ـــــــ وہ رات گئے تک کام کرتے رہتے ـــــــ جب فرصت ملتی تو اپنے ذاتی مال سے خریدا ہوا چراغ منگواتے اور اس کی روشنی میں دو رکعت نماز ادا کرتے ـــــــ پھر گھٹنے کھڑے کر کے زمین پر بیٹھ جاتے ـــــــ اور حالت یہ ہوتی کہ سر دونوں ہتھیلیوں پر رکھا ہوا ہے ـــــــ آنسو رخساروں پر بہ رہے ہیں ـــــــ اور اس شدت سے روتے کہ یہ خدشہ محسوس ہوتا کہ شدت گریہ کے سبب ان کا دل پارہ پارہ ہو جائے گا ـــــــ اور جسم و جان کا رشتہ منقطع ہو جائے گا ـــــــ ساری رات اسی کیفیت میں گذر جاتی اور دن کو روزہ دار رہتے

ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ایک وقت تھا کہ آپ شاہانہ کروفر کی زندگی بسر کرتے تھے ـــــــ انہوں نے فرمایا' ٹھیک ہے لیکن اب تم اپنا کام کرو ـــــــ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ـــــــ میں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں!

فرمایا: تو سنو!

میں نے جب دیکھا کہ اس امت کے ہر سرخ اور سفید کی
ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے ——— اور اس
کے ساتھ ہی مجھے دور دراز شہروں اور زمین کے اطراف و اکناف
میں رہنے والے بھوک کے مارے ہوئے فقیروں ' بے سہارا
مسافروں ' ستم رسیدہ قیدیوں ' غریبوں اور ایسے ہی دیگر افراد کا
خیال آیا تو میرے دل نے کہا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے
ان کے بارے میں پوچھے گا ——— اور اللہ تعالیٰ کے رسول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں ' میرے خلاف بیان دیں
گے ——— پھر کیا تھا؟ ——— میرے دل پر یہ خوف مسلط
ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں میرا کوئی عذر قبول نہیں
فرمائے گا ——— اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے سامنے کسی قسم کی صفائی پیش نہیں کر سکوں گا۔

اے فاطمہ! یہ سوچ کر مجھے اپنے اوپر ترس آیا ———
میری آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور مجھے دلی صدمہ پہنچا
——— اب میں اس حقیقت پر جتنا غور کرتا ہوں ' اتنا ہی
میرے خوف میں اضافہ ہو جاتا ہے ——— اب تیری مرضی
ہے کہ نصیحت حاصل کر یا نہ۔

ایسے عظیم دل و دماغ کے مالک جو اس خیال ہی سے کانپ اٹھتے ہیں
کہ ہم سے رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی ——— اور ان پر یہ
خوف سوار رہتا ہے کہ قیامت کے دن ہم سے رعیت کے بارے میں پوچھا
جائے گا ——— اس لائق ہیں کہ تمام لوگ کھلے دل سے ان کی قیادت
قبول کریں ———اور زمام سلطنت ان کے ہاتھوں میں دیدیں

ایسے ہی عدل و انصاف اور ایثار و قربانی کی بدولت انہوں نے دشمنوں
کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ——— ممالک پر حکمرانی کی ——— عوام

الناس نے ان کی اطاعت کو سعادت جانا ـــــــ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ ایمانداروں کے لئے جس عزت و کرامت کا وعدہ فرمایا تھا' وہ ایسے ہی سراپا عدل و انصاف حضرات کا حصہ ہے ـــــــ یقیناً! انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کر کے دکھا دیا

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

بخاری شریف ' کتاب الجمعہ

اللہ تعالےٰ کی تلوار

دشمنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی برہنہ شمشیر ——— ابو سلیمان خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ——— قریش کے روساء میں سے تھے ——— دور جاہلیت میں جنگی گھوڑوں کی لگامیں ان کے ہاتھ میں تھیں ——— عمرۂ حدیبیہ تک تمام جنگوں میں مشرکین قریش کے ساتھ رہے ——— غزوۂ خیبر کے بعد ۷ ھ میں دل و جان سے اسلام لے آئے ——— غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ شریک جہاد رہے ——— جب یکے بعد دیگرے تین کمانڈر شہید ہو گئے تو حضرت خالد نے آگے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا ——— انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرام بڑی تعداد میں شہید ہو گئے ہیں اور باقی بھی خطرے کی زد میں ہیں ——— تو وہ حکمت عملی سے کام لے کر پیچھے ہٹ گئے اور مجاہدین کو رومیوں کے نرغے سے نکال لائے۔

حضرت خالد جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے تو بعض حضرات نے کہا کہ وہ جنگ کی تاب نہ لا کر بھاگ آئے ہیں ——— اور انہیں کہا کہ تم بھگوڑے ہو ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے اس معرکے کی تفصیلات سنیں تو ان کی کاروائی کی تائید فرمائی ——— اور پیچھے ہٹ جانے کو ان کی جنگی حکمت عملی قرار دیا ——— کیونکہ وہ اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کو بچا لائے تھے ' اور اگر انہیں اسی حالت میں رہنے دیتے تو بہت زیادہ صحابۂ کرام شہید ہو جاتے۔
ارشاد فرمایا:

لَا بَلْ اَنْتُمُ الْكَرَّارُ، خَالِدٌ سَيْفٌ
مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ سَلَّهٗ عَلٰى اَعْدَائِهٖ

تم راہ فرار اختیار کرنے والے نہیں ——— بلکہ پلٹ کر حملہ

کرنے والے ہو ——— خالد ' اللہ تعالیٰ کی برہنہ شمشیر ہے
جسے اس نے دشمنوں کے سر پر مسلط کر رکھا ہے"
فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید ' نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور انہوں نے خوب داد شجاعت دی ——— آپ ہی نے مشہور زمانہ بت ' لات کو اس کے پجاریوں کے سامنے پاش پاش کیا ——— حنین اور طائف کے میدان میں شریک ہوئے ——— ۹ ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدرؒ کی طرف بھیجا جسے آپ نے گرفتار کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا ——— بعد میں اکیدر نے جزیہ دینے کی شرط پر مصالحت کر لی۔
حضرت ابو بکر صدیق نے انہیں مرتدین کے خلاف جہاد کرنے والوں کا سپہ سالار مقرر کیا اور انہیں جھنڈا عطا کرتے ہوئے فرمایا:
"خالد بن ولید' اللہ تعالیٰ کا بہترین بندہ اور اپنے خاندان کا نہایت عمدہ فرد ہے ——— وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی تلوار ہے جسے اسنے اپنے دشمنوں کے سر پر بے نیام کر رکھا ہے"
حضرت خالد بن ولید' ان عظیم انسانوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اسلام کے نور سے دنیا کا گوشہ گوشہ منور کرنے میں بے مثال خدمات انجام دیں ——— انہوں نے پہلے طلیحہ اسدی کی طرف رخ کیا اور اس کی جمعیت پارہ پارہ کر دی ——— پھر یمامہ پہنچ کر اسے فتح کیا اور مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا' اور یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ' اسلام کو سربلندی عطا فرمائی۔
یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکر نے انہیں عراق پہنچنے کا حکم دیا ——— چنانچہ وہاں جا کر حیرہ کو صلح سے اور بہت سے دوسرے شہروں کو جنگ کے بعد فتح کیا۔
پھر دربار خلافت سے انہیں شام میں موجود امرائے افواج کی امداد

کے لئے پہنچنے کا حکم ملا —— چنانچہ وہاں پہنچ کر جنگ یرموک میں شامل ہوئے اور دمشق فتح کیا —— جنگ یرموک میں ایک دن ان کی ٹوپی گم ہو گئی —— حکم دیا کہ اسے تلاش کیا جائے ' لیکن وہ نہ ملی ' حضرت خالد اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ وہ مل نہ گئی —— کسی نے پوچھا ' اتنی سختی سے ٹوپی کے تلاش کرنے کی کیا وجہ تھی؟ —— فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد بال منڈوائے تو صحابۂ کرام آپ کے مقدس بالوں کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے —— وہ بابرکت بال ' میں نے اس ٹوپی میں محفوظ کر لئے تھے —— پھر میں جس جنگ میں بھی یہ ٹوپی پہن کر گیا ' وہیں میں نے جیتی جاگتی آنکھوں سے فتح مبین دیکھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنگ موتہ میں نو تلواریں میرے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں —— صرف چوڑے پھل والی یمنی تلوار تھی جو کام دیتی رہی —— حضرت خالد جب حیرہ تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے چیلنج کیا کہ اگر آپ حق پر ہیں تو یہ زہر پی جائیں ' اور یہ بات آپ کے ذہن میں رہے کہ اسے پیتے ہی آدمی اگلے جہان روانہ ہو جاتا ہے —— آپ نے فرمایا ' تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ —— انہوں نے کہا ' ہاں ! آپ نے وہ زہر لے لی اور کہا "اس ذات اقدس کے نام سے جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں دیتی"

یہ کہا ' اور ان کے سامنے ساری زہر پی گئے —— زہر نے انہیں کوئی گزند نہیں پہنچائی ' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر انہیں کامل یقین وایمان تھا —— وہ پیکر اخلاص تھے —— اور صدق دل سے ایمان کی دعوت دیتے تھے۔

وہ اسلام کی نصرت اور فتوحات کا پرجوش ولولہ رکھتے تھے —— اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ دنیا کے اس عظیم جرنیل کو تلواروں کے سائے

میں شہادت کا کتنا شوق تھا؟ تو سنئے ! ——— وہ کس حسرت اور کرب کے ساتھ فرما رہے ہیں :

آہ ! آہ ! میں اسلام کی راہ میں بہت جنگوں میں شریک ہوا ——— ہر جنگ میں مجھے تلوار کا چرکا لگا' یا مجھے نیزے کا نشانہ بنایا گیا ——— میں نے بنو حنیفہ (مسیلمہ کے ساتھیوں) سے بڑھ کر تلوار کا شدید وار کرنے اور موت پر صبر کرنے والی کوئی قوم نہیں دیکھی۔

پھر پھولتے ہوئے سانسوں میں روتے ہوئے فرمایا:

اور اب میں جانوروں کی طرح اپنے بستر پر دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں ——— خدا کرے کہ بزدلوں کو نیند نصیب نہ ہو"

وصال سے پہلے فرمایا:

میں نے موت کو ان جگہوں میں تلاش کیا جہاں اس کے ملنے کی توقع تھی ——— مگر میری قسمت میں یہی تھا کہ میری موت بستر پر آئے ——— کلمۂ طیبہ کے بعد میرے لئے سب سے زیادہ باعث امید وہ رات ہے جب اوپر سے بارش ہو رہی تھی اور میں ساری رات صبح تک ڈھال سنبھالے رہا ——— پھر جنگ میں مصروف ہو گیا۔

حضرت خالد نے تمام عمر جہاد کرنے پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ ان کی خواہش تھی کہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کے ہتھیار' جہاد میں استعمال ہوتے رہیں ——— اس لئے فرمایا:

"میری وفات کے بعد مرے ہتھیار اور میرا گھوڑا فی سبیل اللہ' اسلام کے لئے وقف کر دینا"

پھر اپنی اولاد کی دیکھ بھال حضرت عمر کے سپرد کی اور وصال فرما گئے ——— اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ان پر نازل ہوں' مدینہ منورہ میں بنو مخزوم کی عورتیں بے ساختہ رو پڑیں ——— کچھ صحابہ نے انہیں منع کیا تو حضرت عمر نے فرمایا:

انہیں ابو سلیمان پر آنسو بہانے دو ـــــــــ اب خالد ایسا اسلام کا شیر' عورتوں کی کوکھ سے جنم نہیں لے گا۔

حضرت خالد بن ولید نے ہمارے لئے روحانی قیادت اور صحیح قربانی کا راستہ کھول دیا ـــــــــ ان کی روح اس مادی جہان میں نہیں' بلکہ آسمان مقاصد پر زندگی بسر کرتی تھی ـــــــــ بظاہر وہ زمین پر چلتے تھے مگر ان کی جان' جنت کے شوق میں سرشار رہتی تھی ـــــــــ شراب کے عادی کو شراب کا اتنا شوق نہیں ہوگا' جس قدر انہیں جنت کا شوق تھا۔

دنیا کی نعمت و راحت سے معمور زندگی سے کہیں زیادہ انہیں اللہ تعالی کی راہ میں شہادت کا شوق تھا ـــــــــ اپنی قوم کا مخلص قائد' ایسا ہی ہونا چاہئے ـــــــــ روحانی قیادت' اخلاص' قربانی اور ایثار کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں عرض کیا ہے

○ دنیا کی تمام تر چمک دمک کے باوجود' مال دنیا آپ کو راہ راست سے نہیں ہٹا سکا ـــــــــ اور نہ ہی کوئی چھوٹا یا بڑا مرتبہ آپ کے لئے آزمائش بن سکا ہے۔

○ بلکہ آپ کی عظیم روح' بلند پرواز کے ساتھ غالب رہی اور سب لوگ آپ کی بارگاہ میں جسمانی اور روحانی طور پر جھک گئے۔

○ قیادت' صرف قائد کی اس روح کی ہوتی ہے جو دوسرے لوگوں سے ایمان اور ایثار میں بلند و بالا ہوتی ہے۔

---

۱ اکیدر: یہ اکیدر بن عبدالملک' دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا ـــــــــ حضرت خالد بن ولید نے اسے گرفتار کیا اور لا کر نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا ـــــــــ آپ نے اسے پناہ عطا فرمائی اور اس کے ساتھ صلح کر کے اس کے علاقے کی طرف واپس کر دیا ـــــــــ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے

زمانے میں اس نے عہد توڑ دیا' آپ نے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا ـــــ جنگ میں شکست کھا کر وہ بھاگ گیا انہوں نے اس کے پیچھے چند افراد کو روانہ کیا جنہوں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ۱۲ فرفور

۲ طلیحہ بن خویلد اسدی' اسلام لائے پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہلے مرتد ہو گئے ـــــ وہ کہتے تھے کہ جبریل امین ان کے پاس آتے تھے' قبیلہ اسد اور غطفان کے بہت سے لوگ ان کے پیروکار بن گئے ـــــ وہ انہیں کہتے تھے کہ نماز میں سجدہ نہ کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے خاک آلود کرنے اور سرینوں کو بری طرح اوپر اٹھانے کو کیا کرے گا؟ ـــــ تم کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو ـــــ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن ولید کو ان کی طرف روانہ کیا' وہ اور ان کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ گئے اور شام چلے گئے ـــــ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں واپس آ کر اسلام لائے ـــــ کافروں کے ساتھ جنگوں میں بڑے معرکے انجام دیئے ـــــ عراق کے فاتحین میں شامل تھے اور مشہور زمانہ بہادروں میں سے ایک تھے ـــــ نہاوند میں شہید ہوئے ـــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۱۲ فرفور

۳ مسیلمۂ کذاب ہارون بن حبیب' ابو ثمامہ' بنو حنیفہ میں سے تھا ـــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا ـــــ پھر اپنی قوم کے پاس جا کر مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا ـــــ وہ قرآن پاک کے مقابلے میں انتہائی گھٹیا اور کمزور کلام' مسجع' مقفیٰ انداز میں پیش کرتا ـــــ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن ولید کو ایک لشکر دے کر بھیجا ـــــ چنانچہ انہوں نے جنگ میں مسیلمہ کو شکست فاش دی ـــــ یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے۔ ۱۲ فرفور

۴ یہ ان کی عاجزی کی انتہا ہے ـــــ ورنہ وہ عظیم انسان اور بے مثال کمانڈر تھے ـــــ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۱۲ فرفور

اقوامِ عالم کے قائدین

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے

قائد ایران، رستم پورے شاہی طمطراق کے ساتھ دربار لگائے بیٹھا ہے ــــــ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر اس کے پاس بھیجا ــــــ حضرت مغیرہ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے جگمگاتے تاج اپنے سروں پر سجا رکھے ہیں ــــــ اور سونے چاندی کے تاروں سے بُنے ہوئے سُندُس کے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں، جن میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں ــــــ حضرت مغیرہ شان بے نیازی سے جوتوں سمیت قالینوں پر چل رہے ہیں ــــــ اور اپنے نیزے کے ساتھ چھوٹے چھوٹے تکیوں اور قالینوں کو چھیدتے جارہے ہیں ــــــ اسی طرح چلتے چلتے رستم کے پاس پہنچ گئے ــــــ وہ سنہری تخت پر بت کی طرح براجمان تھا، اور درباری اس کے اردگرد پجاریوں کی طرح باادب بیٹھے تھے ــــــ حضرت مغیرہ اس کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے ــــــ انہیں نہ تو دربانوں کی طاقت روک سکی اور نہ ہی شاہی ہیبت ان کے راستے میں رکاوٹ بنی۔

دربانوں نے جب انہیں رستم کے پہلو میں بیٹھا ہوا دیکھا تو آگ بگولہ ہو گئے ــــــ دوڑ کر ان کے پاس پہنچے اور جھنجوڑتے ہوئے کہنے لگے ــــــ تخت سے نیچے اترو ــــــ حضرت مغیرہ نے قالین کا کنارہ الٹ دیا اور زمین پر بیٹھ گئے ــــــ وہ نہ تو مرعوب تھے اور نہ ہی خوفزدہ، بلکہ وہ انہیں نگاہ حقارت سے دیکھ رہے تھے ــــــ ان کی نگاہیں کیا تھیں؟ ــــــ کمانوں سے نکلے ہوئے تیز تیر تھے ــــــ انہوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا :

"ہم تو سنا کرتے تھے کہ تم لوگ بڑے دانشور ہو، لیکن میں

نے تم سے زیادہ احمق کوئی قوم نہیں دیکھی ——— ہم غریبوں
میں سچی مساوات ہے' ہم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی
عبادت نہیں کرتا ——— میرا ایمان تھا کہ ہماری طرح تم بھی
اپنی قوم سے ہمدردی رکھتے ہوگے ——— تمہاری موجودہ
روش سے تو بہتر تھا کہ پہلے بتا دیتے کہ تم اس شخص کی پوجا کرتے
ہو' اور تم میں سے کچھ لوگ دوسروں کے رب ہیں ———
میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا یہ طریقہ زیادہ دیر تک نہیں چلے گا اور
دنیا میں کسی نے بھی یہ طریقہ نہیں اپنایا ——— میں تمہارے
پاس خود نہیں آیا' بلکہ تمہارے بلانے پر آیا ہوں
آج مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تمہارا اقتدار ڈگمگا رہا ہے' اور
تم بہت جلد شکست کھا جاؤ گے ——— یاد رکھو کہ اس روش
اور ان عقلوں کی بنیاد پر کوئی بھی حکومت زیادہ دیر تک قائم نہیں
رہ سکتی

ان کی گفتگو کے ختم ہونے سے پہلے حاضرین مجلس کے ذہنوں میں برپا
ہونے والے انقلاب کے اثرات' ان کے چہروں پر دکھائی دینے لگے
——— اور ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کہنے لگے ' خدا کی قسم!
اس عربی نے جو کہا ہے ——— سچ کہا ہے' اس کی ایک ایک بات سچی ہے
——— ایک دربان نے ان کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:
ہمارے غلام اس گفتگو کا عرصۂ دراز تک پسندیدگی اور
محبت سے چرچا کرتے رہیں گے ——— اللہ تعالیٰ
ہمارے بڑوں کا ستیا ناس کرے' وہ کتنے بے وقوف ہیں؟
جو اس قوم کو ذلیل کرتے رہے ہیں۔

پھر تو سرگوشیوں کا سلسلہ چل نکلا ——— یہ عربی ٹھیک ہی تو کہہ
رہا ہے ——— واقعی عربوں کے قائدین اور عوام کے حقوق یکساں ہیں
——— ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ہمارے لیڈروں کو دیکھو' کھانے پینے اور بیٹھنے میں ہم سے الگ رہتے ہیں ——— برتری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تکبر کے پیکر ہیں ——— ہم ان کی خدمت و طاعت اور ان کی خواہشات پوری کرنے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں ——— پھر بھی ان کی نظر میں ہماری کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

حضرت مغیرہ کی گفتگو کیا تھی؟ ——— وہ نشانے پر لگنے والا تیر تھا ——— رستم نے محسوس کیا کہ ان کی گفتگو کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور اس کی رعایا کے دلوں کے کنول کھل اٹھے ہیں ——— اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی ——— اور اسے اس کلام کے نتائج سے خوف آنے لگا ——— چنانچہ اس نے اپنی قوم کی عزت و عظمت اور عظیم حکومت کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ عربوں کے فقر و فاقہ' باہمی اختلاف اور کمزوری کا ذکر کر کے' ان کی بے مائیگی کا اظہار ضروری سمجھا۔

رستم نے کہا' ہماری قوم مختلف ممالک پر حکمران رہی ہے ——— دشمنوں پر غالب اور اقوام عالم میں سربلند رہی ہے ——— عزت و سلطنت میں کوئی قوم ہمارے مدمقابل نہیں ہے ——— ہم دوسروں پر غالب ہوتے ہیں کوئی دوسری قوم ہمارے گناہوں کی بنا پر صرف ایک یا دو دن یا ایک مہینہ ہم پر غلبہ پا لیتی ہے ———اور جب اللہ تعالیٰ ہمیں سزا دے دیتا ہے اور ہم سے راضی ہو جاتا ہے تو دوبارہ ہمیں فتح و نصرت عطا فرماتا ہے ———اور ہم پھر غالب ہو جاتے ہیں۔

پھر عربوں کی تذلیل کرتے ہوئے ان کے عیوب گنوانے لگا ——— حضرت مغیرہ اور عربوں کے رعب اور دبدبے کو ختم کرنے کے لئے ان کے فقر' ناداری' کمزوری اور ذلت کا حوالہ دیتے ہوئے کہنے لگا : ہمارے نزدیک کوئی قوم تم سے زیادہ حقیر نہ تھی ——— تم تنگ حال اور نادار تھے ——— تمہاری معاشی حالت تباہ تھی ——— ہم تمہیں کسی گنتی شمار

میں نہ لاتے تھے ——— قحط سالی کے مواقع پر تم ہمارے پاس آتے تھے تو ہم تمہیں کچھ کھجوریں اور جو دے کر واپس کردیتے تھے ——— میں جانتا ہوں کہ تمہاری لشکر کشی کا باعث صرف یہ ہے کہ تم اپنے ملک میں افلاس کا شکار ہو ——— تم واپس لوٹ جاؤ ——— میں تمہارے امیر کے لئے بہترین پوشاک' خچر اور ایک ہزار درہم کا حکم دیتا ہوں ——— اور تمہارے ہر فرد کو کھجوروں کی بھاری مقدار دیتا ہوں ——— میں نہ تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی قیدی بنانا چاہتا ہوں۔

رستم چند لمحے بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ خاموش رہا ——— اس نے خیال کیا کہ میں نے اپنے مد مقابل کا زور توڑ دیا ہے ——— اسے شکست دیدی ہے' اور اس سے اپنا مقصد حاصل کرلیا ہے۔

حضرت مغیرہ نے اس کی لن ترانیوں کو ذرہ برابر وقعت نہ دی ——— اور جب گویا ہوئے تو ان کے ہونٹوں پر استہزائی تبسم کھیل رہا تھا' انہوں نے فرمایا:

ہاں ! ماضی میں ہمارا وہی حال تھا جو تم نے بیان کیا ——— پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے ہم میں سے ایک عظیم رسول بھیجا ——— جس نے ہمارے تمام اختلافات مٹا کر ہمیں متحد اور یک جان کردیا ——— اور ہمیں بتایا کہ تمہارے ممالک' ہمارے لئے فتح ہوجائیں گے ——— اور تمہارے اموال ہماری ملکیت میں آجائیں گے ——— ہم تو وہ سب کچھ وصول کرنے آئے ہیں جس کا وعدہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ہم تمہارے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں' ان میں سے جو چاہو قبول کرلو۔

ا اسلام قبول کرلو' تمہارے حقوق اور فرائض وہی ہوں گے جو ہمارے ہیں ——— ہم تمہیں تمہاری حالت پر چھوڑ دیں گے' حکومت بھی تم ہی کرو گے۔

۲ جزیہ ادا کرو، جتنی مقدار پر ہم متفق ہو جائیں، کہ ہم قبول کر لیں گے اور تم سے ہاتھ روک لیں گے ——— اور اگر تمہیں امداد کی ضرورت ہوئی تو ہم تمہاری امداد کریں گے۔

۳ جنگ اور پہل ہم نہیں کریں گے، تم کرو گے ——— اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ہاں ! یہ بھی سن لو! کہ ہمارے اہل و عیال نے تمہارے شہروں کے کھانے چکھ لئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم انہیں چھوڑ نہیں سکتے۔

رستم نے تعجب کیا اور کہنے لگا : تب تو تم ان شہروں تک پہنچنے سے پہلے ملک عدم کو کوچ کر جاؤ گے۔

حضرت مغیرہ نے فرمایا : ہمارا مقتول جنت میں اور تمہارا مقتول دوزخ میں جائے گا ——— پھر ہمارے باقی ماندہ افراد تمہارے بچ جانے والوں پر غلبہ پائیں گے ——— اور اس کے بعد ہم وہ کچھ حاصل کر لیں گے جس کا وعدہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے، اور خاموش ہو گئے۔

رستم کا غیظ و غضب اپنی انتہا کو پہنچ گیا ——— قریب تھا کہ شدت غضب کی بنا پر پھٹ جائے ——— آنکھیں اوپر کو چڑھ گئیں، منہ سے جھاگ اڑنے لگی ——— اور چنگھاڑتے ہوئے سورج اور اس کی دھوپ کی قسم کھا کر کہنے لگا: کل سورج کے بلند ہونے سے پہلے ہم تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

حضرت مغیرہ مسکرائے اور مرعوب یا خوفزدہ ہوئے بغیر پلٹ گئے ——— ان کی حقیقت پسندانہ گفتگو نے رستم کی آنکھیں کھول دی تھیں ——— وہ انہیں جاتے ہوئے ایک ٹک دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

پھر رستم اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوتا ہوا کہنے لگا:

اف ! عمر نے اپنے لشکروں کے ذریعے میرا جگر کھا لیا ہے

——— اے اہل فارس! ان لوگوں کا تمہارے ساتھ کیا مقابلہ؟ ——— خدا کی قسم! اگر عرب اتنے دانشمند ہیں کہ اپنے رازوں کی حفاظت کرسکتے ہیں اور اپنے اختلافات مٹا سکتے ہیں ——— تو کوئی قوم ان سے بڑھ کر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں سکتی۔

اے اہل فارس! میری بات مانو ——— میری رائے یہ ہے کہ تم پر اللہ تعالٰی کی طرف سے کوئی عذاب آنے والا ہے جسے تم ٹال نہیں سکتے۔

لیکن اس کی قوم نے پورے اصرار کے ساتھ کہا کہ اب جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے ——— چنانچہ جنگ ہوئی اور زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ رستم مارا گیا' اس کا لشکر تتر بتر ہوگیا ——— اور مسلمانوں کو اللہ تعالٰی کے دین کی امداد اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی برکت سے فتح و نصرت اور عزت و سیادت حاصل ہوئی جس کا وعدہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا ——— ان کے تخت و تاج مسلمانوں کا ورثہ بنے' اور ان کے اموال اور خواتین' غنیمت کا حصہ بنے ——— شاہ ایران کی بیٹی 'جس نے بڑے جاہ و جلال کی زندگی بسر کی تھی' وہ بھی مال غنیمت میں شامل ہوئی۔

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے مدرسہ سے فارغ ہونے والا عساکر اسلام کا یہ وہ فوجی ہے ——— جس کا دل اللہ تعالٰی پر اعتماد اور ایمان سے پُر ہے ——— وہ صرف اللہ تعالٰی سے ڈرتے تھے اس کے علاوہ کسی سے ڈرنا ہی نہ جانتے تھے ——— انہوں نے بڑے بڑے سلاطین اور لیڈروں کو انصاف اور حریت کا درس دیا اور انہیں رعایا کے ان حقوق سے آگاہ کیا جو ان کے ذمہ تھے ——— اسلام کا صراط مستقیم واشگاف لفظوں میں ان کے سامنے پیش کیا اور اس کی طرف راہنمائی کی ——— چنانچہ انہوں نے اپنے بعد سخت پتھر دلوں اور جامد عقلوں کو

اس حال میں چھوڑا کہ وہ نرم ہو چکے تھے اور ان کے مشتاق تھے۔
انہوں نے اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کیا

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (۲/۶۵)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا، اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اسے گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

کنزالایمان

۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ صحابی ہیں ـــــ فتح ایران میں شامل ہوئے ـــــ وہ اپنے دور کے چار نابغۂ روزگار دانشوروں میں سے ایک تھے۔۱۲ فرنوز

نظامِ مصطفٰے کی بالادستی

جرأت مند قاضی ——— حق پرست حکمران

کوفہ کے قاضی شریک بن عبداللہ ؒ کی عدالت لگی ہوئی ہے ——— ایک عورت حاضر ہو کر بلند آواز سے کہتی ہے ——— کہ میں پہلے اللہ تعالیٰ کی ' پھر قاضی کی پناہ لیتی ہوں ——— قاضی نے پوچھا ' تم پر کس نے ظلم کیا؟ کہنے لگی ——— امیر المومنین کے چچا ' موسیٰ بن عیسیٰ نے ——— دریائے فرات کے کنارے میرا کھجوروں کا ایک باغ تھا ' جو مجھے والد کے ورثے میں ملا تھا ——— میں نے اپنا حصہ اپنے بھائیوں سے الگ کر کے درمیان میں دیوار تعمیر کر دی ——— اور کھجوروں کی دیکھ بھال کے لئے ایک ایرانی شخص کو مقرر کر دیا ——— امیر موسیٰ بن عیسیٰ نے میرے بھائیوں کے تمام حصص خرید لئے ——— مجھ سے بھی بات چیت کی اور بھاری معاوضے کا لالچ دیا ——— لیکن میں نے اپنا حصہ بیچنے سے انکار کر دیا ——— گزشتہ رات اس نے پانچ سو غلام بھیج کر دیوار مسمار کرا دی ——— اب میری اور میرے بھائیوں کی کھجوروں میں کوئی امتیاز نہیں رہا۔

قاضی نے غلام سے مٹی طلب کی اور اس پر اپنی مہر لگا کر اسے حکم دیا کہ امیر کے گھر لے جاؤ اور اسے اپنے ساتھ لا کر حاضر کرو ——— دربان عدلیہ کی مہر والا حکم نامہ لے کر موسیٰ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ قاضی نے آپ کے خلاف سمن جاری کر دیا ہے اور یہ رہی ان کی مہر۔

موسیٰ نے پولیس کے سربراہ کو بلا کر کہا ' شریک کے پاس جاؤ ——— اور اسے کہو ' یہ کتنی عجیب بات ہے؟ ——— میں نے تمہارے معاملے سے زیادہ عجیب کوئی معاملہ نہیں دیکھا ——— ایک عورت نے بے بنیاد دعویٰ کیا ہے ——— اور تم میرے خلاف اس کی

امداد کر رہے ہو۔

سربراہ پولیس امت مسلمہ میں قاضی کے مقام اور اس کی ہیبت کو جانتا تھا ——— اس لئے وہ خوفزدہ ہوگیا' اور کہنے لگا' مجھے تو آپ معاف ہی رکھیں ——— امیر نے اسے ڈانٹ کر کہا' جاؤ ——— وہ بے چارہ بادل نخواستہ روانہ ہوگیا ——— اور اپنے غلاموں کو کہہ گیا کہ قاضی کی جیل میں میرا بستر اور ضرورت کی چیزیں پہنچا دو ——— پھر قاضی شریک کے پاس چلا گیا ——— جب قاضی کے سامنے حاضر ہوا' تو اسے موسیٰ کا پیغام دیدیا ——— قاضی نے اپنے کارندے کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کرکے جیل بھیج دو ——— پولیس کے سربراہ نے کہا' بخدا! مجھے معلوم تھا کہ آپ مجھے قید کردیں گے ——— اس لئے میں نے ضرورت کی چیزیں جیل بھجوادی ہیں ——— آپ مجھے جہاں چاہیں ——— بھیج دیں' میں اس کے لئے تیار ہوں۔

موسیٰ بن عیسیٰ کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے دربان کو قاضی کے پاس بھیجا اور کہا ——— ہمارے نمائندے نے صرف ہمارا پیغام پہنچایا تھا' اس کا کیا گناہ ہے؟ ——— شریک نے کہا' اسے بھی اس کے ساتھی کے پاس جیل بھیج دو ——— چنانچہ اسے بھی قید کردیا گیا۔

امیر نے نماز عصر پڑھنے کے بعد قاضی شریک کے دوستوں اور کوفہ کے سرکردہ لوگوں' اسحاق بن صباح' اشعثی وغیرہ کو طلب کیا ——— اور انہیں کہا کہ شریک کو ہمارا سلام دینا اور اسے کہنا کہ اس نے ہماری بے عزتی کی ہے ——— اور ہم کوئی عام آدمی نہیں ہیں (بلکہ ہم امیر المؤمنین کے چچا ہیں) وہ لوگ پہنچے' تو قاضی شریک عصر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے تھے ——— جب انہوں نے پیغام دیا تو قاضی صاحب کہنے لگے ——— اچھا تو کیا تم وفد کی صورت میں آکر اس بارے میں مجھ سے گفتگو کر رہے ہو؟ ——— اور آواز دی کہ اس وقت قبیلے کے جوانوں میں سے کون کون حاضر ہے؟ ——— چند جوان حاضر ہوگئے ———

قاضی نے انہیں حکم دیا کہ ان میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑو اور سیدھے جیل لے جاؤ ——— پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم فتنہ ہو ' تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہیں قید کردیا جائے ——— انہوں نے پوچھا ' جناب ! کیا آپ سنجیدہ ہیں؟ ——— قاضی نے کہا ' ہاں! تاکہ تم دوبارہ ایک ظالم اور سرکش کا پیغام نہ پہنچاؤ ——— اور دوسرے لوگوں کو غلط کام کی جرأت نہ ہو ——— چنانچہ انہیں بھی قید کردیا گیا۔

رات ہوئی تو موسیٰ بن عیسیٰ خود پہنچ گئے اور جیل کا دروازہ کھول کر سب کو رہا کردیا ——— دوسرے دن جب قاضی شریک مسند قضا پر جلوہ گر ہوئے تو جیلر نے آکر رات کا تمام واقعہ ان کے گوش گزار کردیا ——— قاضی نے اپنا حکم نامہ منگوا کر سیل کیا اور اپنے گھر بھیج دیا ——— اپنے غلام کو حکم دیا کہ ہمارا ساز و سامان بغداد لے چلو ——— ہم کوفہ میں نہیں رہیں گے ——— بخدا ! ہم نے ان سے منصب قضا کی درخواست نہیں کی تھی ——— بلکہ امیرالمؤمنین نے ہمیں اس منصب کے قبول کرنے پر مجبور کیا تھا ———اور عہدۂ قضا قبول کرنے پر ہمیں پورے تحفظ کی یقین دہانی کرائی تھی ——— چنانچہ قاضی صاحب' بغداد جانے کے لئے کوفے کے پل کی طرف روانہ ہوگئے۔

موسیٰ بن عیسیٰ کو اطلاع ملی تو ایک جماعت کو ساتھ لے کر پیچھے لپکا' اور کہنے لگا ' ابو عبداللہ! خدا کے لئے رک جایئے ——— آپ سوچیں تو سہی کہ آپ نے میرے بھائیوں کو قید میں ڈال دیا تھا ——— قاضی نے کہا' اس لئے کہ انہوں نے ایسے مسئلے میں دخل دیا تھا جس میں انہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں تھا ——— میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک ان سب کو جیل نہیں بھیج دیا جاتا ——— ورنہ میں امیرالمؤمنین مہدی کے پاس جاکر منصب قضا سے استعفا پیش کردوں گا۔

موسیٰ نے بادل نخواستہ حکم دیا کہ ان سب لوگوں کو واپس جیل بھیج دیا جائے ——— اور خود اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ جیلا

نے واپس آکر سب کے جیل چلے جانے کی رپورٹ نہیں دیدی ——— امیر نے اپنے ایک حواری کو حکم دیا کہ قاضی کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلو اور انہیں عدالت میں لے جاؤ ——— سب لوگ چل پڑے یہاں ' تک کہ قاضی صاحب مسجد میں پہنچ کر مسند قضا پر جلوہ افروز ہوئے ——— ستم رسیدہ عورت کو حاضر کیا گیا' قاضی نے کہا' یہ تمہارا فریق مخالف حاضر ہے ——— موسیٰ' عورت کے ساتھ قاضی کے سامنے کھڑا تھا' اس نے کہا 'سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں حاضر ہوگیا ہوں لہٰذا ' قیدیوں کو رہا کردیا جائے ——— قاضی شریک نے کہا 'ہاں ! اب انہیں رہا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

قاضی نے کہا ' آپ اس عورت کے دعوے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ——— موسیٰ نے کہا' وہ سچ کہتی ہے ——— قاضی نے کہا ' تو کیا تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے' وہ واپس کرو گے؟ ——— اور فورا اس کی دیوار حسب سابق تعمیر کردوگے؟ ——— موسیٰ نے اقرار میں سر ہلایا ' تو قاضی نے عورت سے پوچھا' تیرا اس پر کوئی اور دعویٰ باقی ہے؟ ——— اس نے کہا 'نہیں! اللہ تعالیٰ تمہیں برکت اور جزائے خیر عطا فرمائے ——— قاضی نے کہا' تب پھر جاؤ ——— وہ عورت قاضی اور اس کی قضا کو دعائیں دیتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔

قاضی شریک اس معاملہ سے فارغ ہوئے تو موسیٰ بن عیسیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھایا اور کہنے لگے۔

السلام علیکم! جناب امیر ——— میرے لائق کوئی حکم؟

موسیٰ ہنستے ہوئے کہنے لگے ——— اب میں آپ کو کیا حکم دوں؟

قاضی شریک نے کہا ' جناب امیر! وہ شرعی فیصلے کا معاملہ تھا اور یہ گفتگو ادب کا تقاضا ہے' امیر اٹھے اور اپنے گھر چلے گئے۔

دور اسلام کے آغاز میں عدلیہ کا یہ مخلصانہ' باوقار اور جانب داری

سے پاک رویہ تھا' اور ججوں کی نظر میں ہر چھوٹا بڑا' امیر اور فقیر برابر تھا۔

اسی لئے اسلام ایک ایسی قوت بن کر ابھرا جو ممالک کے فتح کرنے سے پہلے 'اپنے عدل و انصاف کی بدولت دلوں کو فتح کرتی تھی ——— اور دلوں کی بستیاں' اسے خوش آمدید کہنے کے لئے بے تابی سے انتظار کرتی تھیں:

اسلام نے بتادیا کہ کسی شخص کو کسی بھی دوسرے شخص پر اگر فضیلت حاصل ہے تو صرف طاعت الٰہی اور تقویٰ کی بنا پر ہے ——— اور نظام مصطفےٰ نے حق کے سامنے 'انسانوں کے خود ساختہ تمام طبقاتی امتیازات کا خاتمہ کردیا۔

---

۱ شریک بن عبداللہ بن ابی شریک کی کنیت ابو عبداللہ ہے ——— خطۂ خراسان کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے ——— ان کے دادا قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے تھے ——— ابو جعفر منصور نے شریک کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا وہ اس عہدے پر فائز رہے یہاں تک کہ مہدی نے انہیں معزول کر دیا ——— ۱۷۷ھ ماہ ذوالقعدہ کے آغاز میں بروز ہفتہ 'کوفہ میں راہی دار آخرت ہوئے ——— حضرت شریک ثقہ' قابل اعتماد اور کثیر احادیث کے راوی تھے۔ ۱۲ فرفور

امیر حمزہ بن عبد المطلب

اسلامی غیرت اور حریتِ فکر کا پیکر جمیل

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غران سطوت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شیر اور قریش کے دلاور جوان ابو عمارہ امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ——— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے ——— بعثت کے تیسرے سال اسلام لائے ——— سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور دل و جان سے خدمت کی ——— پھر ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔

ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوہ صفا کے پاس تشریف فرما تھے ——— ابو جہل وہاں سے گزرا تو اس نے آپ کے دین پر طعن و تشنیع کی ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا ——— عبداللہ بن جدعان تیمی کی آزاد کردہ کنیز اپنے گھر میں تھی' اس نے یہ گفتگو سن لی ——— ابو جہل ہرزہ سرائی کرکے چلا گیا اور بیت اللہ شریف کے پاس جاکر قریش کی جمی ہوئی محفل میں بیٹھ گیا ——— زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کرکے واپس آگئے' کمان انہوں نے گلے میں ڈالی ہوئی تھی ——— ان کا معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ——— پھر قریش کی محفل میں جاتے' ان سے علیک سلیک کرتے اور گفتگو کرتے ——— وہ قریش کے معزز ترین اور نہایت جری جوان تھے ——— جب مذکورہ کنیز کے پاس سے گزرے' تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانۂ مبارکہ میں

تشریف لے جا چکے تھے ——— کنیز نے کہا' ابو عمارہ! ابھی ابھی آپ کے بھتیجے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابوجہل نے ایسی ناشائستہ گفتگو کی ہے کہ اگر آپ سن لیتے تو یقیناً آپ کو بڑا صدمہ ہوتا ——— وہ یہاں تشریف فرما تھے' ابوجہل نے ان سے غیر مہذب گفتگو کی 'اور ان کی دل آزاری کی ہے ——— لیکن قربان جائیں حلم اور شرافت کے کوہ گراں پر' انہوں نے جواباً ایک لفظ تک نہیں کہا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کا اعزاز اور حسن خاتمہ منظور تھا' اس لئے امیر حمزہ جلال میں آگئے ——— ابو جہل سے دو دو ہاتھ کرنے والے ارادے سے' راستے میں کسی کے پاس ٹھہرے بغیر' تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ' روانہ ہوگئے ——— مسجد حرام میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ دوسرے لوگوں میں بیٹھا ہوا ہے ——— سیدھے اس کے پاس پہنچے اور پوری قوت کے ساتھ کمان اس کے سر پر دے ماری ——— اس کا سر بری طرح پھٹ گیا ——— پھر اسے چیلنج کرتے ہوئے کہنے لگے ' تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں بکتے ہو؟ ——— کان کھول کر سن لو! میں ان کے دین پر ہوں ——— میں وہی کہتا ہوں' جو وہ فرماتے ہیں ——— اگر ہمت ہے تو میری بات کا رد کرکے دکھاؤ ——— ابو جہل کی امداد کرنے کے لئے بنو مخزوم کے کچھ لوگ اٹھ کر امیر حمزہ کی طرف بڑھے ——— ابو جہل نے کہا' ابو عمارہ کو چھوڑ دو' واللہ! میں نے ان کے بھتیجے کو بہت ہی ناروا باتیں کہی ہیں ——— امیر حمزہ ' نہ صرف اسلام کے جاں نثار سپاہی بنے' بلکہ تمام زندگی نصرت اسلام میں بسر کردی۔

ان کے اسلام لانے پر قریش نے واضح طور پر محسوس کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و شوکت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے ——— اور یقیناً ان کی ایذاء رسانیوں میں کسی حد تک کمی آگئی۔

جنگ بدر میں شریک ہوئے اور شجاعت و بسالت کے نئے باب رقم کئے

——— انہوں نے نشانی کے طور پر شتر مرغ کا پر اپنے جسم پر سجایا ہوا تھا ——— اس دن انہوں نے شیبہ بن ربیعہ' اور طعمہ بن عدی کو واصل جہنم کیا ——— ربیعہ کے قتل میں شریک ہوئے ——— غزوۂ بدر میں مارے جانے والے مشرکین کا ایک تہائی حصہ حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب ——— اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔

ان کا جھنڈا تاریخ اسلام کا پہلا جھنڈا تھا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ——— سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اسد اللہ (شیر خدا) کا لقب دیا ——— جنگ احد میں انہوں نے مشرکین کو شدید نقصان پہنچایا ——— اس دن آپ کے ہاتھوں میں چھ تلواریں ٹوٹ گئیں ——— ۳ھ 'اسی جنگ میں شہید ہوئے ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبان رسالت سے انہیں سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا ——— جبیر بن مطعم لہ کے غلام وحشی نے انہیں دھوکے سے شہید کیا

حضرت وحشی کا بیان ہے کہ میں حبشی تھا اور حبشیوں کے انداز میں خنجر پھینکتا' میرا نشانہ بہت کم خطا جاتا تھا ——— جب لوگ گتھم گتھا ہوگئے تو میں امیر حمزہ کے انتظار میں بیٹھا ادھر ادھر دیکھنے لگا ——— وہ مجھے لوگوں کے درمیان سیاہی مائل سفید اونٹ کی طرح دکھائی دیئے وہ اپنی تلوار سے لوگوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے' کوئی ان کے سامنے ٹھہرتا ہی نہیں تھا ——— اللہ تعالیٰ کی قسم! میں درخت یا پتھر کی آڑ لے کر ان کے لئے تیار کھڑا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ وہ میری زد میں آئیں ——— کہ اچانک مجھ سے پہلے سباع بن عبد العزیٰ سامنے آگیا ——— امیر حمزہ نے دیکھا تو اسے للکارا اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا ——— اب میرے اور ان کے درمیان کوئی حائل نہ تھا ——— میں نے خنجر اپنے ہاتھوں میں لے کر تولا' اور جب مجھے اطمینان

ہوگیا تو میں نے نشانہ لے کر خنجر پھینک دیا ——— جو سیدھا ان کی ناف کے نیچے جاکر لگا ——— انہوں نے میری طرف بڑھنے کی کوشش کی، لیکن ہمت جواب دے گئی ——— میں نے انہیں اسی حالت میں رہنے دیا، یہاں تک کہ وہ شہادت کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہوگئے ——— میں نے اپنا خنجر نکالا اور مکہ مکرمہ واپس لوٹ گیا ——— میرے آقا نے حسب وعدہ مجھے آزاد کردیا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر سترّ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی ——— رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں اس قدر اشکبار ہوئیں کہ آپ کی مبارک داڑھی تر ہوگئی ——— آپ بکثرت ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کے لئے رحمت و رضوان کی دعا کرتے تھے۔

یہ تھے شیر خدا، سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ———

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا: تو ایک لمحے میں شر کا راستہ چھوڑ کر خیر کی طرف آگئے ——— لہٰذا انسان کو معصیت کیش اور غفلت شعار لوگوں کے تذکرے سے مایوس نہیں ہونا چاہیے ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کو کانیں پاؤ گے ——— جو ان میں سے جاہلیت میں بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ وہ دین کا فہم حاصل کرلیں ؎

---

۱ جبیر بن مطعم بن عدی قرشی، قریش کے اکابر میں سے تھے ——— وہ تمام عربوں اور خاص طور پر قریش کے انساب کے مانے ہوئے ماہر تھے ——— ایک وفد کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ——— ان کا بیان ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب ایمان میرے دل میں داخل ہوا ——— فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، ۵۷، ۵۸، یا ۵۹ھ حضرت امیر معاویہ کے دور خلافت میں وصال ہوا۔ ۱۲ قرفور۔

۲ وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نوفل کے آزاد کردہ غلام تھے ——— غزوۂ احد میں حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا ——— طائف کے وفد کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ہمارے سامنے نہ آیا کرو ——— مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک ہوئے ———جنگ یرموک میں شامل ہوئے ——— حمص میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کے زمانے میں ان کی رحلت ہوئی۔

۳۔ یعنی شہداء کو باری باری لا کر ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی ——— لیکن حضرت امیر حمزہ کی میت بدستور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے رہی۔۱۲ شرف قادری

۴۔ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب بدء الخلق، باب مناقب قریش میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی۔

صبح صادق کا اُجالا
اور
وجد آفریں تلاوت

میری عمر دس سال تھی ـــــ میں پورا قرآن کریم حفظ کر چکا تھا قرات و تجوید مکمل کر لی تھی ـــــ اور اصول قرات کے مطابق خوب اچھی طرح پڑھ چکا تھا ـــــ اس وقت ہم بحیرہ کے دار الخلافہ دمنھور نامی شہر میں تھے ـــــ میرے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ اس خطے میں شرعی عدالت کے چیف جسٹس تھے ـــــ ان کی عادت یہ تھی کہ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کسی نہ کسی مسجد میں اعتکاف بیٹھتے تھے

ایک دفعہ میں اپنے والد ماجد کے پاس مسجد میں گیا اور رات بھر ان کی خدمت میں رہا ـــــ رات کے آخری حصے میں انہوں نے مجھے سحری کے لئے جگا دیا ـــــ پھر میں نے ان کے حکم پر نماز فجر کے لئے وضو کیا ـــــ والد ماجد تلاوت میں مصروف ہو گئے ـــــ سحری کے آخری لمحات میں انہوں نے بلند آواز سے دعائے ماثور پڑھی

اے اللہ ! تیرے لئے ہی ہر تعریف ہے ' تو آسمانوں اور زمین کا منور کرنے والا ہے ـــــ تیرے لئے ہی ہر ستائش ہے ' تو آسمانوں اور زمین کی رونق دینے والا ہے ـــــ سب خوبیاں تیرے ہی لئے ہیں ' تو آسمانوں اور زمین کو مزین کرنے والا ہے ـــــ ہر ثنا تیرے ہی لئے ہے ' تو آسمانوں اور زمین اور ان میں اور ان پر رہنے والی مخلوقات کو قائم رکھنے والا ہے ـــــ تو برحق ہے اور تجھی سے حق ہے (آخر تک)

اتنے میں لوگ مسجد میں آنے لگے۔ ——— اور ہم بالا خانے (ڈکہ) سے اتر کر نماز کے انتظار میں بیٹھ گئے ——— اس وقت مسجدوں میں زیتون کے تیل کی قندیلیں روشن کی جاتی تھیں ' ہر قندیل میں فتیلہ ہوتا تھا ——— ان قندیلوں میں لرزتی ہوئی دھیمی دھیمی روشنی جگمگارہی تھی ——— یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ روشنی نہیں بلکہ اس کی جھلملاہٹ ہے ——— ان قندیلوں کے گرد تاریکیاں بل کھاتی ہوئی دکھائی دیتیں ' دیکھنے میں یوں محسوس ہوتا جیسے فضا میں روشن کرنیں بکھری ہوئی ہوں ——— اس سے رات کے اندھیرے تو نہیں چھٹ رہے تھے ' البتہ رات کے حسین اسرار بے نقاب ہو رہے تھے ——— رات کی تاریکی میں یوں دکھائی دیتا جیسے وہ قندیلیں کسی گہرے مطلب کو واضح کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہوں ——— جیسے اس کی طرف اشارہ تو کر رہی ہوں ' لیکن اسے پوری طرح ظاہر کرنے سے قاصر ہوں ——— آدمی یہ محسوس کیے بغیر نہ رہتا کہ وہ جس چیز کو دیکھنا چاہتا ہے اس کی بجائے نظر کسی دوسری چیز پر جا پڑتی ہے ——— وہ قندیلیں خود راز تھیں جو کسی راز سے پردہ اٹھا رہی تھیں ۔

صبح صادق کے اس ماحول میں جب رخصت ہونے والی تاریکی جانب مشرق سے پھوٹنے والی روشنی سے گلے مل رہی تھی ——— مسجد میں بیٹھنے والا اپنے جاگتے ہوئے شعور کے ساتھ صبح صادق کا یوں نظارہ کرتا جیسے فرشتے اس کے دل کو چھونے والے لطیف بادل لے کر زمین پر اتر آئے ہوں ——— اور اسے اپنے ہاتھوں رحمت و دل کشی سے شروع ہونے والے دن کا تحفہ دینے آئے ہوں

میں اس مسرت بھرے لمحے کو نہیں بھول سکتا ——— ہم مسجد کی مسحور کن فضا میں بیٹھے تھے اور قندیلیں یوں معلق تھیں جیسے ستارے اپنے مدار کے مختلف مقامات پر جگمگا رہے ہوں ——— اور یہ چراغ ان قندیلوں میں خیالات محبت کی طرح ہلکورے لے رہے ہوں ——— لوگ

پر سکون انداز میں بیٹھے ہوئے تھے ' جیسے ان پر روحانی وقار کی چادر تنی ہوئی ہو ــــــ ہر انسان کے گرد اطمینان قلبی کا ہالہ بنا ہوا تھا ــــــ اشیاء واضح طور پر دکھائی نہیں دیتی تھیں تاکہ انسانی ذہن انہیں روحانی احساس کا لبادہ پہنا دے ــــــ اور جیسے ہر چیز کے دو چہرے ہوں ' ایک اس کا اپنا اور ایک دوسرا ــــــ اس طرح اس میں شاعرانہ حسن و جمال پیدا ہو جائے۔

میں زندگی بھر اس جمالیاتی ماحول کا کیف و سرور نہیں بھول سکتا ــــــ جب اچانک مسجد کی خاموش فضائیں 'رات کے پردوں کو چیرتی اور سوزو گداز میں ڈوبی ہوئی دھیمی آواز سے گونج اٹھیں ــــــ آواز کیا تھی؟ ــــــ دور آسمان کے افق کے نیچے گھنٹی بج رہی تھی ــــــ وہ ٹھہرے لہجے میں سورہ نحل کی آخری آیات پڑھ رہا تھا ' جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ ' پختہ تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے بہترین طریقے پر بحث کرو ــــــ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے 'اسے جو اس کی راہ سے بہکا ــــــ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو ــــــ اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ــــــ اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لئے صبر بہتر ہے ــــــ اور اے محبوب! تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے ــــــ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو ــــــ بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں" (القرآن) ۱۶/ ۱۲۸' ۱۲۵)

جتنا اس قاری کو اپنی آواز پر کنٹرول تھا کسی طرب انگیز آواز والے کو کیا ہو گا؟ ــــــ وہ قمری کی طرح اپنی آواز کے زیرو بم پر دسترس رکھتے ہوئے فضا میں نغمے بکھیر رہا تھا ــــــ وہ وجد آفرینی کی اس انتہا کو پہنچا ہوا تھا جو انسانی طاقت کے دائرہ امکان میں ہے ــــــ اس کی آواز

نے جو عجیب لذت و نشاط بخشی وہ کسی بھی موسیقی سے حاصل نہیں ہو سکتی
——— اس کی مثال اس بلبل کی سی تھی جس پر چاندنی رات میں وجد کی
کیفیت طاری ہو اور اسی حالت میں نغمہ سرا ہو۔
اس کے نغموں میں عجیب ترتیب تھی، قوت بھی تھی اور نرمی بھی
——— اس کی آواز میں ایک روحانی اضطراب تھا جیسے کسی غم کے
مارے ہوئے کو اچانک مسرت و شادمانی مل جائے ——— اس کی آواز
کی گونج دلوں میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی اور فضاؤں میں گردش کر رہی
تھی ——— اس کے لحن داودی کی بدولت یوں محسوس ہوتا جیسے واقعی
کلام الٰہی نے روح کو چھو کر رحمت کے پانی سے نہلا دیا ہو ——— اور وہ
اس پھول کی طرح جھوم رہی ہو جس کا حسین چہرہ باد صبا نے شبنم سے ابھی
ابھی دھلایا ہو

ہم نے ترو تازہ قرآن پاک سنا جیسے کہ حضرت روح الامین ابھی لے کر
نازل ہوئے ہوں ——— وہ دل کش آواز دل و دماغ میں اس طرح
رچ بس رہی تھی جیسے روح عالم، نظام کائنات میں جاری و ساری ہو
——— اور دل ان آیات سے اس طرح فیض یاب ہوا تھا جیسے درخت
کی جڑ پانی حاصل کر کے اس کے ایک ایک حصے کو سیراب کر دیتی ہے۔
زمان و مکان جھوم رہے تھے ——— یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خود متکلم
جل شانہ اپنے کلام میں جلوہ فرما ہے ——— اتنے میں صبح صادق نمودار
ہوئی ——— وہ اس طرح ٹھری ہوئی تھی جیسے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگ
رہی ہو ——— کہ اس نور سے فیض یاب ہو کر تمام جہان کو منور کر دے
——— ہم صبح صادق کے اجالے میں وجد آفریں تلاوت سن رہے تھے
——— اور ہمارا وجدان کہہ رہا تھا کہ مسجد سے باہر دنیا کا نام و نشان اور
ہر باطل مٹ چکا ہے ——— اور روئے زمین پر طیب و طاہر انسانیت
باقی ہے یا مسجد ——— جب انسان اپنی خاکی فطرت سے بلند ہو کر روحانی
لذت کے بلند مقام پر فائز ہوتا ہے تو اس وقت اس قسم کے روحانی معجزے

دکھائی دیتے ہیں۔

اس وقت کے کم سن لڑکے کو اس روحانی ماحول نے یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ مسجد میں آنے والے ہر شخص کو یہ پیغام پہنچائے ——— چنانچہ میں ہر حال میں اس آواز کے حکم کا پابند ہوں جو کہتی ہے

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ

تم اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ

اور میں ہر مصیبت میں اس آواز کی تعمیل کرتا ہوں جس نے کہا ہے"

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ

"اور تم صبر کرو' اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے"

(وحی القلم ——— للرافعی تبصرف)

معاف کرنے کی شاندار مثال

ابراھیم ابن مہدی ——— اور مامون

ابراہیم بن مہدی نے رے میں خلیفہ ہونے کا اعلان کردیا
——— وہ ایک سال گیارہ مہینے اور بارہ دن بلا شرکت غیرے اس علاقے
کے مالک رہے ——— اس دوران انہیں بہت سے واقعات پیش آئے
——— ایک واقعہ خود انہی کی زبانی سنئے:

مامون مجھے گرفتار کرنے کے لئے رے پہنچا ——— اس نے آتے ہی
اعلان کردیا کہ جو مجھے گرفتار کرکے اس کے سامنے پیش کرے گا اسے ایک
لاکھ درہم' بطور انعام دیئے جائیں گے ——— مجھے اپنی جان کی فکر لاحق
ہوگئی اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں؟ ——— وہ ایک گرم دن تھا جب
میں ظہر کے وقت گھر سے نکلا ——— مجھے کچھ پتہ نہ تھا کہ میں کہاں جارہا
ہوں؟ ——— چلتے چلتے میں ایسی گلی میں جا نکلا جو آگے سے بند تھی ———
میں نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
——— اگر میں واپس لوٹتا تو میرے بارے میں شکوک و شبہات پیدا
ہوجاتے۔

میں نے گلی کے کنارے' ایک دروازے کے سامنے سیاہ فام غلام کو
کھڑے ہوئے دیکھا ——— میں اس کے پاس چلا گیا اور اس سے پوچھا' کیا
تمہارے پاس کچھ جگہ ہے؟ جہاں میں ایک گھڑی آرام کرسکوں ——— اس
نے کہا' ہاں! اور دروازہ کھول دیا ——— وہ اجلا اجلا گھر تھا جس میں بستر بچھے
ہوئے تھے' تکیے قرینے سے لگے ہوئے تھے اور کچھ صاف ستھری کھالیں پڑی
ہوئی تھیں ——— وہ مجھے بٹھا کر دروازہ بند کرکے چلا گیا ——— میں نے
سوچا کہ شاید اسے انعام کی خبر مل چکی ہے اور اب وہ مخبری کرنے گیا ہے
——— اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ میں انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔
اسی حالت میں نہ جانے کتنا وقت گزر گیا ——— پھر وہ اچانک آگیا'

اس کے ساتھ ایک مزدور تھا' جس نے روٹی' گوشت' نئی ہنڈیا' نیا گھڑا' نئے لوٹے اور ضرورت کی ہر چیز اٹھا رکھی تھی ——— اس نے سب چیزیں مزدور کے سر سے اتاریں اور میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے! ——— میں حجام ہوں ؎ اور میں جانتا ہوں کہ آپ میرے ذریعۂ معاش کی بنا پر مجھ سے گھن محسوس کریں گے ——— آپ یہ چیزیں لے لیجئے جنہیں کسی نے استعمال نہیں کیا۔

اور واقعی مجھے کھانے کی حاجت تھی ——— میں نے خود سالن تیار کیا' مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی اتنا لذیذ کھانا کھایا ہو ——— اس نے کہا' کیا آپ مشروب شوق فرمائیں گے؟ اس سے غم دور ہو جاتا ہے ——— میں نے اس کا دل رکھنے کے لئے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ——— اس نے بالکل نیا جام اور مشروب لا کر پیش کیا اور کہنے لگا' اپنے لئے مشروب تیار کیجئے ——— میں نے اپنے لئے مشروب تیار کیا' وہ بہترین مشروب تھا ——— اس کے علاوہ اس نے مٹی کی نئی پلیٹوں میں سجا کر مختلف پھل اور سبزیاں پیش کیں۔

پھر اس نے کہا' اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے! اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک گوشے میں بیٹھ کر کیف و سرور حاصل کر لوں ——— میں نے کہا' اجازت ہے ——— کچھ دیر بعد کہنے لگا: جناب! میری یہ حیثیت تو نہیں ہے کہ میں آپ سے گانے کی فرمائش کر سکوں ——— لیکن آپ کے اخلاق کریمانہ پر میری عزت و حرمت لازم ہو چکی ہے ——— اگر آپ اپنے غلام کو یہ شرف بخشنا چاہیں تو بخش دیں ——— میں نے کہا' تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہ مجھے گانا آتا ہے ——— کہنے لگا' سبحان اللہ! میرے آقا تو بہت مشہور شخصیت ہیں ——— آپ ابراہیم بن مہدی ہیں جو کل ہمارے خلیفہ تھے ——— آپ کی اطلاع دینے والے کے لئے مامون نے ایک لاکھ درہم کا اعلان کر رکھا ہے۔

اس کی بات سن کر میری نگاہوں میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی

اور مجھے ماننا پڑا کہ یہ شخص بڑے بلند کردار کا مالک ہے ــــ پھر جلد ہی
مجھے نیند نے آلیا اور میں مغرب کے بعد جاکر کہیں بیدار ہوا ــــ میں
سوچنے لگا کہ یہ حجام کتنے نفیس مزاج کا مالک ہے؟ ــــ اور کتنے حسین
اخلاق اور آداب کا حامل ہے؟ ــــ میں نے اٹھ کر ہاتھ اور منہ دھوئے
اور اسے بھی جگا دیا ــــ میرے پاس تھیلی میں قیمتی دینار تھے ــــ میں
نے وہ تھیلی اس کی طرف پھینک دی ــــ اور اسے کہا' میں تمہیں اللہ
تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں' کیونکہ میں تمہارے پاس سے رخصت ہو رہا ہوں
ــــ میری تم سے درخواست یہ ہے کہ اس تھیلی میں جو کچھ ہے اسے
اپنی ضروریات پر خرچ کرلینا ــــ اور اگر میں خطرے کی زد سے نکل گیا تو
تمہیں مزید انعام دوں گا ــــ اس نے وہ تھیلی ناگواری کے ساتھ مجھے
واپس کردی ــــ اور کہنے لگا' میرے آقا! آپ جیسے بڑے لوگوں کے ہاں
ہم جیسے ناداروں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ــــ زمانے نے مجھے آپ
کا قرب عطا کیا ہے اور آپ کی تشریف آوری کا مجھے شرف بخشا ہے ــــ
کیا میں اس کا معاوضہ قبول کرلوں؟ ــــ خدا کی قسم! اگر آپ نے دوبارہ
یہ پیشکش کی تو میں خودکشی کرلوں گا ــــ چنانچہ میں نے تھیلی اپنے پاس
رکھ لی' لیکن مجھے وہ بوجھل محسوس ہو رہی تھی۔

جب میں چلنے لگا تو وہ کہنے لگا: آقا! یہ مکان آپ کے لئے دوسری
جگہوں سے زیادہ محفوظ ہے ــــ اور آپ کے اخراجات کا مجھ پر کوئی بوجھ
بھی نہیں ہے ــــ آپ میرے ہاں قیام کیجئے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
آسانی پیدا فرمادے ــــ چنانچہ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اسے کہا کہ
اس تھیلی میں جو کچھ ہے اسے خرچ کرو' لیکن اس نے انکار کردیا ــــ میں
نے چند دن بہترین خوشحالی میں اس کے پاس گزارے ــــ پھر میں اس
کے پاس قیام کرنے سے اکتا گیا اور مجھے اس پر بوجھ بننا اچھا نہیں لگا۔

وہ اشیاء ضروریہ لینے گیا تو میں وہاں سے چل دیا ــــ میں نے
زنانہ لباس پہنا اور نکل کھڑا ہوا ــــ جب میں شارع عام پر آیا تو مجھ پر

شدید خوف طاری ہوگیا ـــــ میں نے ایک پل سے گزرنے کا ارادہ کیا ـــــ میں جہاں سے گزر رہا تھا وہاں پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا ـــــ اچانک ایک فوجی نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگا' اسی کی مامون کو تلاش ہے ـــــ یہ وہی فوجی تھا' جو کسی وقت میری خدمت کیا کرتا تھا۔

اس فوجی نے مجھے دبوچ لیا' میں نے اسے اس کے گھوڑے سمیت دھکا دے کر پھسلن میں پھینک دیا ـــــ وہ تماشا بن گیا' بہت جلد لوگوں کا ہجوم اس کے گرد جمع ہوگیا' جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں تیزی سے پل کے پار پہنچ گیا ـــــ چلتے چلتے ایک گلی میں داخل ہوا' میں نے دیکھا کہ ایک عورت اپنے دروازے کی دہلیز پر کھڑی ہے ـــــ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا' اے عورتوں کی سردار! مجھے پناہ دو' کیونکہ میری جان کو خطرہ لاحق ہے ـــــ اس نے کہا' میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں ـــــ اس نے مجھے ایک بالا خانے میں پہنچا دیا جس میں فرش بچھا ہوا تھا ـــــ اس نے کھانا لا کر پیش کیا اور کہنے لگی' اطمینان رکھئے! کسی کو آپ کے بارے میں علم نہیں ہے ـــــ اچانک دروازہ پوری قوت سے کھٹکھٹایا گیا ـــــ اس عورت نے جاکر دروازہ کھولا تو باہر وہی شخص تھا جسے میں نے پل پر دھکا دیا تھا ـــــ اس کا سر پھٹا ہوا تھا' کپڑے خون آلود تھے اور گھوڑا غائب تھا ـــــ عورت نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا حادثہ پیش آ گیا؟ ـــــ اس نے کہا' وہ میرے ہاتھ آگیا تھا' لیکن بچ نکلا ـــــ اس نے وہ تمام واقعہ بیان کردیا جو میرے ساتھ پیش آیا تھا ـــــ عورت نے کچھ دھجیاں نکال کر اس کی مرہم پٹی کی' اس کے لئے بستر بچھایا' تکلیف کے باوجود وہ سوگیا ـــــ عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی ـــــ میرا خیال ہے کہ یہ واقعہ تمہارے ساتھ ہی پیش آیا ہے ـــــ میں نے کہا' ہاں! اس نے کہا' آپ فکر نہ کریں' ـــــ اس کے باوجود اس نے میری عزت و تکریم میں اضافہ کردیا ـــــ میں تین دن اس کے پاس رہا ـــــ پھر اس نے کہا' مجھے اس شخص سے تمہارے بارے میں تشویش ہے' مجھے خطرہ

ہے کہ کہیں یہ آپ کی مخبری نہ کردے ـــــ اس لئے اپنی جان بچانے کی فکر کیجئے!

میں نے اس سے رات تک کی مہلت لی ـــــ رات ہوئی تو میں زنانہ لباس پہن کر اس کے گھر سے روانہ ہوگیا ـــــ ہماری ایک کنیز ہوا کرتی تھی، میں اس کے گھر چلا گیا ـــــ اس نے مجھے دیکھا، تو رو پڑی اور بڑے دکھ کا اظہار کیا، میری سلامتی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائی ـــــ اور یہ تاثر دے کر باہر چلی گئی کہ وہ ضیافت کا اہتمام کرنے کے لئے بازار جارہی ہے، میں نے اس کے بارے میں اچھا گمان کیا ـــــ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ مامون کے سوار اور پیادہ کارندوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا ہے ـــــ کنیز نے مجھے ان کے حوالے کردیا ـــــ مجھے آنکھوں کے سامنے موت ناچتی ہوئی دکھائی دی ـــــ مجھے اسی زنانہ لباس میں مامون کے پاس لے جایا گیا ـــــ مامون نے دربار عام لگایا اور مجھے اس کے سامنے پیش کردیا گیا ـــــ جب میں اس کے سامنے پہنچا تو میں نے کہا، السلام علیکم! اے خلیفتہ المسلمین! ـــــ اس نے کہا، اللہ تجھے سلامتی، زندگی اور رعایت عطا نہ فرمائے ـــــ میں نے کہا، امیر المؤمنین! ذرا ٹھہریئے ـــــ بے شک انتقام کے مالک کو بدلہ لینے کا اختیار دیا گیا ہے، لیکن معاف کردینا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر معافی سے بلند مقام عطا فرمایا ہے، جیسے کہ میرا گناہ ہر گناہ سے برتر ہے ـــــ اگر آپ انتقام لیں تو یہ آپ کا حق ہے ـــــ اور اگر آپ معاف کردیں تو آپ کا احسان ہے ـــــ پھر میں نے یہ اشعار پڑھے:

ذَنْبِیْ اِلَیْکَ عَظِیْمٌ   وَاَنْتَ اَعْظَمُ مِنْہُ

فَخُذْ بِحَقِّکَ اَوْلَا   فَاصْفَحْ بِحِلْمِکَ عَنْہُ

اِنْ لَّمْ اَکُنْ فِیْ فِعَالِیْ   مِنَ الْکِرَامِ فَکُنْہُ

○ میرا گناہ آپ کی نظر میں بڑا ہے، لیکن آپ تو اس سے بھی بڑے ہیں

○ آپ اپنا حق لیں یا نہ لیں، اسے اپنے حلم سے معاف کردیں

○ اگر میں اپنے افعال و کردار میں شریف لوگوں میں سے نہیں ہوں، آپ تو اصحاب کرم کا رویہ اختیار کریں۔

مامون نے سر اٹھاکر میری طرف دیکھا، تو میں نے فوراً کہا:

اَتَیْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا   وَاَنْتَ لِلْعَفْوِ اَھْلُ

فَاِنْ عَفَوْتَ فَمَنٌّ   وَاِنْ جَزَیْتَ فَعَدْلُ

○ میں نے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا، اور آپ معاف کرنے کے لائق ہیں۔

○ اگر آپ معاف کردیں تو احسان ہے، اور اگر سزا دیں تو عین انصاف ہے۔

مامون پر رقت طاری ہوگئی —— مجھے اس کے انداز و اطوار سے رحم و کرم کی خوشبو محسوس ہوئی —— پھر مامون نے اپنے بیٹے عباس اپنے بھائی ابو اسحاق اور تمام حاضرین خواص کی طرف متوجہ ہوکر کہا ——

تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ـــــ سب نے میرے قتل کرنے کا مشورہ دیا' البتہ اس میں اختلاف تھا کہ کس طرح قتل کیا جائے ـــــ پھر مامون نے احمد بن ابی خالد سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ ـــــ اس نے کہا' امیر المؤمنین! اگر آپ اسے قتل کردیں تو ہمیں ایسی مثال مل جائے گی کہ آپ جیسی شخصیت نے اس جیسے باغی کو قتل کیا ہو ـــــ اور اگر آپ اسے معاف کردیں تو ہمیں اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ آپ جیسے بااختیار بادشاہ نے ایسے مجرم کو معاف کیا ہو ـــــ مامون نے چھڑی کے ساتھ زمین کو کریدتے ہوئے متفکرانہ لہجے میں یہ شعر پڑھا

قَوْمِیْ هُمُ قَتَلُوْا اُمَیْمَ اَخِیْ

فَاِذَا رَمَیْتُ یُصِیْبُنِیْ سَهْمِیْ

○ امیمہ! (بیوی کا نام) یہ میری قوم کے لوگ ہیں ـــــ جنہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے ـــــ اگر میں اسے نشانہ بناؤں تو مجھے ہی تیر لگے گا۔

میں نے اپنے سر سے دوپٹا اتار دیا اور بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا ـــــ اور کہا بخدا! امیر المؤمنین نے مجھے معاف کردیا ہے ـــــ مامون نے کہا' چچا جان! آپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے ـــــ میں نے کہا' امیر المؤمنین! میرا جرم اتنا بڑا ہے کہ میں معذرت بھی زبان پر نہیں لاسکتا ـــــ اور آپ کا فرمان اتنا عظیم ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ـــــ آپ کے معاف کرنے کے سامنے میرے شکریئے کی کوئی حیثیت نہیں ہے ـــــ

تاہم میں اتنا ضرور کہوں گا

إنَّ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَکَارِمَ حَازَهَا ۔ فِیْ صُلْبِ آدَمَ لِلْإِمَامِ السَّابِعِ

مُلِئَتْ قُلُوْبُ النَّاسِ مِنْهُ مَهَابَةً ۔ وَتَظَلُّ تَکْلَؤُهُمْ بِقَلْبٍ خَاشِعِ

مَا إنْ عَصَیْتُكَ وَالْغُوَاةُ تَمُدُّنِیْ ۔ أَسْبَابُهَا إلَّا بِنِیَّةِ طَائِعِ

فَعَفَوْتَ عَمَّنْ لَمْ یَکُنْ عَنْ مِثْلِهِ ۔ عَفْوٌ وَلَمْ یَشْفَعْ إلَیْكَ بِشَافِعِ

وَرَحِمْتَ أَطْفَالًا کَأَفْرَاخِ الْقَطَا

وَحَنِیْنَ وَالِدَةٍ بِلُبٍّ جَازِعِ

- بے شک کمالات کے خالق نے جملہ فضائل، آدم علیہ السلام کی پشت میں ساتویں امام ؑ (مامون) کے لئے جمع کر دئے ہیں
- لوگوں کے دل اس کے رعب اور دبدبے سے بھرے ہوئے ہیں، اور (اے امیرالمؤمنین) آپ خضوع و خشوع والے دل سے ان کی حفاظت کر رہے ہیں
- جب گمراہوں کے اسباب میری امداد کر رہے تھے اس وقت بھی میں نے ایک فرمانبردار کی نیت سے آپ کی نافرمانی کی تھی (یعنی میری نیت یہی تھی کہ دوبارہ فرمانبردار بن جاؤں گا)
- آپ نے ایسے شخص کو معاف کیا کہ اس جیسوں کو معاف نہیں کیا جاتا اور اس نے کوئی سفارشی بھی تو پیش نہیں کیا تھا۔
- آپ نے بھٹ تیتر (ایک پرندہ) کے چوزوں ایسے بچوں اور

پریشان عقل ماں کے رونے پر رحم کیا

مامون نے کہا' آج تم پر کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہے —— میں نے تمہیں معاف کر دیا —— اور تمہارا مال اور تمہاری جائیداد تمہیں واپس کردی۔

میں نے کہا:

رَدَدْتَّ مَالِیْ وَلَمْ تَبْخَلْ عَلَیَّ بِهٖ وَقَبْلَ رَدِّكَ مَالِیْ قَدْ حَقَنْتَ دَمِیْ

فَلَوْ بَذَلْتُ دَمِیْ، اَبْغِیْ رِضَاكَ بِهٖ وَالْمَالَ حَتّٰی اَسُلَّ النَّعْلَ مِنْ قَدَمِیْ

مَاكَانَ ذَاكَ سِوٰی عَارِیَةٍ رَّجَعَتْ اِلَیْكَ لَوْلَمْ تُعِرْهَا كُنْتَ لَمْ تُلَمِ

فَاِنْ جَحَدْتُكَ مَا اَوْلَیْتَ مِنْ كَرَمٍ

اِنِّیْ اِلَی اللُّؤْمِ اَوْلٰی مِنْكَ بِالْكَرَمِ

- آپ نے میرا مال مجھے واپس کردیا اور کسی بخل سے کام نہیں لیا' اور میرا مال واپس کرنے سے پہلے آپ نے میری جان بخشی کی
- اگر میں آپ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنا خون اور سارا مال بھی خرچ کردوں' یہاں تک کے پاؤں کے جوتے بھی اتار دوں
- تو یہ عاریۃً دی ہوئی چیز ہوگی جو آپ کی طرف لوٹ جائے گی' اور آپ اسے عاریۃً نہ دیں تو آپ پر کوئی ملامت نہ ہوگی (یعنی میری جان اور مال آپ کی ملکیت ہیں' اگر میں آپ کو پیش بھی کر دوں تو یہ آپ ہی کی چیز آپ کے حوالے کرنا ہوگی)

○ آپ نے ازراہ کرم جو کچھ مجھے عنایت کیا ہے' میں اگر اس کا انکار کردوں (اور شکریہ ادا نہ کروں) تو آپ جس قدر جود و سخا کے قریب ہیں' میں اس سے زیادہ کمینگی کے قریب ہوں گا(یعنی یہ میری انتہائی رذالت ہوگی)

مامون نے کہا' کچھ کلام موتیوں جیسے ہوتے ہیں' یہ بھی ایسا ہی کلام ہے —— اس نے مجھے خلعت عطا کی —— اور کہا' چچا ابو اسحاق اور عباس (مامون کے بھائی اور بیٹے) نے تو تمہارے قتل کا مشورہ دیا تھا —— میں نے کہا: امیرالمومنین! انہوں نے ناصحانہ و ہمدردانہ مشورہ دیا تھا —— اور آپ نے وہ کچھ کیا جو آپ کے شایان شان تھا —— اور آپ نے میری توقع پوری کرکے میرا خوف و ہراس دور کردیا —— مامون نے کہا ' تم نے جاندار عذر پیش کرکے میرا تمام غصہ ختم کردیا —— میں نے تمہیں معاف کردیا اور تمہیں سفارشیوں کے احسان کی تلخی نہیں چکھائی

پھر مامون نے طویل سجدہ کیا —— اور سر اٹھا کر کہا' چچا! آپ جانتے ہیں' میں نے سجدہ کیوں کیا؟ —— میں نے کہا' اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کے لئے کہ اس نے آپ کو آپ کی حکومت کے دشمن پر غلبہ عطا کیا —— مامون نے کہا' میرا یہ ارادہ نہ تھا' بلکہ اس امر کا شکر ادا کیا کہ اس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تمہیں معاف کردوں —— اب تم اپنی سرگزشت بیان کرو —— میں نے اپنے حالات تفصیلا بیان کئے —— مامون نے حکم دیا کہ فوجی کی بیوی کو حاضر کیا جائے —— اور یہ کہتے ہوئے اسے اپنے محل میں قیام کی جگہ دی کہ یہ دانشور خاتون ہے اور اس لائق ہے کہ اہم امور انجام دے —— حجام کو بھی حاضر کیا اور اسے کہا'

کہ تمہارے اخلاق کی عظمت سامنے آچکی ہے ——— اور اس کا تقاضا ہے کہ تمہیں بھرپور انعام و اکرام سے نوازا جائے ——— اسے بہترین لباس پہنایا گیا ——— اور تاحیات سالانہ ایک ہزار دینار اس کا وظیفہ مقرر کردیا گیا۔

---

۱ پچھنے لگانے والا اور خون نکالنے والا - ۱۲ ق

۲ عراق کے عباسی خلفاء میں مامون الرشید ساتویں خلیفہ تھے (۱) سفاح عبداللہ ابن محمد (۲) ابو جعفر منصور (۳) مہدی (۴) ہادی (۵) ہارون الرشید (۶) امین (۷) مامون (تاریخ الخلفاء) شرف قادری

نعرۂ حق

قاضی عمر بن حبیب اپنی زندگی کا عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں

ایک دن میں ہارون الرشید کی محفل میں حاضر ہوا ——— وہاں ہارون کے رشتے داروں اور حاشیہ برداروں کا ہجوم تھا ——— وہ بلند آواز سے ایک مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے' شور اور غوغا کا یہ عالم تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی ——— ہر شخص غالب آنے کی فکر میں تھا ——— دونوں طرف سے دلائل و براہین پیش کئے جا رہے تھے ——— ہارون الرشید خاموشی سے سر جھکائے ان کی گفتگو اور بحث مباحثہ سن رہا تھا ——— ان میں سے ایک شخص نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پیش کی ——— اس کا مدمقابل راضی نہ ہوا' اس نے نہ صرف حدیث پر اعتراض کیا بلکہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ——— بحث شدت اختیار کر گئی ——— ان میں سے ایک شخص نے کہا' ابو ہریرہ کی روایت کردہ حدیث قابل اعتماد اور لائق قبول نہیں ہے ——— ایک دوسرے شخص نے کہا' بلکہ مردود ہے ——— پھر کیا تھا' انہوں نے حدیث اور اس کے راوی کی کھلے بندوں تکذیب کی شروع کر دی۔

میں نے دیکھا کہ حدیث کا انکار کرنے اور اس پر طعن کرنے میں ہارون الرشید نے بھی ان لوگوں کا ساتھ دیا اور ان ہی کی تائید کی———

ظاہر ہے کہ اعتراض کرنے والوں کی دلیل کو قوت حاصل ہوگئی ـــــ اور حضرت ابوہریرہ اور ان کی حدیث کی حمایت کرنے والوں کا پلڑا جھک گیا۔

بخدا! جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اور آپ کے صحابہ پر طعن و تشنیع سنی تو مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوسکا ـــــ مجھے کچھ یاد نہ رہا کہ میں کون ہوں؟ ـــــ ہارون الرشید کون ہے؟ ـــــ اور اس کی سلطنت اور گرفت کیا ہے؟ ـــــ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اور آپ کے صحابۂ کرام کی غیرت چھاگئی ـــــ میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا' مجھے پتا نہیں کہ میں کس طرح کھڑا ہوا؟ ـــــ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک آسمانی طاقت میرے جسم میں حلول کرگئی ہے اور اس نے مجھے نئی روح بخش دی ہے۔

میں نے اونچی آواز میں گفتگو کا آغاز کیا' میری آواز میں خوف اور بزدلی کی ہلکی سی جھلک بھی نہ تھی۔

میں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث صحیح ہے ـــــ اور حضور کے صحابی' حضرت ابوہریرہ معتبر راوی ہیں ـــــ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث روایت کرنے میں سچے ہیں اور ان کا بیان صحیح ہے۔

میری گفتگو کے مکمل ہونے سے پہلے ہی ہارون الرشید نے مجھے غضبناک نگاہوں سے دیکھا ـــــ اس کی نگاہوں میں دھمکی تھی ـــــ اور

اس کی آنکھوں سے انتقام اور سزا کے شعلے لپک رہے تھے ـــــ حاضرین میں سے ہر شخص اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ عمر بن حبیب نے خلیفہ کے غضب کو چیلنج کیا ہے ـــــ لہٰذا آج خلیفہ کے انتقام اور اس کی سخت گیری سے بچ نہیں سکے گا ـــــ آج اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔

مجلس برخاست ہوگئی اور میں اٹھ کر اپنے گھر آگیا ـــــ میں نے ہارون الرشید سے ہونے والی گفتگو پر غور کیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کی نصرت و حمایت کی توفیق عطا فرمائی ـــــ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک غلام نے دروازہ کھٹکھٹایا ـــــ میں نے پوچھا کون ہے ؟ ـــــ اس نے کہا' عمر بن حبیب! امیر المؤمنین آپ کو یاد کر رہے ہیں ـــــ آپ کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں' آپ کفن پہن لیں اور مردوں کو لگائی جانے والی خوشبو لگا لیں ـــــ رب کعبہ کی قسم! میں آپ کا خیر خواہ ہوں' جاتے ہوئے وصیت بھی کرتے جائیں

قاضی عمر نے غلام کی بات سنی تو ان کے دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی ـــــ انہوں نے ذرہ برابر خوف یا گھبراہٹ محسوس نہ کی ـــــ بلکہ آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر' اپنے رب کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئے

> اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی کے صحابی کا دفاع کیا ہے ـــــ میں نے اعلان کیا ہے کہ تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کے صحابۂ کرام کے خلاف' زبان طعن دراز نہیں کی

جا سکتی ——— میں نے تیری رضا کے لئے ان کی نصرت و حمایت کی ہے ——— تو ہی مجھے بادشاہ وقت سے محفوظ رکھ اور مجھے اپنی حفاظت و عنایت کا سایہ عطا فرما۔

دعا مانگنے کی دیر تھی کہ ایک روحانی جھونکا قاضی کے دل میں اتر گیا ——— اور انہیں اطمینان و سکون بخش گیا ——— خوف و ہراس کا نام و نشان نہ تھا ——— قاضی کہتے ہیں کہ جب مجھے ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا' آستین چڑھائے ہوئے' تخت شاہی پر بیٹھا تھا ——— اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سامنے چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا' جس پر مجرموں کا سر قلم کیا جاتا تھا۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ——— قریب تھا کہ غصے کی شدت کی بنا پر پھٹ جائے ——— اس نے میری طرف ایسی نگاہوں سے دیکھا جن سے غضب اور انتقام کے شرارے پھوٹ رہے تھے ——— کہنے لگا' عمر بن حبیب! آج تم نے جس طرح میری بات کا رد کیا ہے کسی کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی ——— تم نے بھرے مجمع میں میرے آگے بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس کا غیظ و غضب اور اس کی دھمکی میرے عزم کا کچھ نہ بگاڑ سکی ——— بلکہ میری طاقت اور صاف گوئی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ——— میں نے جواب دیتے ہوئے کہا' امیر المومنین! ——— جو بات آپ نے کہی' اس کی طرف آپ نے میلان ظاہر کیا اور اس میں حاضرین سے موافقت کی ——— یہاں تک کہ اعتراض کرنے والوں کا پلڑا بھاری ہو گیا ——— وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے صحابۂ کرام کے مقام کے

لائق نہیں ہے۔

اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور آپ کی حدیث کے روایت کرنے والے جھوٹے ہوں' جیسے کہ ان لوگوں نے کہا ــــــ تو خدا کی پناہ! شریعت باطل قرار پائے گی ــــــ فرائض' نماز' روزے' نکاح' طلاق اور حدود کے احکام مردود اور نامقبول ٹھہریں گے۔

ہارون الرشید سر جھکائے سن رہا تھا' اس پر حق کی ہیبت چھاگئی اور وہ پرسکون ہوگیا ــــــ یوں دکھائی دیتا تھا کہ وہ پہلے والا ہارون الرشید نہیں رہا ــــــ میں نے مزید اونچی آواز میں کہا' امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ سے ڈریئے! اس بات کو تسلیم کرنا تو کجا' اسے سننا بھی گوارا نہ کیجئے! ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کے بارے میں غیرت پر سب لوگوں سے زیادہ آپ کا حق ہے۔

ہارون الرشید نے قاضی عمر کی گفتگو سنی تو یوں معلوم ہوا کہ ایک معظم فرشتے کی روح اس میں حلول کرگئی ہے' جس نے اس کے شیطان کو بھگا دیا ہے ــــــ اسے انجانی قوت نے اپنی گرفت میں لے لیا ــــــ وہ سوچنے پر مجبور ہوگیا اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔

بہتے ہوئے آنسوؤں میں کہنے لگا اور تین بار یہ الفاظ کہے:

عمر بن حبیب! تم نے مجھے نئی زندگی عطا کی ہے' اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے

خدا کی قسم! اگر میں اپنے فیصلے پر عمل درآمد کربیٹھتا تو برباد ہوجاتا ــــــ کل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کو کیا جواب دیتا؟ ــــــ ہارون الرشید کے حکم پر انہیں دس ہزار

درہم بطور انعام دئے گئے ـــــ قاضی عمر کامیابی کے پھریرے لہراتے ہوئے واپس آئے ـــــ انہوں نے کلمہ حق کہنے اور پرچم شریعت بلند کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد اسی طرح ہوتا ہے ـــــ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے کو ایسی روح عطا کرتا ہے جس پر خوف اور بزدلی کا سایہ بھی نہیں پڑتا ـــــ وہ بندۂ خدا ہر جگہ کسی ڈر اور خوف کے بغیر، ڈنکے کی چوٹ پر کلمۂ حق بلند کردیتا ہے ـــــ اس کی نگاہوں میں دنیا اور مال و جاہ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی ـــــ اس کی نظر میں صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہوتا ہے ـــــ جو مخلوق کے دلوں کو اپنی مشیت اور پسند کے مطابق پھیر دیتا ہے ـــــ وہ اللہ والا، خلیفۂ وقت کو بھی شریعت کے اوامر و نواہی سنانے سے نہیں گھبراتا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ تو رزق کے لئے رکاوٹ بنتے ہیں اور نہ ہی موت کو وقت سے پہلے لے آتے ہیں [1]

اس حدیث کو امام اصبہانی نے روایت کیا ——— اور یہ ایک ضعیف حدیث کا حصہ ہے ——— جیسے کہ امام منذری نے الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۳۱ میں بیان کیا ——— میں کہتا ہوں کہ علماء کے نزدیک یہ طے شدہ امر ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے ——— البتہ احکام کے ثابت کرنے اور حلال و حرام میں معتبر نہیں ہوتی۔ ۱۲ فرفور

حاتم طائی کی سخاوت

حاتم طائی کی بیوی ماویہ کا بیان ہے:

ایک دفعہ ہولناک قحط پڑا ـــــ جس کی بنا پر زمین سکڑ گئی ـــــ آسمان کے اطراف میں غبار ہی غبار دکھائی دینے لگا ـــــ آیاؤں نے بچوں کو دودھ پلانا چھوڑ دیا' کیونکہ دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں اترتا تھا ـــــ خشک سالی نے مال بیکار کر دیا ـــــ اور ہمیں ہلاکت کا یقین ہو گیا ـــــ بخدا! سردیوں کی ایک طویل رات تھی ـــــ ہمارے بچے عبداللہ' عدی' اور سفّانہ بھوک کے ہاتھوں چیخ رہے تھے ـــــ حاتم نے دو بچوں کو سنبھال لیا اور میں نے بچی کو اٹھالیا ـــــ حاتم' مجھے باتوں سے بہلانے لگے ـــــ میں نے ان کا مقصد سمجھتے ہوئے سونے کی کوشش شروع کر دی۔

جب ستارے ڈوب گئے تو اچانک کسی نے گھر کا پردہ اٹھایا اور چھوڑ دیا ـــــ حاتم نے پوچھا کون ہے؟ ـــــ ایک عورت کی آواز آئی کہ میں آپ کی فلاں پڑوسن ہوں ـــــ میں اپنے بچوں کو بھیڑیوں کی طرح چلاتے ہوئے چھوڑ کر آپ کے پاس آئی ہوں ـــــ اے ابو عدی! مجھے آپ کے سوا کوئی قابل اعتماد آدمی نظر نہیں آیا ـــــ حاتم نے کہا انہیں جلدی لے آ' اللہ تعالی نے تیری اور ان کی خوراک کا انتظام کر دیا ہے ـــــ چند لمحوں میں وہ بچوں کو لے آئی ـــــ دو اس نے گود میں اٹھائے ہوئے تھے اور چار اس کے ساتھ چل رہے تھے ـــــ یوں دکھائی دیتی تھی جیسے وہ شتر مرغ ہو اور اس کے بچے اس کے ارد گرد چل رہے ہوں۔

حاتم نے اٹھ کر اپنے گھوڑے کی گردن پر چھری چلا دی اور وہ گر گیا ـــــ پھر اس کی کھال اتار کر چھری عورت کو تھما دی اور اسے کہا' اب تم جانو اور تمہارا کام ـــــ ہم سب مل جل کر گوشت بھوننے اور کھانے لگے ـــــ حاتم قبیلے کے ایک ایک گھر گئے اور کہنے لگے 'لوگو! آؤ اور دعوت کے مزے لوٹو ـــــ سب لوگ جمع ہو گئے ـــــ اور حاتم کپڑے میں لپٹ کر ایک طرف بیٹھ گئے اور ہمیں دیکھنے لگے ـــــ خدا کی قسم! انہوں نے ایک بوٹی بھی نہیں کھائی' حالانکہ انہیں ہم سے زیادہ گوشت کی حاجت تھی ـــــ صبح ہوئی تو زمین پر گھوڑے کی ہڈیوں اور کھروں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا ـــــ حاتم اپنی اس کاروائی پر بڑے مسرور تھے۔

انہوں نے مسرت کے عالم میں کہا:

أَمَاوِيَّ إِنَّ الْمَالَ غَادٍ وَرَائِحٌ

وَيَبْقَى مِنَ الْمَالِ الْأَحَادِيثُ وَالذِّكْرُ

ماویہ! مال آنے جانے والی چیز ہے' مال کے بدلے باتیں اور یادیں باقی رہ جاتی ہیں۔

أَيَا ابْنَةَ عَبْدِاللهِ وَابْنَةَ مَالِكٍ ... وَيَا ابْنَةَ ذِي الْبُرْدَيْنِ وَالْفَرَسِ الْوَرْدِ

إِذَامَا طَلَبْتِ الزَّادَ فَالْتَمِسِيْ لَهُ ... أَكِيلًا فَإِنِّيْ لَسْتُ آكُلُهُ وَحْدِيْ

أَخَا طَارِقًا أَوْجَارَ بَيْتٍ فَإِنَّنِيْ ... أَخَافُ مَغَبَّاتِ الْأَحَادِيْثِ مِنْ بَعْدِيْ

وَإِنِّيْ لَعَبْدُ الضَّيْفِ مَادَامَ ثَاوِيًا ... وَمَا فِيَّ إِلَّا تِلْكَ مِنْ شِيْمَةِ الْعَبْدِ

- اے عبداللہ اور مالک کی بیٹی! اور اے دو چادروں والے اور سرخ گھوڑے والے کی بیٹی!
- جب تو زاد راہ تلاش کرے تو اسے کھانے والا بھی ڈھونڈ، کیونکہ میں اسے اکیلا نہیں کھاؤں گا
- کوئی رات کو آنے والا بھائی یا پڑوسی تلاش کر، کیونکہ میں بعد میں بنائی جانے والی باتوں سے ڈرتا ہوں
- مہمان جب تک قیام کرے میں اس کا غلام ہوں، اور مجھ میں غلاموں والی یہی ایک خصلت ہے

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ
مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ

"اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔"[1]

---

[1] یہ حدیث امام ترمذی نے باب ماجاء فی السخاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ــــ امام بیہقی نے حضرت جابر سے شعب الایمان میں ــــ اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ضعیف سندوں سے روایت کی ــــ تاہم یہ سندیں ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں ــــ علاوہ ازیں یہ حدیث معنوی اعتبار سے صحیح ہے۔ ۱۲ قرنور

جوامع الکلم

وہ احادیث جن کے مختصر کلمات میں جہان معانی پوشیدہ ہے

پہلی حدیث

حضرت حذیفہ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے ——— اور صحابۂ کرام کو ارشاد فرمایا، کہ ہمارے پاس آؤ ——— صحابۂ کرام آکر بیٹھ گئے تو فرمایا، یہ رب العالمین کے رسول جبریل امین ہیں ——— انہوں نے ہمارے دل میں القاء کیا ہے کہ

کوئی شخص بھی اپنی قسمت کا پورا رزق حاصل کئے بغیر نہیں مرے گا ——— جب رزق کے ملنے میں دیر ہو جائے ——— تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حسن طلب سے کام لو ——— رزق کی تاخیر تمہیں ہرگز اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے راستے سے رزق حاصل کرو ——— کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کی فرمانبرداری سے ہی حاصل کی جاسکتی ہیں[2]۔

---

1. حضرت حذیفہ بن یمان عبسی اکابر صحابہ میں سے ہیں ——— غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے، اور اس موقع پر شاندار کارنامہ انجام دیا ——— اس کے بعد دیگر غزوات میں بھی شریک ہوئے ——— حضرت عمر فاروق نے انہیں مدائن کا حاکم مقرر کیا ——— تاحیات وہیں رہے ——— حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی ـــــ اس کے چالیس روز بعد حضرت حذیفہ کا وصال ہوا ـــــ یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے ـــــ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کی خبر دی ۔ بحوالہ اصابہ بتصرف ۔ ۱۲ فرفور

۲ حافظ منذری نے الترغیب و الترہیب ج ۲ ص ۵۳۵ میں فرمایا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ـــــ سوائے قدامہ بن زائدہ کے ـــــ ان کے بارے میں مجھے جرح یا تعدیل مستحضر نہیں ہے۔ ۱۲ فرفور

دوسری حدیث

حضرت عبادہ بن صامت [1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات اقدس کی، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! —— میری امت [2] کے کچھ لوگ فخر و تکبر اور لہو و لعب میں رات بسر کریں گے —— صبح ہو گی تو وہ بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے —— یہ ان کے ان جرائم کی سزا گی جو انہوں نے حرام چیزوں کو حلال جانا —— گانے بجانے والی رقاصائیں رکھیں —— شراب پی —— سود کھایا —— اور ریشم پہنا۔

۱۔ حضرت عبادہ بن صامت، ابو الولید انصاری خزرجی ہیں —— بیعت عقبہ میں مقرر کردہ نقیبوں میں سے ایک تھے —— غزوہ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے —— فتح مصر میں شامل ہوئے —— کمک کے چوتھائی حصے کے امیر تھے —— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حضرت معاذ اور حضرت ابوالدرداء کے ساتھ اہل شام کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا —— فلسطین میں قیام پذیر ہوئے —— طویل القامت اور رحیم تھے —— ۳۴ھ میں رملہ میں وصال فرمایا۔ ۱۲ قرفور

۲۔ یہ حدیث امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے روایت کی —— حافظ منذری الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۶۳ میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے —— میں کہتا ہوں اس حدیث کے شواہد موجود ہیں جو معنوی طور پر اسے تقویت دیتے ہیں —— لہٰذا یہ صحیح ہے۔ ۱۲ قرفور

تیسری حدیث

حضرت ابو سعید خدری[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' راستوں میں بیٹھنے سے بچو! ——— صحابۂ کرام نے عرض کیا' یا رسول اللہ ! ہمارے مل بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے جہاں ہم باہمی گفتگو کر سکیں ——— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم بیٹھنے پر ہی مصر ہو تو راستے کو اس کا حق دو ——— عرض کیا یا رسول اللہ ! راستے کا کیا حق ہے؟ ——— فرمایا: نگاہوں کو جھکانا ——— ایذا رسانی سے باز رہنا ——— سلام کا جواب دینا ——— نیکی کا حکم دینا ——— اور برائی سے منع کرنا۔

۱۔ حضرت ابو سعید خدری کا نام سعد بن مالک بن سنان انصاری خزرجی ہے ——— کنیت کے ساتھ مشہور ہیں ——— غزوۂ احد کے موقع پر انہیں کم عمر قرار دیا گیا ——— اس غزوہ میں ان کے والد ماجد شہید ہوئے ——— حضرت ابو سعید بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے ——— افاضل صحابہ میں سے تھے ——— احادیث مبارکہ بکثرت یاد تھیں ——— ۷۴ھ میں وصال ہوا ——— سن وصال کے بارے میں کچھ دوسرے اقوال بھی ہیں ۱۲ قرنور۔

چوتھی حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ——— یا تو تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا پھر اللہ تعالٰی ضرور تم پر اپنا عذاب بھیجے گا ——— پھر تم اس سے دعا مانگو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی ——— یہ حدیث حسن ہے، اسے امام ترمذی نے روایت کیا

پانچویں حدیث

حضرت ابو الولید عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی درج ذیل امور پر بیعت کی۔

۱ باوجودیکہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے گی ——— ہم تنگی اور آسانی، خوشی اور ناخوشی، ہر حال میں امیر کا حکم سنیں گے ——— اور اس کی اطاعت کریں گے۔

۲ ہم خلافت کے مسئلے پر اس کے مستحق سے جھگڑا نہیں کریں گے (فرمایا) مگر اس صورت میں کہ تم کھلا ہوا کفر دیکھو ——— جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے دلیل ہو۔

۳ ہم جہاں بھی ہوں حق بات کہیں گے ———اور راہ خداوندی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے ——— (صحیحین)

چھٹی حدیث:

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر آگ میں ڈالا جائے گا ——— اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی ——— وہ انہیں لے کر اس طرح گھومے گا' جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے ——— اہل جہنم اس کے پاس جمع ہو جائیں گے' اور پوچھیں گے اے فلاں! تمہیں کیا ہوا؟ ——— کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے' اور برائی سے منع نہیں کرتے تھے؟ ——— وہ کہے گا' کیوں نہیں؟ میں یہ سب کچھ کرتا تھا ——— لیکن میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود عمل نہیں کرتا تھا ——— اور برائی سے منع کرتا تھا مگر خود اس کا مرتکب ہوتا تھا (صحیحین)

---

۱ حضرت اسامہ اور ان کے والد ماجد حضرت زید' دونوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب صحابی ہیں ——— زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو محمد تھی ——— انہیں ابو زید بھی کہا جاتا تھا ——— ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا ——— حضرت اسامہ اسلام میں پیدا ہوئے ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی ——— سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں

ایک عظیم لشکر کا کمانڈر بنایا تھا ـــــــ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی کمان کو برقرار رکھا ـــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے ـــــــ اور انہیں اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفہ دیتے تھے ـــــــ ۵۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخر میں ان کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا ـــــــ ان کے فضائل بہت ہیں ـــــــ اور ان کی روایت کردہ حدیثیں مشہور ہیں - ۱۲ فرفور

زمزم کی کھدائی

عبدالمطلب بن ہاشم کہتے ہیں: میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا ——— ایک شخص میرے پاس آکر کہنے لگا' طیبہ کی کھدائی کرو ——— میں نے پوچھا' طیبہ کیا ہے؟ وہ جواب دیئے بغیر چلا گیا ——— دوسرے دن میں پھر اسی جگہ جا کر سو گیا ——— وہی شخص آکر کہنے لگا' برہ کی کھدائی کرو ——— میں نے کہا' برہ کیا ہے؟ تو وہ پھر جواب دیئے بغیر چلا گیا ——— تیسرے دن میں پھر اسی جگہ جا کر سو گیا ——— وہ پھر آیا اور کہنے لگا' زمزم کی کھدائی کرو ——— اگر اس کی کھدائی کرو گے تو تمہیں ندامت نہیں ہو گی ——— میں نے پوچھا زمزم کیا ہے؟ ——— اس نے کہا ——— وہ ایسا کنواں ہے جو کبھی خشک نہیں ہو گا ——— اور نہ ہی کبھی اس کی برائی کی جائے گی ——— وہ عظمت والے حاجیوں کو سیراب کرے گا ——— وہ ان مقامات کے درمیان ہے (۱) فرث (۲) دم (۳) نقرۃ الغراب الاعصم (۴) قریتہ النمل

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب خواب میں دکھائی دینے والے شخص نے عبدالمطلب کو اس کنوئیں کی اہمیت سے آگاہ کر دیا ——— اور اس کی جگہ کی نشاندہی کر دی ——— اور انہیں احساس ہو گیا کہ اس نے سچ کہا ہے ——— تو دوسرے دن کدال لے کر پہنچ گئے ——— ان کے ساتھ ان کے بیٹے حارث بن عبدالمطلب بھی تھے ——— اس دن ان کے علاوہ کوئی دوسرا بیٹا ساتھ نہ تھا ——— انہوں نے کھدائی شروع کر دی۔

جب کنوئیں کی منڈیر دکھائی دی تو انہوں نے مسرت سے سرشار ہو

کر نعرۂ تکبیر بلند کیا ——— قبیلہ' قریش کے افراد کو پتا چل گیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں ——— سب اکٹھے ہو کر آئے' اور کہنے لگے' **عبد المطلب** ! یہ ہمارے جدامجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا کنواں ہے ——— اس میں ہمارا بھی حصہ ہے ——— اس میں ہمیں بھی شریک کیجئے! ——— انہوں نے کہا' یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا ——— یہ خصوصیت تمہیں نہیں 'صرف مجھے حاصل ہوئی ہے ——— اور یہ کنواں صرف مجھے دیا گیا ہے ——— کہنے لگے' آپ انصاف سے کام لیجئے! ——— ہم آپ کو چھوڑیں گے نہیں 'ہم اس سلسلے میں مقدمہ لڑیں گے ——— **عبدالمطلب** کہنے لگے 'تم کسی کو فیصل مقرر کر لو' میں اپنا موقف اس کے سامنے پیش کروں گا ——— انہوں نے ملک شام میں رہنے والی بنو سعد کی کاہنہ کا نام تجویز کیا

——— **عبدالمطلب** نے کہا مجھے منظور ہے۔

عبدالمطلب سوار ہو کر چل پڑے 'ان کے ساتھ بنو امیہ اور بنو عبد مناف کے چند افراد تھے ——— قریش کے ہر قبیلے کے چند افراد بھی ساتھ ہو لیے ——— راستے میں بے آب و گیاہ جنگلات تھے ——— چلتے چلتے حجاز اور شام کے درمیان ایسے ہی ایک لق و دق صحراء میں پہنچے ہی تھے کہ **عبدالمطلب** اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا ——— پیاس کی شدت کا یہ حال تھا کہ موت سامنے ناچتی ہوئی دکھائی دینے لگی ——— انہوں نے اپنے ہم سفر قریش کے قبیلوں سے پینے کے لیے پانی مانگا ——— تو انہوں نے صاف انکار کر دیا ——— اور کہنے لگے' ہم خود اس وقت بے آباد جنگل میں ہیں' اور ہماری جانوں کو بھی اسی مصیبت کا خطرہ ہے جو تمہیں درپیش ہے۔

عبد المطلب نے جب ان کا رویہ دیکھا ــــــ اور اس خطرے کا جائزہ لیا جو انہیں اور ان کے ساتھیوں کو درپیش تھا ــــــ تو اپنے ساتھیوں کو کہنے لگے، تمہارا کیا خیال ہے؟ ــــــ انہوں نے کہا، ہمارا خیال وہی ہے جو آپ کا ہے "آپ جو مناسب سمجھیں، ہمیں حکم دیں ــــــ عبدالمطلب نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی پوری طاقت صرف کر کے اپنے لیے گڑھا کھود لے ــــــ جب کسی شخص کا آخری وقت آ جائے تو اس کے ساتھی اسے اس گڑھے میں ڈال کر دفن کر دیں ــــــ یہاں تک کہ آخر میں ایک شخص باقی رہ جائے ــــــ پوری جماعت کے ضائع ہونے سے ایک شخص کا ضائع ہونا اور بے گور و کفن رہ جانا آسان ہے ــــــ سب نے اس تجویز کو صحیح قرار دیا ــــــ اور ہر شخص اپنے لئے گڑھا کھود کر اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ پیاس کے ہاتھوں سب سے پہلے کس کی زندگی کا چراغ گل ہوتا ہے؟

چند لمحے ہی گزرے تھے کہ عبد المطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمارا موت کے سامنے یوں ہتھیار ڈال دینا ــــــ سفر ملتوی کر دینا، اور اپنے لئے کچھ بھی تلاش نہ کرنا، بے بسی کی انتہا ہے ــــــ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کسی شہر میں پانی عطا فرما دے ــــــ اس لئے کجاوے کس لو اور یہاں سے چل دو "تمام ساتھی تیار ہو گئے ــــــ قریش کے قبیلوں کے ہم سفر ساتھی دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کرنے والے ہیں؟ ــــــ عبد المطلب آگے بڑھے اور اپنی سواری پر سوار ہو گئے ــــــ جب سواری انہیں لے کر اٹھی "تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا ــــــ عبد المطلب اور ان کے ساتھیوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ــــــ پھر انہوں نے

اتر کر ساتھیوں سمیت پانی پیا ـــــ اور مشکیزے بھر لئے۔

انہوں نے قریش کے قبیلوں کو بلا کر کہا: آؤ! اور دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانی عطا کر دیا ہے ـــــ تم بھی پیو اور مشکیزے بھر لو ـــــ سب نے دل کھول کر پانی پیا اور اپنے مشکیزے بھر لئے ـــــ پھر بیک زبان بولے عبدالمطلب' اللہ کی قسم! تمہارے حق میں فیصلہ ہو چکا ہے ـــــ خدا کی قسم! ہم تم سے زمزم کے مسئلے پر کبھی جھگڑا نہیں کریں گے ـــــ جس ذات کریم نے اس جنگل میں تمہیں یہ پانی عطا کیا ہے' اسی نے تمہیں زمزم عطا کیا ہے ـــــ آپ مطمئن ہو کر واپس چلیں آپ ہی زمزم کے متولی ہوں گے ـــــ چنانچہ عبدالمطلب اور دوسرے تمام لوگ کاہنہ سے ملاقات کئے بغیر لوٹ گئے' اور چاہ زمزم بالاتفاق ان کے سپرد کر دیا۔

۱۔ مسجد حرام میں واقع کنوئیں کے یہ نام ہیں ۱۔ زمزم ۲۔ طیبہ ۳۔ برہ - ۱۲ فرفور

سچائی کی برکتیں

حجاج بن یوسف بیٹھا ہوا، عبدالرحمٰن بن اشعث کے ساتھیوں کو قتل کروا رہا تھا —— ایک قیدی اٹھ کر کہنے لگا: جناب امیر! میرا آپ پر ایک حق ہے —— حجاج نے کہا، وہ کیا؟ —— کہنے لگا، ایک دن عبدالرحمٰن آپ کو گالیاں دے رہا تھا تو میں نے آپ کا دفاع کیا تھا —— حجاج نے کہا، اس کا گواہ کون ہے؟ —— اس شخص نے کہا، میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ جس نے وہ گفتگو سنی تھی وہ گواہی دے —— ایک دوسرے قیدی نے اٹھ کر کہا، جناب! یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا تھا —— حجاج نے کہا، پہلے قیدی کو رہا کر دو —— پھر گواہی دینے والے سے پوچھا —— تجھے کیا رکاوٹ تھی کہ تو نے اس طرح میرا دفاع نہ کیا؟ —— اس نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا —— رکاوٹ یہ تھی کہ میرے دل میں تمہاری پرانی دشمنی تھی —— حجاج نے کہا، اسے بھی رہا کر دو —— کیونکہ اس نے پوری جرأت کے ساتھ سچ کہا ہے۔

(عیون الاخبار)

سرچشمۂ ایمان سے پھوٹنے والا کلمۂ حق

عمر بن ہبیرہ' عبد الملک بن یزید ؒ کے دور میں واسط ؒ کے گورنر اور اچھی سیرت کے مالک تھے ——— علماء سے محبت رکھتے تھے ——— فقہاء کرام کی باتیں توجہ سے سنتے اور ان کے فیصلوں کا احترام کرتے تھے ——— ایک دن انہوں نے اپنے دور کے تین نامور علماء کو دعوت دی جو اپنے زمانے میں علم و فضل' زہد و تقوی اور فقاہت کے امام تھے ——— ۱۔ حسن بصری ۲۔ محمد بن سیرین ۳۔ شعبی ——— یہ تینوں علمی دنیا کے ستون' تشریف لائے تو ان کا پرتپاک استقبال کیا ——— ان کی مہمانی اور ضیافت کا شاندار اہتمام کیا' اور خدمت کے لیے خدام کی ایک جماعت مقرر کر دی۔

تینوں حضرات امیر کے ہاں ایک مہینہ پوری شان و شوکت کے ساتھ رہے ——— ہر دن ان کے اعزاز و اکرام میں اضافہ ہوتا رہا ——— اور ان پر انعامات کی بارش ہوتی رہی۔

ایک دن امیر کے دربان نے آکر انہیں امیر کا سلام دیا اور خبر سنائی ——— کہ آج امیر آپ سے ملاقات کریں گے' وہ آنے ہی والے ہیں ——— یہ حضرات بیٹھے امیر کا انتظار کرتے رہے ——— عمر بن ہبیرہ تن تنہا لاٹھی ٹیکتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے' ان کے ساتھ کوئی خادم نہ تھا ——— بڑے عمدہ انداز میں سلام کیا اور انہیں خوش آمدید کہا ——— اور ان کے پاس بیٹھ کر خیریت دریافت کی ——— اور ان

سے پوچھا کہ کیا آپ کا وقت آرام و سکون کے ساتھ گزرا؟ ـــــــ ان بزرگوں نے امیر کا شکریہ ادا کیا اور کہا' کہ آپ نے ہماری بڑی خدمت کی اور ہمارے لیے بڑا اہتمام کیا ـــــــ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بھلائی عطا فرمائے۔

عمر نے کہا' میرے دل میں ایک چیز کھٹک رہی ہے' اور میں اس کے بارے میں بہت متردد ہوں ـــــــ میں اسی کے بارے میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں ـــــــ مجھے آپ سے بڑا خیر خواہ' علم والا اور صاحب تقویٰ نہیں ملا ـــــــ آپ حضرات امت مسلمہ کے دینی راہنما اور شریعت کا پرچم بلند کرنے والے ہیں

سب نے بیک زبان پوچھا' وہ کیا ہے؟

امیر نے کہا' جیسے کہ آپ جانتے ہیں' یزید بن عبد الملک 'اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے ـــــــ اس نے لوگوں سے عہد لے رکھا ہے کہ وہ اس کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں ـــــــ اور خود عوام کو بھی عہد دے رکھا ہے ـــــــ اس کی طرف سے مجھے کچھ ایسے احکام ملتے ہیں جن کے نافذ کرنے میں میری ہلاکت ہے ـــــــ اگر میں اس کی اطاعت کروں تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھہروں گا ـــــــ آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟

حسن بصری نے ابن سیرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' آپ امیر کے سوال کا جواب دیجئے! ابن سیرین نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور نگاہیں نیچی کر لیں ـــــــ ان کے چہرے پر خوف اور ہیبت کی ایک لہر گزر گئی ـــــــ ان پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔

پھر حسن بصری نے شعبی کی طرف متوجہ ہو کر کہا' آپ امیر کے سوال کا جواب ارشاد فرمائیں ! شعبی نے چند کلمات کہے' صاف دکھائی دیتا تھا کہ ان پر حکومت کا رعب طاری ہو چکا ہے اور وہ تردد کا شکار ہیں ——— اور جو کچھ کہنا چاہتے ہیں' صاف صاف نہیں کہہ سکے۔

عمر بن ہبیرہ نے ان کی گفتگو سنی' لیکن ان کے جواب سے انہیں تشفی نہیں ہوئی۔

امیر نے حسن بصری کی طرف متوجہ ہو کر کہا' ابو سعید! ——— جو کچھ آپ نے سنا' اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ ——— اور آپ کی اپنی رائے کیا ہے؟

حسن بصری سر جھکائے اس سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انہیں کیا کہنا چاہیے؟ ——— انہوں نے سر اٹھایا اور ابن ہبیرہ پر بھرپور نظر ڈالی جیسے کہیں دور سے اس کی روح کو حاضر کر رہے ہوں ——— تاکہ اسے خالص نصیحت اور کھری کھری باتیں سنائیں ——— ان کی دینی ذمہ داری نے انہیں برانگیختہ کیا کہ حق بات واشگاف لفظوں میں کہہ دیں ——— انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جلال کا تصور کیا تو ہر ہیبت ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ——— انہوں نے اس شخص کی طرح گفتگو کی جس کی نگاہوں میں حق کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔

حسن بصری نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا

چونکہ آپ نے مجھ سے سوال کیا ہے' اس لئے مجھ پر جواب دینا لازم ہو گیا ہے ——— کیونکہ دین اخلاص کا نام ہے' اللہ تعالیٰ کے لئے' اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ' مسلمانوں کے

سربراہوں کے لئے 'عامتہ المسلمین کے لئے ـــــ انہوں نے امیر کے لقب کا ذکر کیا اور نہ ہی اس کی کنیت کا' بلکہ براہ راست نام لے کر اسے مخاطب کیا۔

عمر بن ہبیرہ! بے شک اللہ تعالیٰ تجھے یزید سے محفوظ رکھے گا ـــــ یزید تجھے اللہ تعالیٰ سے بچا نہیں سکے گا ـــــ وہ وقت دور نہیں جب آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو گا' وہ تجھے تخت حکومت سے اتار دے گا ـــــ اور محلات کی وسعت سے نکال کر تجھے تیرے گھر کے صحن میں پہنچا دے گا ـــــ پھر تجھے گھر کے صحن سے نکال کر قبر کی تنگ اور تاریک کوٹھری میں پہنچا دے گا ـــــ جہاں تیرے عمل صالح کے علاوہ وسعت کا کوئی ذریعہ نہیں ہو گا۔

ابن ہبیرہ! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے منع کرتا ہوں ـــــ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو صرف اور صرف اپنے بندوں کا یاور و مددگار بنایا ہے اور اپنے دین کا پاسبان ـــــ لہٰذا تم لوگ خداداد حکومت کے بل بوتے پر بندگان خدا کی گردنوں پر سوار ہو کر' انہیں ذلیل نہ کرو ـــــ کیونکہ

لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ

"کسی مخلوق کی بات مان کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی جا سکتی"

ابن ہبیرہ! اس بات سے ڈر کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی نافرمانی ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھے ـــــ اور تجھ پر قہر و غضب کی نگاہ ڈالے ـــــ اور تجھ پر رحمت کا دروازہ بند کر دے۔

ابن ہبیرہ ! میں نے اس امت کے دور اول کے بہت سے قدسی صفات افراد کو دیکھا ہے —— تم اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اتنا نہیں بچتے ہو گے —— جتنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں سے بچتے تھے —— تمہیں اپنے گناہوں کے بخشے نہ جانے کا اس قدر خوف نہیں ہو گا —— جتنا کہ انہیں اپنی نیکیوں کے مردود ہونے کا خوف تھا —— دنیا کے مال و متاع کی جتنی اہمیت تمہاری نگاہوں میں ہے اس سے کہیں زیادہ ان کے نزدیک اخروی ثواب کی اہمیت تھی —— دنیا تم سے دور ہونا چاہتی ہے اور تم اس کے پیچھے بھاگ رہے ہو —— جب کہ دنیا ان کی طرف مائل تھی اور وہ اس سے دور بھاگتے تھے —— جس قدر تم دنیا کی طرف مائل ہو' اس سے کہیں زیادہ وہ دنیا سے اعراض کرتے تھے۔

حسن بصری چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے —— حق کی ہیبت امیر پر چھا گئی —— وہ حسن بصری کی گفتگو سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گیا —— یوں دکھائی دیتا کہ عمر بن ہبیرہ غائب کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ دوسرا شخص لا کر بٹھا دیا گیا ہے —— ایک دفعہ پھر حسن بصری کی آواز بلند ہوئی —— سرچشمۂ ایمان اور آسمان اخلاص سے وارد ہونے والے مضامین کے بیان کرنے کے لئے وہ سراپا زبان بن گئے —— اور پورے جلال کے ساتھ گویا ہوئے:

اے عمر! میں تجھے اس مقام سے ڈراتا ہوں جہاں تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر و غضب سے ڈرایا ہے —— ارشاد ربانی ہے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ (ابراھیم ۱۴/۱۴)

"یہ اس کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے

سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس
سے خوف کرے"
(القرآن' ابراہیم' ۱۴/۱۴)

اے عمر! اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور یزید کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کی طرف سے آنے والی ہر مصیبت سے محفوظ رکھے گا ——— اور اگر تو یزید کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کے سپرد کر دے گا۔

امیران کلمات حق و صداقت کی گرفت میں آگیا ——— اس کا چہرہ فرط ندامت کی بنا پر سرخ ہو گیا ——— وہ ایمان و اخلاص سے معمور دل سے صادر ہونے والے ان کلمات کو پوری طرح سن نہ سکا ——— اس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے' اس پر شدت گریہ طاری ہو گئی اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ——— وہ اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے واپس چلا گیا ——— اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟ ——— اس کی ذات میں ایک ایسا انقلاب آگیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوز و فلاح کی بشارت ملنے سے روحوں پر طاری ہوا کرتا ہے ——— اس انقلاب نے حکومت کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر تبدیل کر دیا اور اسے ایسے سیدھے اور سچے راستے پر ڈال دیا جو اسے پہلے معلوم نہ تھا۔

اس پر حقیقت' اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو گئی ——— جاتے ہوئے وہ بار بار ان کلمات کو دہرا رہا تھا۔

"عمر! اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور یزید کے
خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے یزید کی طرف سے آنے والی
ہر مصیبت سے محفوظ رکھے گا ——— اور اگر تو یزید

کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ
تجھے اس کے سپرد کر دے گا"

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ

(ابراھیم ۱۴/۱۴)

"یہ اس کے لیے ہے جو میری بارگاہ میں کھڑے ہونے
اور میری وعید سے ڈرا"

دوسرے دن امیر نے انہیں انعام و اکرام سے نوازا ——— حسن بصری کو چار ہزار درہم دیئے' ابن سیرین اور شعبی کو دو' دو ہزار ——— شعبی وہاں سے نکل کر سیدھے مسجد میں گئے ——— لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے 'انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا ——— تم میں سے جو شخص مخلوق کو چھوڑ کر خالق کی رضا حاصل کر سکتا ہے' ضرور کرے ——— ابن ہبیرہ نے مجھے' حسن بصری اور شعبی کو بلایا اور ہم سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں سوال کیا ——— میں نے اور ابن سیرین نے ابن ہبیرہ کا لحاظ کیا ——— ہم اسے بطور نصیحت وہ کلمۂ حق نہ کہہ سکے جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر واجب کیا تھا ——— اللہ تعالیٰ نے ہمیں دور کر دیا اور ہمارے انعام میں کمی کر دی ——— حسن بصری نے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کیا ——— تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نصرت و اعانت سے نوازا' مالا مال کیا اور ہماری نسبت انہیں مال بھی زیادہ دیا' ہیبت بھی زیادہ عطا کی۔

دور اول میں ایسے لوگ امت مسلمہ کے سربراہ ہوتے تھے ——— وہ علماء سے نصیحت کی درخواست کرتے تھے اور علماء انہیں بے دھڑک ہو کر نصیحت کرتے تھے ——— حکمران ان کی نصیحتوں پر عمل

کرتے تھے' جس کا فائدہ انہیں بھی ملتا تھا اور امت مسلمہ کو بھی ———
کیونکہ مخلص علماء 'انبیاء و مرسلین کے وارث ہیں ——— ان سے وعدہ
لیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق بیان کریں ——— چاہے اس کے
لیے کتنی ہی مشکلات اور دشواریاں برداشت کرنا پڑیں ——— انہیں
اللہ تعالٰی کی خوشنودی کے لیے' حق کے بیان کرنے ——— اور اس کی
حمایت کرنے سے 'کسی ملامت گر کی ملامت نہیں روک سکتی ——— ان
کے دل ' دنیا اور اس کی چمک دمک' رزق اور اس کے اسباب سے بے نیاز
ہو چکے ہیں ——— ان کے شب و روز اللہ تعالٰی کی یاد اور اطاعت میں
گزرتے ہیں ——— اور وہ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ——— نبی اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ
اِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ
لَا يَمْنَعُ رِزْقًا وَّلَا يُقَدِّمُ اَجَلًا ؕ

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان
ہے ! نیکی کا حکم دینا ——— اور برائی سے منع کرنا ——— نہ
تو رزق کو روکتا ہے اور نہ ہی موت پہلے لاتا ہے"۔

حسن بصری' ابو سعید' امام : سنت و ہدایت کے امام تھے' جامع
عالم ' ثقہ ' لائق اعتماد' صاحب عبادت و ریاضت' فصیح ———
اپنے زمانے کے عظیم مجاہد اور بہادر ——— امراء اور علما کو

پوری قوت کے ساتھ نصیحت کرنے اور ہدایت دینے والے تھے
—— اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی
پرواہ نہیں کرتے تھے —— ۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔

○ محمد بن سیرین انصاری' ابوبکر بصری : اپنے وقت کے امام' ثقہ'
معتمد علیہ' امام فقیہ اور وسیع علم والے تھے —— ہر وقت
اللہ تعالیٰ کے ذکر میں معروف رہتے —— بڑے متقی تھے'
ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے —— خوابوں
کی تعبیر بیان کرنے میں مشہور تھے —— ۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔

○ شعبی' عامر بن شراحیل حمیری شعبی' ابو عمرو کوفی' جلیل القدر
امام تھے' پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی —— کہا جاتا تھا
کہ شعبی سے بڑا فقیہ کوئی نہیں —— حافظہ بہت قوی تھا
—— فرماتے تھے کہ میں نے جو کچھ کاغذ پر لکھا وہ سب مجھے
یاد ہے —— ۱۰۳ھ میں وصال ہوا رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم
رحمۃ واسعۃ

۱۔ عمر بن ہبیرہ' یزید بن عبدالملک کے دور میں عراق کے گورنر تھے ——
۱۰۳ھ میں عراق کی گورنری سے معزول کر دیئے گئے —— شہرہ آفاق بہادر
تھے —— انہوں نے ترکوں کو زچ کر دیا تھا —— چنانچہ وہ ان سے بہت
ڈرتے تھے ۔۱۲ قرقور

۲۔ یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم' بنو امیہ کے خلفاء میں سے تھے

—— حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات کے دن، اپنے بھائی سلیمان کی وصیت کے مطابق، خلیفہ بنائے گئے —— چالیس دن عمر بن عبد العزیز کی روش پر چلے —— پھر ان کے پاس دمشق کے کچھ سرکردہ لوگوں نے حاضر ہو کر حلفیہ بیان دیا کہ خلفاء حساب و عقاب سے آزاد ہوتے ہیں —— شام کے بعض جاہلوں کا یہی عقیدہ تھا اور اسی عقیدے کی بنا پر یزید کو فریب میں مبتلا کیا —— جولان کے علاقے میں فوت ہوئے اور انہیں دمشق لے جا کر ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ کو باب جابیہ اور باب الصغیر کے درمیان دفن کیا گیا —— ان کی عمر انتیس سال —— اور عرصہ خلافت چار سال اور ایک ماہ تھا۔ ۱۲ فرفور

۳۔ یاقوت نے معجم البلدان میں بیان کیا ہے کہ واسط کا نام واسط رکھنے کی دو وجہیں ہیں —— ۱۔ وہ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ہے —— ۲۔ اس کا فاصلہ کوفہ اور بصرہ ہر ایک سے ایک سو پچاس میل ہے —— ۸۴ھ میں اس کی تعمیر کا آغاز حجاج نے کیا —— اور ۸۶ھ میں اسے مکمل کیا —— اس میں اس نے اپنا محل، مسجد اور فصیل تعمیر کی —— اس کی تعمیر پر چالیس کروڑ تیس لاکھ درہم خرچ کئے —— یہ عظیم شہر ہے، جس کے محلے اور دیہات کثیر تعداد میں ہیں —— باغات اور کھجوروں کے بے شمار درخت ہیں —— ہر چیز نہایت سستی ہے۔ ۱۲ معجم البلدان

۴۔ اس حدیث کا حوالہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ ۱۲ فرفور

ایمان اور قرآن کا فیضان

طلباء' مدارس اور دانشکدوں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں چلے جاتے ہیں ——— اور زمانہ انہیں علمی اور عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا وسیع میدان فراہم کرتا ہے ——— اس وقت علمی مراکز اور دانشگاہوں کے اثرات اور مقاصد' ان فضلاء کی زبانوں سے نکل کر منظر عام پر آتے ہیں ——— تب انہیں آلام و مصائب کی بھٹیوں اور رخصت و عزیمت کی شاہراہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

یہی وہ وقت ہوتا ہے جب انسانی نفوس کے جوہر کھلتے ہیں ——— روحوں کی حقیقتیں اور صلاحیتیں بے نقاب ہوتی ہیں ——— اور جن مدارس سے پڑھ کر وہ نکلے ہیں ' ان کے مقاصد ان سند یافتہ ارباب علم کی زبانوں اور مجاہدانہ کارناموں کے ذریعے' دنیا کے سامنے آتے ہیں ——— خصوصا ان اصحاب علم و فکر کے ذریعے جو اپنے خالق و مالک پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں۔

انسان کے دل میں ایمان کی وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں دل کی ہے ——— جب ایمان' دل میں جلوہ گر ہو جاتا ہے تو وہ ایسی طاقت بن جاتا ہے کہ بلند و بالا پہاڑ اس کا راستہ نہیں روک سکتے ———اور صف شکن دلاور اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتے ——— تاریخ کے صفحات اس کے ایمان کے اثرات سے جگمگا رہے ہیں۔

یہ جلیل القدر انصاری صحابی حضرت خبیب بن عدی ؓ ہیں ——— جنہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ کے ہمراہ عرب کے کچھ قبائل کے پاس بھیجا ——— تاکہ انہیں دین متین کا پیغام پہنچائیں ——— اسلامی تعلیمات سکھائیں اور جہالت و معصیت اور کفر و فسق کے اندھیروں سے نجات دلائیں ——— ان ظالموں نے

غداری کی' اور امن و ہدایت کے علمبرداروں کو شہید کر دیا ـــــــ اس وقت خبیب بن عدی اور زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گرفتار کر کے معمولی قیمت پر مکہ مکرمہ میں بیچ دیا گیا ـــــــ حضرت خبیب نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا ـــــــ اس کے بیٹوں نے اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کرنے اور عار کی ذلت کو دھونے کے لیے خبیب کو خرید لیا ـــــــ اور قتل کرنے تک ماویہ بنت حجیر کے گھر قید کر دیا۔

ماویہ کا بیان ہے کہ خبیب میرے گھر میں قیدی بنا کر رکھے گئے ـــــــ تو انہوں نے تمام عرصے میں اس جانور کا گوشت کھانے سے انکار کیا' جسے اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر ذبح کیا گیا ہو ـــــــ وہ ہمارے گھر سے ملنے والا صرف دودھ نوش کر لیتے تھے ـــــــ میں نے انہیں جب بھی دیکھا' روزے کی حالت میں 'نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ـــــــ وہ روحانی فرشتے تھے 'جن کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں ـــــــ ان کے ملکوتی کردار نے مجھے مرعوب کر دیا 'اور ان کے ایمان نے میرے دل میں گہرا اثر چھوڑا ـــــــ ایک دن میں نے چھپ کر دروازے کے سوراخ میں سے انہیں دیکھا ـــــــ تو حیران رہ گئی ـــــــ ان کے ہاتھ میں انسانی سر کے برابر ترو تازہ انگوروں کا گچھا تھا ـــــــ اور وہ توڑ توڑ کر انگور کھا رہے تھے ' حالانکہ میرے علم کے مطابق اس وقت روئے زمین پر انگور موجود نہ تھے ـــــــ میں نے ان سے پوچھا' خبیب! یہ انگور کہاں سے ملے ہیں؟ ـــــــ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا' یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں ـــــــ جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ' اور مجھ پر دہشت طاری ہو گئی ـــــــ وہ جب قرآن پاک پڑھتے تو عورتیں سننے کے لیے اکٹھی ہو جاتیں ـــــــ اور اتنی متاثر ہوتیں کہ خوف الٰہی کی بنا پر زار و قطار رونے لگتیں۔

دین و ایمان کے دشمنوں نے جب انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور

وقت مقرر کر دیا تو خبیب نے کثرت سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ——— اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ان کے دل میں ذرہ برابر ملال پیدا نہ ہو۔

اب اہل مکہ نے ان کے ایمان کے خریدنے کا فیصلہ کیا ——— انہیں نے پیشکش کی کہ ہم تمہیں آزاد کر دیں گے اور منہ مانگا انعام بھی دیں گے ——— شرط صرف اتنی ہے کہ تم ایک بار محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر دو ——— خبیب نے بڑی سختی سے ان کی پیشکش ٹھکرا دی ——— اور کہا' میرے نزدیک موت اتنی معمولی چیز ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ——— بنو الحارث جب انہیں شہید کرنے کے لئے گئے ' تو انہوں نے کہا' مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں ——— چنانچہ انہوں نے بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں' خون کے پیاسے بیٹھے دیکھتے رہے ——— نماز سے فارغ ہو کر انہیں خطاب کرتے ہوئے' کہنے لگے ——— اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں' تو نماز لمبی پڑھتا ——— مشرکین نے انہیں ایک ستون پر سولی چڑھا دیا' جب انہیں مسکراتے ہوئے قبلہ شریف کی طرف رخ کیا ——— خوف و ہراس کا نام و نشان تک نہ تھا' یوں دکھائی دیتا کہ وہ دوستوں کی ملاقات سے مسرور ہیں ——— انہوں نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی طرف نگاہیں اٹھائیں تو بیت اللہ شریف' مدینہ منورہ' نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام سب ان کے سر کی آنکھوں کے سامنے تھے ——— ارد گرد کا پورا ماحول اور دشمنوں کا اجتماع سب کچھ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا

خبیب نے کہا

یا اللہ ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میرا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس شہر اور کعبۂ مبارکہ کی طرف کر دیا ہے ——— جسے تو نے اپنے اہل ایمان بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے

یااللہ! اپنے رسول کو میرا سلام پہنچا دے ——— اور جو کچھ یہ لوگ ہمارے ساتھ کر رہے اس کی اطلاع اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دے دے۔

اے خالق کائنات! مجھے اپنے آس پاس صرف دشمنوں کے چہرے دکھائی دے رہے ہیں ——— میرے مالک! انہیں گن لے اور انہیں قتل کرکے پارہ پارہ کر دے' اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ رہنے دے۔

مظلوم خبیب کی دعا سن کر ابو سفیان اتنے خوفزدہ ہوئے کہ زمین پر گر گئے ——— وہ جانتے تھے کہ مظلوم کی دعا خالی نہیں جاتی ——— حالانکہ اس وقت وہ ایمان نہیں لائے تھے۔

پھر ظالموں نے انہیں قتل کر دیا ——— جب بھی ان پر نیزے یا تلوار کا وار کیا جاتا' تو وہ جھوم اٹھتے ——— لمبی لے میں پڑھتے لا الہ الا اللہ وہ بڑی بہادری' ثابت قدمی اور ایمان و صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ——— ان کی غیرت ایمانی اور استقامت میں کوئی کمزوری پیدا نہ ہوئی ——— بعینہٖ وہی وقت تھا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' صحابۂ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں ——— آپ پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے' جب افاقہ ہوا تو آپ کی آنکھوں میں سیل اشک رواں تھا ——— اور آپ کہہ رہے تھے' خبیب!

"تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں"

صحابۂ کرام نے پوچھا تو فرمایا' قریش نے انہیں شہید کر دیا ہے ——— سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسود اور زبیر بن عوام کو حضرت خبیب کی نعش لانے کے لیے بھیجا ——— حضرت زبیر کا بیان ہے کہ میں وہاں پہنچا تو چالیس افراد نشے میں دھت پڑے ہوئے تھے ——— میں خبیب کی نعش کو کھول کر تھوڑا سا پیچھے ہٹا' تو وہ نیچے گر گئی ——— بالکل تر و تازہ' اس میں کچھ بھی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تھی ——— میں نے اسے گھوڑے پر رکھا اور چل دیا' اتنے

میں مشرکین کو بھی پتا چل گیا ـــــــ جب میں نے دیکھا کہ وہ بالکل قریب آچکے ہیں' تو میں نے نعش نیچے گاڑ دی' تاکہ تیزی سے دوڑ سکوں اور یقینی موت سے بچ جاؤں ـــــــ مشیت ایزدی یہ تھی کہ شہید مجاہدوں کے جسموں کو بے آبروئی سے محفوظ رکھا جائے ـــــــ چنانچہ زمین نے ان کی نعش کو اس طرح نگلا کہ نام و نشان باقی نہ رہا ـــــــ اس لیے ان کا نام بلیع الارض (وہ جسے زمین نگل گئی) قرار دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خبیب اور دیگر صحابۂ کرام کا ایمان 'نہ تو انہیں ورثے میں ملا تھا' نہ ہی معاشرے کا عطیہ تھا' اور نہ ہی ہاں میں ہاں ملانے کا نتیجہ تھا ـــــــ بلکہ ایک راسخ عقیدہ تھا جس کی جڑیں ان کے دلوں میں پیوست تھیں' اور اسے قرآن اور اخلاق کے سرچشمۂ صافی سے سیراب کیا گیا تھا ـــــــ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایمان کے پودے نے دوگنا پھل دیا اور اس میں کچھ کمی نہ ہوئی ـــــــ مصائب و حوادث کی آندھیاں اسے بدل نہ سکیں ـــــــ بلکہ اس کی قوت اور پختگی میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی رہی' جس قوم کے افراد کے دلوں میں ایمان رچ بس نہیں جاتا ہے ـــــــ وہ نہ صرف کمزور ہوتی ہے' بلکہ اپنی معنوی زندگی اور ترقی کھو بیٹھتی ہے ـــــــ ایسی قوم علم اور ثقافت کی روح سے فائدہ نہیں اٹھاتی 'اس کے لیے علم وبال اور بدبختی کا سبب بن جاتا ہے۔

جس قوم کی گھٹی میں ایمان باللہ شامل ہو' اس کے لیے یہ معاملہ کچھ عجیب نہیں ہوتا ـــــــ وہ اس طرح زندگی گزارتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوں 'اور اس سے انس حاصل کر رہے ہوں ـــــــ جو کچھ ان کے رب کی طرف سے آتا تھا اس پر راضی رہتے تھے 'اور اسے میٹھا اور لذیذ جانتے تھے۔

ان لوگوں کے دل رنج و راحت میں مستحکم رہے ـــــــ اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں جو کچھ بھی پیش آیا' اس کے سامنے بزدل اور کمزور نہ ہوئے ـــــــ اور نہ ہی زمانے کے حملوں اور حوادث کے آگے جھکے

——— وہ ہمیشہ سرچشمۂ ایمان سے ایسا نور طلب کرتے رہے، جو تاریک زندگی کے انجانے راستوں کو روشن کر دے اور سرکش دلوں سے غفلت کے پردے چاک کر دے ——— وہ خود تو زمین پر چلتے تھے لیکن ان کی روحیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے سراپا اشتیاق اور مسرور رہتی تھیں۔

---

۱ یہ خبیب بن عدی بن مالک بن عامر انصاری اوسی تھے ——— غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں جام شہادت نوش کیا ——— حدیث صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ——— کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دس افراد کو حالات کا جائزہ لینے کے بھیجا ——— اور حضرت عاصم بن ثابت افلح کو ان کا امیر مقرر کیا ——— امام بخاری، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خبیب کو ابو سروعہ نے شہید کیا ——— اسی طرح اصابہ میں ہے۔ ۱۲ فرفور

۲ اصابہ میں ہے کہ حضرت زید بن دثنہ جلیل القدر صحابی تھے ——— بدر اور احد میں شریک ہوئے ——— غزوہ بئر معوذ میں مشرکین نے انہیں گرفتار کر لیا ——— اور قریش نے انہیں مقام تنعیم میں شہید کر دیا ——— وہ فقہاء صحابہ میں سے تھے ——— رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ۱۲ فرفور

۳ غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔

عمرو بن العاص کی ذکاوت

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیساریہ فتح کر کے آگے بڑھے تو غزہ کے پاس پڑاؤ ڈالا ——— غزہ کے رئیس نے پیغام بھیجا کہ اپنے کسی ساتھی کو گفتگو کے لیے میرے پاس بھیجئے ——— حضرت عمرو نے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ اس کام کے لیے میرے سوا کوئی موزوں نہیں ہے

چنانچہ خود روانہ ہوئے اور رئیس کے پاس پہنچ کر اس سے گفتگو کی ——— رئیس ان کی گفتگو سن کر دنگ رہ گیا' اس نے کبھی ایسی گفتگو نہیں سنی تھی ——— کہنے لگا' یہ بتایئے کہ آپ کے ساتھیوں میں آپ جیسا عقل مند کوئی دوسرا شخص بھی ہے ——— حضرت عمرو نے کہا' یہ نہ پوچھئے! میں ایک معمولی شخص ہوں' اسی لیے میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے ——— انہوں نے مجھے اس مشکل میں ڈال دیا ہے' حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ آپ میرے ساتھ کیا معاملہ کرنے والے ہیں؟ ——— رئیس نے حکم دیا کہ انہیں تحفے تحائف اور پوشاک دو ——— اور اپنے دربان کو پیغام بھیجا کہ جب یہ تمہارے پاس سے گزریں تو سب کچھ چھین کر اس کا سر قلم کر دو۔

جب رئیس کے پاس سے نکلے تو غسان کا ایک عیسائی آپ کے پاس سے گزرا ——— اس نے آپ کو پہچان لیا اور کہنے لگا' آپ بڑی عمدگی سے اندر آئے ہیں ——— نکلتے وقت بھی خوش اسلوبی سے کام لیں ——— حضرت عمرو بن العاص اس کا مطلب سمجھ گئے اور وہیں سے واپس پلٹ گئے ——— رئیس نے کہا' آپ دوبارہ ہمارے پاس کیوں آئے ہیں؟ ——— حضرت عمرو نے کہا' میں نے آپ کے دیئے ہوئے عطیات دیکھے ہیں' یہ میرے چچا زاد بھائیوں کے لیے کافی نہیں ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیں' تاکہ میں اپنے دس بھائیوں کو ساتھ لے آؤں ———

بہتر ہو گا کہ آپ کا عطیہ صرف ایک شخص کو ملنے کی بجائے دس افراد کو مل جائے ــــــ رئیس نے کہا' آپ کا خیال صحیح ہے' جلد انہیں بھی لے آؤ' دربان کو پیغام بھیج دیا کہ انہیں گزر جانے دو ــــــ حضرت عمرو بخریت نکل آئے 'البتہ از راہ احتیاط ماحول پر کڑی نگاہ رکھی 'جب انہیں اطمینان ہو گیا تو کہنے لگے ــــــ آئندہ کبھی اپنے آپ کو ایسے خطرے میں نہیں ڈالوں گا ــــــ جب وہ علاقہ صلح سے فتح ہو گیا تو وہی رئیس حضرت عمرو کے پاس ملاقات کے لیے آیا ــــــ انہیں دیکھتے ہی چونک گیا اور کہنے لگا' آپ ہی وہ نمائندہ تھے ــــــ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا' ہاں! تم نے تو دھوکہ دینے کی پوری کوشش کی تھی۔

اللہ تعالیٰ عمرو بن العاص پر رحمتیں نازل فرمائے ــــــ وہ عرب کے مشہور ترین زیرک اور اپنے دور کے نابغۂ عصر تھے ــــــ وہ اپنی حیرت انگیز ذکاوت و فطانت اور عالی دماغی کی بنا پر مکار دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رہے اور صحیح سالم اپنی قوم کے پاس واپس آ گئے۔

مومن کو اسی طرح محتاط اور بیدار مغز ہونا چاہیے تاکہ دشمن سے محفوظ رہے ــــــ حضرت عمر بن خطاب نے کتنی شاندار بات کہی تھی میں نہ تو کسی کو دھوکہ دیتا ہوں اور نہ ہی کسی فریب کار کے فریب کا شکار ہوتا ہوں۔

---

۱ حضرت عمرو بن العاص بن ہاشم بن وائل قریشی سہمی تھے' ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو محمد تھی ــــــ فتح مکہ سے پہلے' ماہ صفر ۸ ھ میں اسلام لائے ــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سات سال پہلے اسلام لائے ــــــ اور ۴۳ھ میں راہی دار آخرت ہوئے ' نوے سال عمر پائی ــــــ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مصر کا گورنر بنایا ــــــ حضرت عمرو بن العاص عرب کے ذہین ترین فرد تھے۔ ۱۲ فرفور

شوکتِ اسلام، مسلمانوں کی آبرو

یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں؟ ——
فرمایا' ضرور ہیں —— پھر پوچھا' یا رسول اللہ! کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول دوزخ میں جائیں گے؟ —— فرمایا' ہاں! ضرور جائیں گے' حضرت عمر فاروق نے کہا —— جب ہم حق پر ہیں تو چھپ چھپ کر عبادت کیوں کریں؟ —— یا رسول اللہ! آپ ہمیں لے کر حرم کعبہ میں چلیں —— اللہ کی قسم! جس جس مجلس میں' میں نے لات و عزیٰ کی عزت بڑھائی ہے' وہاں دین اسلام کا پرچم بلند کروں گا۔
یہ کلمات' صاحب فتوحات کثیرہ اور اسلام کے نور' عمر بن الخطاب قریشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہے —— کون عمر؟ —— وہ جن کا اسلام لانا فتح تھا —— جن کی ہجرت فتح اور خلافت بھی فتح تھی —— ان کلمات سے دوسرے صحابۂ کرام کی ہمت بندھ گئی اور حوصلے بلند ہو گئے —— نور ہدایت کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے صحابۂ کرام ایک قطار میں دار ارقم سے نکلے ——اس قطار کے ایک کنارے پر عمر فاروق تھے اور دوسرے کنارے پر امیر حمزہ —— دوپہر کے وقت یہ حضرات بآواز بلند کلمۂ طیبہ کا ورد کر رہے تھے اور نعرہ ہائے تکبیر لگا رہے تھے —— قریش کے بڑے بڑے سردار دیکھنے آئے کہ کیا ماجرا ہے؟
—— انہوں نے دیکھا کہ عمر بن خطاب اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو چکے ہیں —— وہ غیظ و غضب اور حسرت و یاس کی بنا پر اپنی انگلیاں چبا کر رہ گئے —— اور کہنے لگے 'آج یہ لوگ ہماری آدھی طاقت لے گئے ہیں ——یعنی عمر فاروق کا مقام اور مرتبہ قریش میں اتنا بلند تھا کہ صرف ان کا ایمان لانا آدھے قریش کے ایمان لانے کے برابر تھا۔
ایمان خالص کی یہی شان ہے —— جب اس کا نور دل میں

جگمگاتا ہے تو کامیابی کی راہیں ہموار کر دیتا ہے ——— اور بغیر کسی ڈر اور خوف کے پورے عزم و استقلال کے ساتھ کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنے لگتا ہے۔

عمر فاروق کے تازہ ایمان نے ذلت اور کمزوری کو قبول کرنے سے یکسر انکار کر دیا ——— ان کا ایمان بزدلی اور کمزوری کے بغیر اسلام کے ساتھ ساتھ عزت کا طلبگار تھا ——— ان کے ایمان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کے دلوں کو، عقیدے کی تمام تر سچائی اور خالص ایمان کی بنیاد پر، اسلام کی بنیادی تعلیمات، ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرنے کی قوت عطا کر دی۔

صرف یہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ وہ اپنی قوم اور اپنے قبیلے میں چھپے رہیں اور ہر قسم کی اذیت اور تکلیف سے محفوظ رہیں ——— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہء کرام کے درمیان ان کا مقام بہت بلند تھا ——— انہوں نے قریش کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع دینے کا فیصلہ کر لیا

انہوں نے دریافت کیا کہ قریش کا وہ کون سا فرد ہے جس کے پیٹ میں کوئی بات نہیں ٹھہرتی؟ ——— انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی ایسا ہی شخص ہے ——— وہ سیدھے اس کے پاس گئے، اور کہنے لگے ——— جمیل تم نے سنا کہ میں اسلام لے آیا ہوں، اور دین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میں داخل ہو گیا ہوں ——— وہ کوئی جواب دیے بغیر اپنی چادر سنبھالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، حضرت عمر فاروق بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے ——— جمیل مسجد حرام کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا ——— قریش، بیت اللہ شریف کے دروازے کے پاس اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے ——— جمیل نے سنسنی خیز انداز میں اعلان کیا ——— گروہ قریش! سنتے ہو، عمر بن خطاب اپنا آبائی دین چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو گیا ہے ——— حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں، میں

اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا' میں نے کہا' نہیں نہیں' میں تو اسلام لایا ہوں ــــــ اور میں نے گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ــــــ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم اور رسول ہیں ــــــ پھر کیا تھا؟ ــــــ سب مشرکین عمر فاروق پر چڑھ دوڑے ــــــ عمر فاروق ان سب کے سامنے ڈٹ گئے' اور لڑتے لڑتے نڈھال ہو کر بیٹھ گئے ــــــ اس کے باوجود مشرکین ان کے گرد گھیرا ڈال کر ان پر تشدد کرتے رہے ــــــ حضرت عمر فاروق برابر اعلان کر رہے تھے' جو کر سکتے ہو کر لو ــــــ خدا کی قسم! اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ گئی تو دو ہی صورتیں ہو گی' مکہ مکرمہ میں تم رہو گے یا ہم ــــــ بالاخر وہ مایوس ہو کر دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام ہجرت کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو سب نے خفیہ سفر کیا ــــــ حضرت عمر فاروق وہ واحد شخص تھے' جنہوں نے تلوار اپنے گلے میں حمائل کی ــــــ کمان کندھے پر لٹکائی اور قریش کی مجلس کے پاس جا کر چیلنج کے طور پر اعلان کیا:

"گروہ قریش! جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی ماں' اس کا ماتم کرے' یا اس کی اولاد یتیم ہو جائے' وہ میرے پیچھے آ جائے ــــــ کیونکہ میں یثرب کے (مدینہ) جا رہا ہوں ــــــ خدا کی قسم! اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو ہجرت کا حکم نہ دیتے تو میں کبھی اپنے اس پیارے شہر کو نہ چھوڑتا"

قریش مکہ نے یہ اعلان سنا تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا ــــــ فاروق اعظم کے رعب اور دبدبے کی بنا پر کسی کو ان کے تعاقب کی جرأت نہ ہو سکی ــــــ چنانچہ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے وہ بہترین

مہاجرین میں سے تھے ——— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے ——— جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خلیفہ بنے تو مسلمانوں پر بڑے مہربان تھے ——— اور ان کے لیے عظیم خدمات انجام دیں ——— انہوں نے قصر عدل و انصاف کی شاندار تعمیر کی ——— وہ صبح کی نماز کے وقت نمازیوں کی صفیں درست کر رہے تھے کہ اچانک ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ——— اس طرح اسلام اور مسلمانوں کے سرمایۂ افتخار، جام شہادت نوش کر کے، خالق کائنات کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ——— رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

۱ لات طائف میں قبیلہ ثقیف کا بت تھا ——— اور عزیٰ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا۔ ۱۲ فرفور

۲۔ ہجرت مدینہ سے پہلے شہر مدینہ کو یثرب کہا جاتا تھا ——— یثرب کا معنی جائے مرض ——— ہجرت کے بعد یثرب کہنا ممنوع و مکروہ ہو گیا۔

سلاطینِ اسلام کی عظمت و ہیبت

گزشتہ زمانوں میں دشمنوں کے دلوں پر شاہان اسلام کی زبردست دھاک بیٹھی ہوئی تھی ——— غیر مسلم ان کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں بڑے بڑے تحفے بجھوایا کرتے تھے

مشہور مؤرخ ابو الفداء اپنی تاریخ میں ۴۴۱ھ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں ——— شاہ روم نے سلطان طغرل بک کو اتنا بڑا تحفہ بھیجا' جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ——— اور ان سے درخواست کی کہ ہم سے معاہدہ کر کے ہمیں امت مسلمہ کے جھنڈے کے سائے کے نیچے پناہ دیں ———سلطان طغرل بک نے اپنی شرائط پر اس کے ساتھ معاہدہ کیا۔

ایک شرط یہ تھی کہ شاہ روم قسطنطنیہ میں ایک مسجد تعمیر کروائے جس میں جمعہ اور پانچوں نمازیں با جماعت ادا کی جائیں ——— شاہ روم نے سلطان طغرل بک کی تمام شرطیں تسلیم کر لیں ——— اور قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی جس میں جمعہ اور پانچوں نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔

ایک عرصہ بعد سلطان طغرل بک نے سید ناصر الدین بن اسماعیل کو روم کی ملکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا ——— اس وقت روم پر ایک عورت حکمران تھی ——— سفیر' ملکہ کے پاس ٹھہرے اور اس سے مطالبہ کیا کہ مذکورہ جامع مسجد میں پانچوں نمازیں اور نماز جمعہ ادا کی جائیں ——— انہوں نے دیکھا کہ مسجد شاندار طریقے سے آباد ہے ——— اور وہاں کے لوگ اس میں باقاعدہ پانچوں نمازیں اور نماز جمعہ ادا کرتے ہیں ——— سفیر اسلام نے وہاں خطبہ دیا' نماز جمعہ پڑھائی اور سلطان المسلمین کے لیے دعا کی ——— واپس آ کر مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنائی

کہ اسلام کا دبدبہ دشمنوں کے دلوں پر چھایا ہوا ہے ——— اور ان کے دارالحکومت میں اسلامی شعائر قائم کیے جا رہے ہیں۔

دشمنوں کے دلوں میں سلاطین اسلام اور مسلم حکمرانوں کی ہیبت اس قدر چھائی ہوئی تھی ——— کہ دشمنان اسلام ان کی شرائط تسلیم کرتے تھے اور ان کے سامنے سر اطاعت خم کرتے تھے ——— زندگی کے مالک کی قسم! دشمنوں کو خوفزدہ کرنے والی یہ عظیم ہیبت صرف اور صرف خالص ایمان کی قوت' باہمی اتحاد' تعاون اور مضبوط فیصلوں کا نتیجہ تھی۔

ان کے دلوں نے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تھا ——— اس لیے ان کی ہیبت چھا گئی اور ان کا حکم چلتا تھا ——— یہی وجہ تھی کہ وہ محکوم بن کر نہیں' حاکم بن کر رہے ——— انہوں نے شاہانہ زندگی بسر کی' ماتحت بن کر نہیں رہے ——— انہوں نے حکمرانوں کے تخت الٹ دیئے اور قوموں پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی ——— اقوام کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں اور وہ ان کے مالک بنے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

---

۱ سلطان طغرل بک' رکن الدین' ابو طالب محمد بن میکائیل ——— پہلے سلجوقی بادشاہ تھے ——— طوس' رے' نیشاپور' بلخ' غزنی' بغداد اور عراق ان کے زیر نگیں تھے ——— وہ بڑے نرم دل اور سخی تھے ——— بروقت پانچوں نمازیں با جماعت ادا کرتے ——— پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتے' صدقہ و خیرات بکثرت بانٹتے اور مسجدوں کی تعمیر میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے ——— وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اپنے لیے گھر بناؤں اور اس کے پہلو میں مسجد نہ بناؤں ——— ۴۵۵ھ میں رے میں ان کا انتقال ہوا اور انہیں مرو میں لے جا کر دفن کیا گیا ——— ستر سال عمر پائی۔ ۱۲ فرفور

۲ آج جب کہ خدا و رسول کے باغی نظام' کیمونزم کا روس میں جنازہ نکل چکا ہے —— اور امریکہ واحد عالمی طاقت بن کر دندنا رہا ہے —— اور اسے پوری دنیا میں صرف اسلام ہی سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے —— یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی قوت کو ختم کر کے ان کی دولت پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے —— وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ مسلمان متحد ہو کر اسلامی ورلڈ آرڈر کا اعلان کریں —— عالم اسلام کے پاس جذبۂ جہاد' دولت' تیل' افرادی قوت اور فنی صلاحیت کی فراوانی ہے —— کاش

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاک کا شغر

۱۲۔ قادری

نضر بن شمیل، نامور عالم

فن حدیث، نحو، لغت اور شعر و ادب کے یکتائے زمانہ عالم نضر بن شمیل ؒ مرو میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں پلے بڑھے ——— طویل عرصہ گاؤں میں مقیم رہے ——— عرب کے فصحاء و بلغاء اور محدثین نے ان سے خوشہ چینی کی ——— بصرہ میں وسائل زندگی کی اس قدر قلت پیدا ہو گئی کہ انہوں نے بصرہ چھوڑ کر خراسان کوچ کر جانے کا فیصلہ کر لیا ——— انہیں رخصت کرنے کے لیے بصرہ کے تین ہزار نحو اور لغت کے ماہرین، ادباء، فقہاء اور محدثین کا جم غفیر ساتھ ہو لیا ——— مرد کے مقام پر انہیں رخصت کرتے ہوئے نضر بن شمیل نے افسوس بھرے لہجے میں کہا

بصرہ والو! اللہ تعالٰی کی قسم! تمہاری جدائی میرے لیے بہت ہی تکلیف دہ ہے ——— اگر مجھے ہر روز تمہارے پاس سے تھوڑا سا لوبیا ہی مل جاتا تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑتا۔

ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو ان کی اتنی معمولی ضرورت پوری کر دیتا ——— نضر بن شمیل، مرو پہنچے تو وہاں انہیں بے اندازہ دولت نصیب ہوئی۔

نضر بن شمیل رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا ——— کہ میں امیر المؤمنین مامون کے پاس اس حال میں پہنچا کہ بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے

—— مامون نے کہا' نضر! تم ایسے کپڑے پہن کر امیر المؤمنین کے پاس آگئے ہو؟ —— میں نے کہا' مرو کی گرمی بڑی سخت ہے' اور وہ ایسے ہی کپڑوں سے دور کی جا سکتی ہے —— مامون نے کہا' نہیں! بلکہ تم لا پرواہ قسم کے آدمی ہو —— پھر گفتگو شروع ہوئی' تو مامون نے عورتوں کا ذکر چھیڑ دیا اور کہنے لگا —— مجھے ہشیم بن بشیر نے حدیث بیان کی —— انہوں نے مجالد سے —— انہوں نے امام شعبی سے —— اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" جب کوئی شخص کسی عورت سے ان کے دین اور جمال کی بنا پر نکاح کرے کَانَ فِیْہِ سَدَادٌ مِّنْ عَوَزٍ
تو یہ نکاح اس کی محتاجی کو دور کرنے کا ذریعہ ہو گا —— اور سَداد کے سین پر زبر پڑھی"

میں نے کہا' امیر المومنین! کیا انہوں نے یہ حدیث آپ کو درست بیان کی ہے؟ —— مجھے تو یہ حدیث عوف بن ابی جمیلہ اعرابی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کی —— کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

" جب کوئی مرد کسی عورت سے اس کے دین اور حسن و جمال کی بنا پر نکاح کرے کَانَ فِیْہِ سِدَادٌ مِّنْ عَوَزٍ
تو یہ عقد اس کی محتاجی کو دور کرنے کا وسیلہ بنے گا ——
میں نے سِداد کے سین کے نیچے زیر پڑھی"

مامون تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا تھا' یکدم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا ——

اور کہنے لگا' نضر! تمہارے نزدیک سَداد کی سین پر زبر پڑھنا غلط ہے؟ ——— میں نے کہا' امیر المؤمنین! واقعی اس کی جگہ زبر غلط ہی ہے ——— کہنے لگا' کیا تم میری غلطی نکال رہے ہو؟ ——— میں نے کہا' غلطی دراصل ہشیم کی ہے' وہ بڑا غلط کار تھا ——— امیرالمؤمنین نے تو اس کے تلفظ کی پیروی کی ہے ——— کہنے لگا' ان کے درمیان کیا فرق ہے؟ ——— میں نے کہا' سداد کی سین پر زبر ہو تو اس کا معنی دین اور طریقہ کار میں میانہ روی ہے ——— اور اگر سین کے نیچے زیر ہو تو اس کا معنی ہے سامان ضرورت ——— اور ہر وہ چیز جو بوقت حاجت کام آئے۔

مشہور شاعر عرجی نے کہا ہے

اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا

لِیَوْمِ کَرِیْهَةٍ وَّسِدَادِ ثَغْرٍ

○ میری قوم نے مجھے ضائع کر دیا' اور بہت بڑے جوان کو ضائع کر دیا

○ جو جنگ کے دن اور سرحد کی حفاظت کے وقت کام آتا تھا۔

مامون دیر تک سر جھکائے رہا ——— پھر کہنے لگا' اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل کرے جو زبان و ادب میں ماہر نہیں ہے ——— پھر ان سے عربوں کے بہت سے اشعار کے بارے میں پوچھا ——— نضر نے ہر سوال کا جواب عرب کی فصیح اور عمدہ ترین لغت کے مطابق دیا ——— مامون ان کے علم و ادب' قوت استحضار اور ذکاوت کے کمال سے بڑا متاثر ہوا۔

نضر کہتے ہیں کہ مامون نے کاغذ ہاتھ میں پکڑا ——— مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے؟

پھر مامون نے کہا

جب تم تحریر کی سیاہی خشک کرنے کے لیے کسی کو خط پر مٹی ڈالنے کا حکم دو گے تو کیا کہو گے؟ ——— میں نے کہا' میں کہوں گا "اَتْرِبْهُ" اسے خاک آلود کر دو ——— پوچھا کہ اس خط کو کیا کہو گے؟ ——— میں نے کہا "مُتْرَبٌ" ——— کہنے لگا' لفظ طِيْنٌ (مٹی) سے کیا کہو گے؟ ——— میں نے کہا' طِنْهُ ——— اور اس خط کو کیا کہیں گے؟ ——— میں نے کہا' مَطِيْنٌ ——— کہنے لگا' یہ پہلے سے بہتر ہے۔

غلام کو حکم دیا' اس تحریر کو مٹی ڈال کر خشک کرو' اور ان کو ساتھ لے کر یہ تحریر فضل بن سہل ؓ کو پہنچا دو ——— جب میں نے یہ تحریر فضل کو پیش کی تو اس نے کہا' نضر ! ——— امیر المؤمنین نے تمہیں پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ہے' اس کا سبب کیا ہے؟ ——— میں نے اسے تمام واقعہ بتایا تو کہنے لگا' تم نے امیر المؤمنین کے تلفظ کو غلط قرار دیا؟ ——— میں نے کہا' ہرگز نہیں! غلطی ہشیم بن بشیر کی تھی' وہ بہت غلطیاں کرتا تھا ——— امیر المؤمنین نے تو اس کے بیان کئے ہوئے لفظ کی پیروی کی تھی ——— فضل نے مجھے اپنی طرف سے تیس ہزار درہم دیئے ——— مجھ سے ایک صحیح لفظ حاصل کیا گیا' جس کے بدلے مجھے اسی ہزار درہم ملے ——— ۲۰۳ھ میں حضرت نضر بن شمیل کا انتقال ہوا' رحمہ اللہ تعالٰی ——— ان کی کئی تصانیف ہیں ——— (معجم الادباء کسی قدر تصرف کے ساتھ)

دور اول میں سلاطین اور امراء ایسے ہی ہوا کرتے تھے ——— علماء کی حوصلہ افزائی کرتے ' انعام و اکرام کی بارش کر کے انھیں شاد کام کرتے تھے؟ ——— ان کے علم و فضل اور علمی مقام کے قدر دان تھے ——— وہ خود بھی علم و ادب کے بلند مقام پر فائز تھے ——— اس لیے ان کے زمانے میں علم و ادب نے شاندار ترقی کی ——— انھوں نے علم و ادب کی بھرپور اشاعت کی ——— اور ارباب علم کی وہ عزت افزائی کی کہ ان کا سنہری دور بعد کے تمام زمانوں سے سبقت لے گیا۔

امت مسلمہ کی ترقی کا راز اسی بات میں پوشیدہ ہے کہ پیکر خلوص علماء کی عزت افزائی کی جائے ——— ان کی درست آراء اور قابل ستائش افکار کی روشنی میں وہ راستے ہموار کیے جائیں جو ملت اسلامیہ کی کامرانی کی ضمانت ہیں ——— بلاشبہ ان کے روشن افکار ہی امت مسلمہ کی ترقی کی مرکزی بنیاد ہیں ——— ان کی روشنی میں ہی امت مسلمہ اس صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتی ہے جس میں کوئی کجی نہیں ——— علماء دین وہ روشن چراغ ہیں جو مسلمانوں کے لیے خیر اور کامیابی کے راستے منور کرتے ہیں ——— مسلمان ان کی راہنمائی سے جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں راستہ پاتے ہیں ——— بگڑے ہوئے افکار کو صحیح' عقلی اور مضبوط بنیادوں پر درست اور تعمیر کرتے ہیں ——— یہ بنیادیں اتنی مستحکم ہیں کہ شدید سے شدید حملوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

---

۱ نضر بن شمیل مروزی' بصرہ کے رہنے والے اور قبیلہ بنی مازن سے تعلق رکھتے تھے

——— ثقہ ' محدث' شعر و ادب کے بڑے راوی ——— نحو کے ماہر اور تاریخ کے بڑے عالم تھے ——— ۲۰۳ھ خراسان میں مامون الرشید کے دور میں فوت ہوئے۔ ۱۲ فرفور

۲ مرو الشاہجہان' خراسان کا مشہور ترین شہر اور اس کا دارالخلافہ تھا ——— بہت بڑا شہر تھا' اس میں حنفیوں اور شافعیوں کے دو مدرسے تھے ——— اور یہ بڑا خوشحال شہر تھا۔ ۱۲ معجم البلدان

۳ حضرت عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب قریشی ہاشمی ——— رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے ——— ان کی کنیت ابو العباس تھی' ان کی والدہ ماجدہ ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ تھیں ——— حدیث صحیح میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سینے سے لگایا اور دعا کی ——— اے اللہ ! انہیں حکمت سکھا ——— وہ امت مسلمہ کے عظیم عالم ' بحرالعلوم اور بڑے علم والے صحابۂ کرام میں سے تھے ——— ۶۸ھ طائف میں ان کا انتقال ہوا ——— بحوالہ اصابہ ۔۱۲ فرفور

۴ فضل بن سہل خراسان میں مامون کا وزیر تھا ——— کہتے ہیں کہ اس سے جان چھڑانے کے لیے مامون نے اسے خفیہ طور پر قتل کروا دیا تھا ——— یہ عجمی الاصل وزیر تھا۔ ۱۲ فرفور

اللہ و رسول کا محبوب

جنگ احد کے دن لڑائی زور و شور سے جاری تھی' اتنے میں منادی نے اعلان کیا:

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ

"مرد میدان صرف علی ہیں اور تلوار صرف ذوالفقار ہے"

اس اعلان کا سبب یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جنگ میں عظیم جنگی کارنامے انجام دیے تھے ——— وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے شہسوار تھے ——— ان کے سامنے کوئی جنگجو نہیں ٹھہر سکتا تھا ——— وہ عرب کے ان بہادروں میں سے تھے جن میں سے ہر فرد ایک ہزار افراد پر بھاری تھا ——— ان کی زرہ کا صرف سینہ تھا' پشت نہیں تھی ——— کسی نے ان سے کہا' کہ آپ اس کی پشت کیوں نہیں بنوا لیتے؟ ——— فرمایا' اگر میں دشمن کو اپنی پشت دکھاؤں تو خدا کرے وہ میری زندگی کا آخری دن ہو۔

بدر میں کفار قریش کے ستر افراد مارے گئے ——— ان کا تہائی حصہ حضرت علی اور حضرت امیر حمزہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا ——— باقی دوسرے صحابہ کی تلواروں کا شکار ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ——— غزوۂ خندق میں عمرو بن ود عامری اپنے گھوڑے سمیت خندق پھلانگ کر آگیا اور اس نے چیلنج کیا ——— کہ ہے کوئی جو میرے مقابلے پر آئے ——— مسلمان اس کی قوت و شجاعت اور حملے کی شدت سے واقف تھے ——— اس لیے حضرت علی مرتضیٰ' شیر خدا رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی بھی اس کے سامنے نہیں گیا۔

تکبر و غرور کے پیکر عمرو بن ود نے چیلنج کرتے ہوئے کہا ——— مسلمانو! کہاں ہے تمہاری وہ جنت؟ ——— جس کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ تم میں سے جو مارا جائے گا وہ اس میں جائے گا ——— یہ ہے تمہارے سامنے جنت' آؤ اور اپنی حسرتیں پوری کر لو

حضرت علی مرتضیٰ کھڑے ہو کر کہنے لگے ——— یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے! میں اس کے مقابلے پر جاتا ہوں ——— رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا' سوچ لو! یہ عمرو ہے ——— عرض کیا' عمرو ہے تو ہوتا رہے ——— سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی ——— حضرت علی اس کے سامنے پہنچے تو اس نے ایک نوجوان کو مدمقابل دیکھ کر بڑے تکبر سے پوچھا' کون ہو تم؟ ——— فرمایا' میں علی ہوں ——— کہنے لگا' عبد مناف کے بیٹے؟ ——— فرمایا' نہیں! میں ابو طالب کا بیٹا ہوں ——— کہنے لگا' بھتیجے! تم اپنے چچوں میں سے کسی کو بھیجو' جو عمر میں تم سے بڑے ہوں' میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون بہاؤں ——— حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' لیکن میں تو تیرا خون بہانا' ناپسند نہیں کرتا ——— یہ سنتے ہی وہ آگ بگولا ہو گیا' گھوڑے سے چھلانگ لگائی' تلوار میان سے نکالی اور حضرت علی پر حملہ کر دیا ——— شیر خدا نے ڈھال آگے بڑھا دی' عمرو نے تلوار کا بھرپور وار کیا' جس سے ڈھال کٹ گئی اس کے ساتھ ہی تلوار ڈھال میں پھنس کر رہ گئی ——— پھر ذوالفقار حیدری بجلی کے کوندے کی طرح لپکی اور اس کے کندھے کے پٹھے کو کاٹتی ہوئی گزر

گئی ـــــ دشمن اسلام کھجور کے تنے کی طرح دھڑام سے نیچے گرا اور جنم پہنچ گیا ـــــ حضرت علی مرتضیٰ اور دیگر صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ـــــ یہ حشر دیکھ کر عمرو کے ساتھی راہ فرار اختیار کر گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر۲ کی طرف فوجی دستے روانہ کیے تو حضرت ابو بکر کو سفید جھنڈا دے کر خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا ـــــ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا دن جنگ کی اور پوری قوت صرف کر دی، لیکن شام تک قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

دوسرے دن حضرت عمر بن خطاب کو بھیجا، انہوں نے بھی بھرپور جدوجہد کی اور جان لڑا دی، مگر فتح حاصل نہ ہوئی ـــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــــ ہم کل اس شخص کو جھنڈا دیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا محبوب ہے ـــــ وہ بھاگنے والا نہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا ـــــ

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا، ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں ـــــ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا ـــــ اور فرمایا، یہ جھنڈا لو! اور روانہ ہو جاؤ ـــــ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرما دے۔

حدیث کے راوی حضرت سلمہ فرماتے ہیں ـــــ حضرت علی جھنڈا لے کر تیزی سے روانہ ہو گئے ـــــ ہم ان کے پیچھے چلتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے قلعہ خیبر کے نیچے پتھروں کے ٹیلے پر جھنڈا گاڑ دیا ـــــ قلعے کے اوپر ایک یہودی نے جھانک کر دیکھا اور پوچھا، آپ

کون ہیں؟ ——— فرمایا' علی ابن ابی طالب! ——— یہودی نے کہا' رب موسیٰ کی قسم! آپ سربلند ہو گئے ——— راوی کہتے ہیں کہ آپ اس وقت تک واپس نہیں ہوئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح نہیں کر دیا ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع فرماتے ہیں' ہم حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ نکلے ——— جب آپ قلعے کے قریب پہنچے تو قلعے والے' باہر نکل آئے' آپ نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی ——— ایک یہودی نے تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا' تو ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر گئی ——— آپ نے قلعے کا ایک دروازہ پکڑ کر ڈھال بنا لیا اور اسے ہاتھ میں پکڑے ہوئے جنگ کرتے رہے ——— یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرما دی' جب جنگ سے فارغ ہوئے تو دروازہ پھینک دیا ——— حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ وہ دروازہ اتنا بھاری تھا کہ ہم آٹھ آدمیوں نے مل کر اسے الٹنا چاہا' لیکن الٹا نہ سکے۔

جب آپ مسند خلافت پر فائز ہوئے' تو بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے ——— ان کے پاس اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہ رہا تو بازار میں جا کر اعلان کیا ——— کہ کون ہے جو میری تلوار خرید لے؟ ——— اگر میرے پاس چار درہم بھی ہوتے تو میں اسے فروخت نہ کرتا۔

آپ پیکر حزن و ملال بن کر محراب میں کھڑے ہوتے اور روتے ہوئے کہتے ——— اے دنیا! کسی دوسرے کو دھوکہ دے' کسی دوسرے پر اپنے فریب کا جال پھینک ——— میں تجھے حتمی طور پر تین طلاقیں

دے چکا ہوں ـــــــ جن میں رجوع کی ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک یہودی نے آپ پر دعویٰ کر دیا، حضرت عمر فاروق نے فرمایا ـــــــ جناب ابو الحسن! آپ اپنے فلاں مخالف کے سامنے کھڑے ہو جائیں ـــــــ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے، لیکن رنج و ملال کے آثار ان کے چہرے پر واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے ـــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیصلہ کر چکے تو فرمانے لگے، ابو الحسن! آپ مجھ پر ناراض ہوئے ہیں ـــــــ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ کرتے وقت ہمارے اور ذمیوں کے درمیان مساوات ملحوظ نہیں رکھتے تھے؟

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں آپ پر اس لیے ناراض نہیں ہوا کہ آپ نے فیصلہ کرتے وقت مجھے ذمی کے برابر کھڑا کر دیا، ـــــــ ناراضی کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے کہا، ابوالحسن، کھڑے ہو جائیں اور ذمی کا نام لے کر کہا، کہ اے فلاں کھڑا ہو جا ـــــــ حالانکہ یوں کہنا چاہیے تھا ـــــــ اے ابو فلاں کھڑا ہو جا، آپ نے مجھے کنیت سے خطاب کیا اور اسے کنیت سے مخاطب نہیں کیا۔ ـــــــ حضرت عمر فاروق نے ستائش بھری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا: ابو الحسن! آپ نے صحیح کہا ہے ـــــــ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی! خدا کرے میں اس شہر میں نہ ہوں جہاں آپ نہ ہوں۔

حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا ان دلاور مجاہدوں میں سے تھے جو حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے

تھے۔

دور آخر کے بدبخت ترین شخص عبدالرحمن بن ملجم نے آپ کو مسجد کے دروازے کے پاس دھوکے سے شہید کیا ——— اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور نوازشیں اس مقدس ہستی پر نازل ہوں ——— آپ بڑے جاں باز شہسوار، بار بار حملہ کرنے والے شیر، وسیع العلم، تبحر عالم، زہد و تقویٰ کے پیکر اور نازش فصاحت و بلاغت خطیب تھے۔

نوٹ:

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بہت کمزور اشعار منسوب کیے جاتے ہیں ——— جو آپ کے بلند ترین مقام اور فصاحت و بلاغت کے شایان شان نہیں ہیں ——— مازنی کا بیان ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے صرف دو شعر مروی ہیں اور وہ یہ ہیں

تِلْكُمْ قُرَيْشٌ تَمَنَّانِي لِتَقْتُلَنِيْ فَلَا وَرَبِّكَ مَا بَرُّوْا وَلَا ظَفِرُوْا

اِنْ يَقْتُلُوْنِيْ فَلِيْ مِنْ ذِمَّةٍ لَهُمْ

بِذَاتِ وَدْقَيْنِ لَا يَعْفُوْ لَهَا اَثَرٌ

- یہ قریش ہیں جنہوں نے مجھے قتل کرنے کی آرزو کی ——— تیرے رب کی قسم! وہ نہ تو اپنی آرزو پوری کر سکے اور نہ ہی کامیاب ہوئے۔
- اگر وہ مجھے قتل کر دیں تو میرے پاس شدید جنگ کے سبب ان کا ایک عہد ہے جس کا نشان مٹ نہیں سکتا (یعنی میں نے

انہیں سخت نقصان پہنچایا ہے) دیکھیے قاموس مادہ (ودق) ۴

حقیقت یہ ہے کہ ہم تک امام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے جو خطبات، مواعظ اور بلیغ ارشادات پہنچے ہیں، ان کی فصاحت و بلاغت ان رکیک شعروں کے ساتھ میل نہیں کھاتی جو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔

---

۱ یہ وہ جنگ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احد پہاڑ کے پاس لڑی ——— اس میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمانوں کی صفیں بکھر گئیں ——— حضرت امیر حمزہ اور ستر سے زیادہ صحابۂ کرام شہید ہوئے ——— رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ ۱۲ فرفور

۲ خیبر وہ جگہ ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کیا ——— مدینہ منورہ سے شام کی طرف جاتے ہوئے، اڑتالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے ——— یہ علاقہ سات قلعوں، کھجور کے باغوں اور کھیتوں پر مشتمل ہے۔ ۱۲ معجم البلدان

۳ عرب کے دستور کے مطابق کسی کو تعظیم کے ساتھ خطاب کرنا مقصود ہوتا تو کنیت سے مخاطب کرتے تھے اور جس کی تعظیم مقصود نہ ہوتی ——— اس کا نام لے کر پکارتے تھے ۔ ۱۲ شرف

۴ القاموس اور لسان العرب میں تیسرا مصرع اس طرح ہے وان ھلکت فرھن ذمتی لھم ۔ ۱۲ شرف

خلفائے اسلام کی وصیّت اُمرائے نام

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وصیت میمون بن مہران کے نام

میمون بن مہران کہتے ہیں

جب خلیفۂ راشد' حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مجھے جزیرہ کے خراج کی وصولی اور حران کے بیت المال کے انتظام پر مقرر کیا ——— تو مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا میمون! چار عادتیں چھوڑ دو ——— (۱) جہاں تک ہو سکے کسی بادشاہ کے پاس نہ جانا' اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم اسے نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ——— (۲) کبھی تنہائی میں کسی اجنبی عورت کے پاس نہ بیٹھنا' اگرچہ تم کہو کہ میں اسے قرآن پاک پڑھاتا ہوں ——— (۳) کبھی ایسی گفتگو نہ کرنا جس سے تمہیں معذرت کرنی پڑے ——— (۴) جو شخص اپنے قریبی رشتے داروں سے نیکی نہ کرتا ہو' اس سے کبھی بھلائی کی امید نہ رکھنا

پھر ان کے بیٹے عمر بن میمون کو جزیرے کا حکمران مقرر کر دیا۔

---

۱ حران شام کا ایک شہر ——— اس کی طرف نسبت حرنانی ہے ——— حرانی نہیں ہے - ۱۲ فرفور

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

سعد بن ابی وقاص کے نام

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں غور و فکر کیا کہ لشکر عراق کا کمانڈر کسے بنائیں؟ ——— اس سلسلے میں صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا ——— سعد بن ابی وقاص ؓ قبیلۂ ہوازن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھے ——— حضرت عمر فاروق اس سے پہلے انہیں لکھ چکے تھے کہ ایسے افراد کی فہرست تیار کرو جو بہادر ——— اصحاب فکر اور میدان جنگ کے آدمی ہوں ——— حضرت سعد کا مکتوب اس وقت پہنچا 'جب فاروق اعظم' صحابۂ کرام سے مشورہ کر رہے تھے کہ کسے عراق بھیجا جائے؟

حضرت سعد نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ میں نے آپ کے لیے ایک ہزار سوار منتخب کئے ہیں ——— جن میں سے ہر ایک صاحب فکر و دانش اور اپنی قوم کی عزت و ناموس کی پاسداری کرنا جانتا ہے ——— یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم کی فضیلت اور دانشوری کے امین ہیں ——— حضرت عمر فاروق نے مکتوب پڑھا تو حاضرین نے کہا' آپ کی مطلوبہ شخصیت مل گئی ہے ——— فرمایا' کون؟ صحابۂ کرام نے کہا: صف شکن شیر' سعد بن مالک ——— فاروق اعظم خوش ہو گئے' وہ سعد کی جاں بازی سے واقف تھے 'اس لیے انہیں دلی اطمینان حاصل ہو گیا ——— چنانچہ انہوں نے پیغام بھیج کر انہیں بلایا اور جنگ عراق کا کمانڈر بنا دیا ——— اور جانے سے پہلے انہیں جو نصیحت کی وہ حضرت سعد کے لیے سند کا درجہ رکھتی تھی ——— اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے معاون بھی تھی۔

وہ نصیحت یہ تھی

"اے سعد! بنو وہیب کے سعد! تمہیں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے یہ بات مغرور نہ کر دے کہ تمہارے
بارے میں کہا گیا ہے ـــــ کہ تم رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں اور صحابی ہو
ـــــ اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں' بلکہ بُرائی کو
نیکی سے مٹاتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ اور بندے کے
درمیان اگر کوئی تعلق ہے تو وہ اس کی فرمانبرداری کا ہے
ـــــ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب لوگ برابر ہیں
ـــــ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اور وہ اس کے
بندے ہیں ـــــ ان میں سے فضیلت والا وہی ہے
جسے وہ امن و عافیت عطا فرما دے ـــــ بندے
اطاعت ہی کے ذریعے اجر و ثواب پاتے ہیں ـــــ
اس طریقے کو پیش نظر رکھو' جس پر تم نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے ـــــ اسے
لازم پکڑ لو کہ وہی صحیح طریقہ ہے۔
آپ کے لیے میری یہی نصیحت ہے ـــــ اگر
آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا
ـــــ تو آپ کا عمل برباد ہو جائے گا ـــــ اور
آپ خسارے والوں میں سے ہوں گے"

امیر المؤمنین عمر فاروق نے انہیں صبر اور ثابت قدمی کی نصیحت کی
ـــــ انہیں اور ان کے ساتھ جمع ہونے والے چار ہزار مجاہدوں کو
رخصت کیا ـــــ یہ لشکر اصحاب شوکت و دانش افراد پر مشتمل تھا
ـــــ حضرت عمر فاروق نے ہر ایک سردار مفکر' صاحب اقتدار و شوکت
اور ہر خطیب اور شاعر کو نصیحت فرمائی ـــــ یہ لشکر عرب کے نامور
بہادروں اور میدان جنگ کے آزمودہ کار چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل تھا۔

انہیں رخصت کرتے وقت یہ بھی نصیحت کی
میں نے آپ کو جنگ عراق کا کمانڈر بنایا ہے' آپ میری نصیحت کو یاد رکھیں! ــــــ آپ کو بہت ہی سخت اور ناگوار معاملے سے واسطہ پیش آئے گا ــــــ جس سے نیکو کار ہی بچ کر نکل سکتا ہے ــــــ اس لیے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو نیکی کا عادی بنائیں اور اس کی برکت سے فتح حاصل کریں ــــــ یاد رکھئے! کہ ہر عادت کا ایک بنیادی عنصر ہوتا ہے' اور نیکی کا بنیادی عنصر صبر ہے ــــــ لہٰذا آپ کو جو تکلیف اور مصیبت پیش آئے اس پر صبر کرنا ــــــ بس صبر کرنا ــــــ اللہ تعالیٰ کی خشیت آپ کو میسر آ جائے گی ــــــ یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت دو چیزوں میں جمع ہوتی ہے ــــــ (۱) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اپنانا ــــــ (۲) اس کی نافرمانی سے بچنا ــــــ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بنیاد' دنیا سے نفرت اور آخرت سے محبت ہے ــــــ اور نافرمانی کی بنیاد دنیا کی محبت اور آخرت کی عداوت ہے ــــــ دلوں کی کچھ حقیقتیں ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے ــــــ ان میں سے کچھ مخفی ہیں اور کچھ ظاہر ــــــ ظاہر یہ ہے کہ انسان کے نزدیک راہ حق میں تعریف اور مذمت کرنے والا برابر ہو ــــــ مخفی حقیقت کا پتا اس طرح چلتا ہے کہ اس کے دل سے حکمت و دانش کی باتیں اس کی زبان پر آ جاتی ہیں ــــــ اور لوگ اس سے والہانہ محبت کرتے ہیں' لہٰذا محبوبیت سے کبھی بے نیاز نہ ہونا ــــــ انبیاء کرام نے لوگوں کی محبت کی دعا کی ہے ــــــ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو اسے لوگوں کا بھی محبوب بنا دیتا ہے ــــــ اور جب کسی کو دشمن قرار دیتا ہے تو اسے لوگوں کی نظر میں بھی دشمن بنا دیتا ہے ــــــ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ دیکھ لیجیے کہ آپ کا مقام آپ کے ان بھائیوں کے نزدیک کیا ہے؟ ــــــ جو دین کے راستے پر آپ کے ساتھ چل رہے ہیں۔

خلفاء کرام، لشکروں کے کمانڈروں کو ایسی نصیحتیں کرتے تھے جو تمام مجاہدوں کے دلوں میں عظیم روح پھونک دیتی تھیں ——— چنانچہ ان کی روحیں مادی دنیا سے بہت اونچی ہو جاتی تھیں ——— اور عظمتوں کی بلندیوں کو چھونے لگتیں تھیں ——— ان کی تمام تر توجہ، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرنے اور نافرمانی کے ترک کرنے کے ذریعے فضائل و کمالات کے حاصل کرنے کی طرف ہوتی تھی ——— اسی لیے فتح و نصرت ان کے ہم رکاب ہوتی تھی ——— اور وہ جدھر رخ کرتے تھے، عزت اور کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔

---

۱ سعد بن مالک اور سعد بن ابی وقاص ایک ہی شخصیت ہے، جلیل القدر صحابی، سترہ سال کی عمر میں اسلام لائے ——— فرماتے ہیں کہ نماز کے فرض ہونے سے پہلے اسلام لایا ——— یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام کے لیے خون بہایا اور تاریخ اسلام میں پہلے تیر چلانے والے ہیں ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں شریک ہوئے اور جاں نثاری کا خوب خوب مظاہرہ کیا ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب ان کی طرف توجہ فرماتے تو ارشاد فرماتے ——— یہ ہمارے ماموں ہیں، ہمیں کوئی شخص ان جیسا ماموں تو دکھائے ——— حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مستجاب الدعوۃ تھے ——— زبردست تیر انداز تھے، انہوں نے احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر ایک ہزار تیر چلائے ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرماتے تھے ——— سعد! میرے ماں باپ تم پر فدا، تیر چلاؤ ——— مقام عقیق میں ان کا وصال ہوا، مہاجر صحابہ میں سے سب سے آخر میں ان کا وصال ہوا ——— جب لشکر عراق کے کمانڈر بنائے گئے تو اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ ۱۲ فرفور

ابنِ مبارک

س ـــــ انسان کون ہیں؟

ج ـــــ علماء

س ـــــ بادشاہ کون ہیں؟

ج ـــــ جو دنیا سے بے رغبت ہوں

س ـــــ کمینہ کون ہے؟

ج ـــــ جو اپنا دین بیچ کھائے

یہ عبداللہ بن مبارک کے جوابات ہیں ـــــ جب ان سے پوچھا گیا کہ انسان کون ہیں ـــــ؟ بادشاہ کون ہیں؟ ـــــ اور کمینہ کون ہے؟ ـــــ انہوں نے لوگوں کے صحیح فہم کے لیے ایسا راستہ کھول دیا، جس سے وہ مانوس نہیں تھے ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب میں یہ آیت کریمہ اتاری ہے جو علماء کی عظمت اور ان کی رفعت شان کی دلیل ہے

ارشاد فرمایا

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

"اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں"

اس لیے علم وہ معزز شے ہے، جس کی عزت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ علم اپنے علاوہ کسی دوسری چیز کے لیے وقف ہو ـــــ علم برائے علم ہی ہونا چاہیے ـــــ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص علم کو کسی دوسری چیز کے حصول کا ذریعہ بنائے وہ ذلیل ہوتا ہے ـــــ اگرچہ مال و جاہ اور منصب کے اعتبار سے بلند مرتبہ رکھتا ہو۔

عبد اللہ بن مبارک جب حج کرنے کے لیے خراسان سے مکہ مکرمہ پہنچے ـــــ تو خراسان کے شہرہ آفاق عالم و عارف کا استقبال کرنے

——— اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے' سب لوگ اُمڈ پڑے ——— مکہ معظمہ میں صرف بچے اور بوڑھے رہ گئے یا پھر کچھ عورتیں ہارون رشید کی ایک بیوی مکہ مکرمہ میں تھی' وہ کہنے لگی ——— کیا بات ہے کہ مکہ معظمہ میں کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا؟ ——— اسے بتایا گیا کہ لوگ خراسان کے نادر روز علامہ' عبداللہ بن مبارک کا استقبال کرنے اور ان سے برکت حاصل کرنے گئے ہیں ——— اسے اس بات پر تعجب ہوا کہ لوگوں کے دلوں کے رابطے اپنے علماء سے اس قدر مضبوط ہیں ——— اسے احساس ہوا کہ بادشاہ تو صرف جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں ——— روحوں پر تو علماء کی حکمرانی ہے ——— اس نے دیوار پر ہاتھ مار کر کہا' یہ حقیقی حکومت ہے ——— ہارون رشید کی حکومت حقیقی نہیں جو لوگوں کو ڈنڈوں کی زد پر جمع کرتی ہے۔

ابن مبارک نے امام اعظم ابو حنیفہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ——— ایک دن امام اعظم نے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں دریافت کیا ——— پہلے تو وہ شرما گئے' پھر کہنے لگے ——— میں ایک دن اپنے دوستوں کے ساتھ ایک گانے والی عورت کے باغ میں بیٹھا ہوا تھا ——— ہم رات تک کھاتے پیتے رہے' مجھے طنبورہ بجانے کا بہت شوق تھا ——— ساری رات اسی شوق کو پورا کرنے میں گزر گئی ——— سحری کے وقت سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پرندہ عین میرے سر پر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

"کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا' کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور نازل ہونے والے حق کے لیے جھک جائیں"۔

میں نے خواب ہی میں کہا' کیوں نہیں! کیوں نہیں! ——— جب

میں بیدار ہوا تو میرا دل رعب اور ہیبت سے بھرا ہوا تھا ——— میں نے اٹھ کر اپنا طنبورہ توڑ دیا' اور لہو و لعب کے جتنے آلات میرے پاس تھے ——— سب جلا کر خاکستر کر دیے ——— یہ دنیا اور اس کی لذتوں سے میری بے رغبتی کا آغاز تھا ——— عبداللہ بن مبارک زہد و تقویٰ' علم و ادب اور شعر و شاعری کی منزلیں طے کرتے رہے ——— یہاں تک کہ جامع کمالات بن گئے ——— علم و فضیلت میں امام اور مقتداء بنے ——— فضیلت و برتری میں اس بلند ترین جماعت کے رکن رکین بن گئے ——— جن کی ہر جگہ اور ہر زمانے میں اقتداء کی جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا

تم لوگوں کو خوبیوں کی کانیں پاؤ گے ——— ان میں سے جو دور جاہلیت میں بہترین تھے' وہ اسلام میں بہترین ہوں گے ——— جب کہ وہ دین کا فہم حاصل کر لیں۔

۱۔ القرآن الحدید' آیت ۱۲۔

۲۔ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب بدء الخلق کے باب مناقب قریش میں روایت کی ۱۲۔ فیروز

سخاوت کا پیکرِ مجسم

عبد اللہ بن جدعان 'دور جاہلیت میں شہرہ آفاق سخی' اور جود و کرم کا چلتا پھرتا پیکر تھے ——— وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے ——— ان کی کنیت ابو زہیر تھی اور قبیلہ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے ——— شراب کے بڑے رسیا اور دلدادہ تھے ——— ایک دن دوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر جام پہ جام چڑھاتے گئے ——— جب شراب کے نشے نے اپنا رنگ دکھایا ——— اور ہوش حواس جواب دے گئے تو ہاتھ بڑھا کر چاند کو پکڑنے کی کوشش کی ——— مدہوشی میں سمجھ بیٹھے کہ چاند قریب ہی ہے ——— ان کے ساتھی خوب ہنسے اور ان کا بری طرح مزاح اڑایا ——— نشہ اترنے پر جب انہیں یہ کیفیت بتائی گئی ——— تو اپنے فعل پر بڑے نادم اور شرمسار ہوئے ——— انہیں احساس ہوگیا کہ شراب خانہ خراب' باعزت آدمی کو ذلیل اور معزز آدمی کے وقار کو مجروح کر دیتی ہے ——— انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ زندگی بھر کبھی شراب نہیں پیوں گا ——— انہوں نے شراب کے نقصانات' بے عزتی' ذلت و رسوائی کو دیکھتے ہوئے 'اسلام سے پہلے ہی دور جاہلیت میں شراب اپنے اوپر حرام کرلی۔

ابن جدعان' صاحب الجفنہ کے لقب سے مشہور تھے ——— انکی دیگ اتنی بڑی تھی کہ کوئی بھی شخص اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے اس میں سے کھا سکتا تھا ——— ایک دفعہ ایک چھوٹا بچہ اس میں گر کر ڈوب گیا ——— جسے مردہ حالت میں نکالا گیا۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم عبد اللہ بن جدعان کی دیگ کے سائے میں بیٹھا کرتے تھے"۔

وہ ابتداءً قلاش' شرپسند' لٹیرے اور جرائم پیشہ تھے ———

لوگ ان کے والد اور ان کی قوم کے پاس شکایتیں لے کر آتے ـــــــ
اور انہیں بہت سا مال دیت اور جرمانے کے طور پر دینا پڑتا ـــــــ تنگ
آ کر خاندان والوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا ـــــــ باپ نے انہیں گھر
سے نکال دیا اور عاق کر دیا ـــــــ چونکہ انہوں نے اپنے باپ کو بہت
تکلیفیں دی تھیں اور جرمانوں کا بھاری بوجھ اس کے کندھوں پر ڈال دیا تھا
ـــــــ اس لیے اس نے قسم کھائی کہ میں انہیں کبھی پناہ نہیں دوں گا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا والد اور خاندان ان کا دشمن بن گیا
ہے ـــــــ وہ سب ان کے خلاف متفق ہو گئے ہیں' اور ان کے لیے ان
کے پاس کوئی جگہ نہیں رہی ـــــــ تو وہ حیران اور پریشان مکہ مکرمہ کے
پہاڑوں کی گھاٹیوں میں موت کی تلاش میں مارے مارے پھرنے کے لیے نکل
گئے ـــــــ ایک وقت تھا جب وہ عزت و دولت اور ارجمندی کی زندگی
بسر کر رہے تھے ـــــــ آج یہ حالت تھی کہ فقر و فاقہ اور بدبختی کا
ہولناک رقص ان کے آگے پیچھے جاری تھا ـــــــ اس لیے ان کی آرزو
تھی کہ کاش! موت مجھے اپنی آغوش میں لے لے۔

شریف النفس کا یہی حال ہوتا ہے ـــــــ اس کے لیے لوگوں کی
نگاہوں سے گر جانا ـــــــ پہاڑوں کی چوٹیوں سے گر جانے کی نسبت
آسان ہوتا ہے ـــــــ چلتے چلتے انہیں پہاڑ کا ایک شگاف دکھائی دیا' وہ
بے دھڑک اس میں داخل ہو گئے ـــــــ ان کی تو خواہش ہی یہ تھی کہ
اندر کوئی ایسی چیز ہو جو مجھے ہلاک کر دے ـــــــ اور اس شقاوت و
مشقت سے نجات دلا دے جسے میں برداشت کر رہا ہوں ـــــــ لیکن
انہیں ایسی کوئی چیز بھی تو نظر نہ آئی ـــــــ وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے'
آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر بہت بڑے اژدھا پر پڑی
ـــــــ جس کی آنکھوں سے چراغوں ایسے شعلے نکل رہے تھے
ـــــــ
ابھی وہ پورے غور کے ساتھ اسے دیکھ بھی نہیں پائے تھے کہ اژدھا نے
حملہ کر دیا ـــــــ اور کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح ان کی طرف بڑھا

——— ان پر دہشت طاری ہو گئی اور غیر ارادی طور پر ایک طرف ہٹ کر اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا ——— اژدھا ان پر نظر غلط ڈالے بغیر پیچھے ہٹ گیا۔

انہیں حیرت ہوئی کہ یہ کیسا اژدھا ہے؟ ——— جس نے معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچائی ——— وہ حیرت کا مجسمہ بنے سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ جیتا جاگتا اژدھا نہیں ہے ——— بلکہ دھات یا کسی دوسری چیز کا مصنوعی اژدھا ہے ——— جی کڑا کر کے، نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے، اس کی طرف بڑھے ——— اور قریب جا کر اس پر ہاتھ ڈال دیا ——— وہ واقعی سونے کا مصنوعی اژدھا تھا ——— اس کی آنکھوں میں دو یاقوت جڑے ہوئے تھے، جو چراغ کی طرح جگمگا رہے تھے ——— انہوں نے سانپ کی گردن مڑور دی اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں ——— پھر انہیں پہاڑ کے اسی شگاف میں ایک کمرہ دکھائی دیا ——— وہ اس میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ چارپایوں پر لمبی لمبی لاشیں پڑی ہوئی ہیں ——— ان کے سرہانے سونے کی تختیاں رکھی ہوئی ہیں ——— جن پر اشعار اور نصیحتیں لکھی ہوئی ہیں۔

ایک تختی پر لکھا ہوا تھا

میں نفیلہ بن عبد المدّان بن حشرم بن عبد یالیل بن جرھم بن قحطان بن نبی اللہ سیدنا ہود علیہ السلام ہوں ——— میں پانچ سو سال زندہ رہا ——— میں نے دولت اور حکومت حاصل کرنے کے لیے تمام زمین کو اندر، باہر کھنگال ڈالا ——— یہ سب کچھ مجھے موت کے منہ میں جانے سے بچا نہ سکا۔

ایک دوسری تختی پر لکھا ہوا تھا

قَدْ قَطَعْتُ الْبِلَادَ فِيْ طَلَبِ الثَّرْوَ ۃِ وَالْمَجْدِ قَالِصَ الْأَثْوَابِ

وَوَصَلْتُ الْبِلَادَ قَفْرًا بِقَفْرٍ بِقَنَاتِيْ وَقُوَّتِيْ وَاكْتِسَابِيْ

فَأَصَابَ الرَّدٰى بَنَاتِ فُؤَادِيْ بِسِهَامٍ مِّنَ الْمَنَايَا صِيَابِ

فَانْقَضَتْ شِرَّتِيْ وَاقْصَرَ جَهْلِيْ وَاسْتَرَاحَتْ عَوَاذِلِيْ مِنْ عِتَابِيْ

وَدَفَعْتُ السَّفَاهَ بِالْحِلْمِ لَمَّا نَزَلَ الشَّيْبُ فِيْ مَحَلِّ الشَّبَابِ

صَاحِ هَلْ رَيْتَ اَوْسَمِعْتَ بِرَاعٍ

رَدَّ فِي الضَّرْعِ مَاقَرٰى فِي الْحِلَابِ

○ میں نے نئے نئے کپڑے پہن کر دولت و شرافت کی تلاش میں شہروں کے شہر طے کیے

○ میں اپنے نیزے' طاقت اور کمائی کے بل بوتے پر صحراء بصحراء گھومتا ہوا شہروں تک پہنچا۔

○ تو موت نے نشانے پر لگنے والے ہلاکتوں کے تیر' میرے دل کی شریانوں میں پیوست کر دیئے

○ میری تیز طراری دھری کی دھری رہ گئی' میری جہالت دم توڑ گئی' اور ملامت کرنے والی خواتین کی جان مجھے کوسنے سے چھوٹ گئی۔

○ جب بڑھاپے نے جوانی کی جگہ لے لی تو میں نے علم کے ذریعے لوگوں کی بے وقوفی کا دفاع کیا۔

○ اے دوست! تو نے کبھی دیکھا یا سنا؟ کہ کسی چرواہے نے برتن میں دوہا ہوا دودھ جانور کے تھنوں میں واپس لوٹا دیا ہو (اسی طرح گئی ہوئی جوانی اور زندگی واپس نہیں آتی)

عبداللہ بن جدعان کو اس گھر میں سرخ یاقوت' تابدار موتیوں' سونے' چاندی اور زبرجد کا ڈھیر ملا ——— انہوں نے جو کچھ اٹھا سکے' اٹھا لیا اور باہر نکل آئے ——— دروازے کو پتھروں سے بند کیا اور پہاڑ کے شگاف

پر نشان لگا دیا ——— باپ کو راضی کرنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ڈھیروں مال اس کے پاس بھجوا دیا ——— خاندان کے افراد نے جو ان سے قطع تعلق کر چکے تھے از سر نو ان سے تعلقات استوار کیے ——— ان میں سے ہر ایک کو بیش قیمت تحائف پیش کیے ——— جلد ہی اقرباء نوازی کی بدولت اپنے قبیلے کے سردار بن گئے ——— اور اس خزانے کو حاجتمندوں پر لٹانا شروع کر دیا ——— کھانا کھلانا' کپڑے تقسیم کرنا اور جودوسخا' شب و روز کا معمول بن گئے ——— یہاں تک کہ وہ اس زمانے میں سخاوت و کرم کی درخشندہ مثال بن گئے ——— ان کی فیروز بختی کا ستارہ جو بے نور ہو چکا تھا' چمک کرنے لگا ——— اور جو لوگ انہیں نفرت و حقارت کی بناپر چھوڑ گئے تھے ——— وہ پھر ان کے حلقۂ یاراں میں داخل ہو گئے۔

حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی دعا آئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَاَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔

"اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بہترین بدلہ عطا فرما' اور بخیل کا مال تلف فرما"۔

---

۱ ۔ امام بخاری نے یہ حدیث باب الزکوۃ میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے ——— اس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں ۔مامن یوم یصبح العباد فیہ (الحدیث)امام مسلم بھی یہ حدیث باب الزکوۃ میں لائے ہیں ۔۱۲ فروز

تقاضائے ایمان، قناعت اور عفت

منصور جب خلیفہ نہیں بنا تھا' اس وقت عمرو بن عبید اس کا یار غار تھا' ان کے درمیان بڑی دوستی اور محبت تھی ——— ان کی آپس میں بڑی بے تکلف مجلسیں ہوا کرتی تھیں ——— اور اس دور کے کئی یادگار واقعات تھے۔

ایک دن عمرو بن عبید' ابو جعفر منصور سے ملاقات کے لیے گئے ——— خلیفۂ وقت بڑے احترام سے پیش آیا' اپنے پاس بٹھایا' اور دوستانہ انداز میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا ——— مجھے کچھ نصیحت کیجئے! عمرو نے اسے دنیا و آخرت میں نفع دینے والی اور راہ نجات ہموار کرنے والی نصیحتیں کیں ——— پھر کہنے لگے 'آج یہ اقتدار تمہارے ہاتھ میں ہے' اگر تم سے پہلے لوگوں کے پاس رہتا تو تم تک نہ پہنچتا ——— اس لیے اس رات سے ڈرو جو تمہاری زندگی کی آخری رات ہو۔

منصور نے ان کی گفتگو سننے کے بعد کہا' ہم تمہارے لیے دس ہزار درہم کا حکم دیتے ہیں ——— عمرو نے کمال قناعت اور غنائے نفس کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا' مجھے نہیں' چاہیں یہ دراہم ——— خلیفہ نے ان کی بات سنی تو حیران رہ گیا ——— اسے ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ اس کا عطیہ یوں رد کر دیا جائے گا ——— اس نے قسم کھا کر کہا: واللہ! تم یہ دراہم ضرور لو گے ——— عمرو نے بھی قسم کھا کر کہا' واللہ! میں نہیں لوں گا۔

منصور کا بیٹا مہدی حاضر تھا ——— اس نے دونوں کو قسم کھا کر بات کرتے ہوئے سنا' تو کہنے لگا ——— امیر المؤمنین بھی قسم کھاتے ہیں

اور آپ بھی قسم کھاتے ہیں؟ ـــــــ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر خلیفہ قسم کھائیں تو آپ کو ان کے مقابل قسم نہیں کھانی چاہیے ـــــــ بلکہ اطاعت کرنی چاہیے۔

عمرو نے منصور کی طرف دیکھ کر پوچھا' یہ جوان کون ہے؟

ـــــــ منصور نے کہا ـــــــ یہ میرا ولی عہد اور بیٹا مہدی ہے

ـــــــ عمرو نے کہا' اللہ کی قسم! تم نے اسے وہ لباس پہنایا ہے جو صالحین کا لباس نہیں ہے ـــــــ تم نے اس کا نام ایسا رکھا ہے جس کا وہ مستحق نہیں ہے ـــــــ تم نے اس کے لیے اقتدار کا انتظام کیا جو اس کے لیے فائدہ مند تو ضرور ہو گا ـــــــ لیکن اس کی پوری توجہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

پھر عمرو نے مہدی کی طرف متوجہ ہو کر کہا

"بھتیجے! تیرے باپ نے قسم کھائی اور تیرے چچا نے اس کی قسم توڑ دی ـــــــ کیونکہ تیرا باپ' تیرے چچا کی نسبت کفارہ ادا کرنے کی طاقت زیادہ رکھتا ہے"

منصور اس کی جرأت اور فصاحت دیکھ کر حیران رہ گیا ـــــــ کہنے لگا' آپ کا کوئی کام ہو تو بتائیں؟ ـــــــ اس کا خیال تھا کہ میں اس کا کوئی بھی کام کر سکتا ہوں ـــــــ لیکن عمرو نے بلندی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا' مجھے آپ کبھی نہ بلوائیں ـــــــ میں نے آنا ہوا تو خود آ جاؤں گا ـــــــ خلیفہ کو اس خلاف توقع جواب سے اتنا صدمہ ہوا کہ وہ کئی لمحے کوئی بات نہ کر سکا ـــــــ کچھ دیر بعد کہنے لگا' تب تو آپ مجھ سے ملاقات ہی نہیں کر سکیں گے ـــــــ عمرو نے کہا' میں بھی یہی چاہتا ہوں ـــــــ یہ کہا' اور خلیفہ کو اس کے خیالات میں گم چھوڑ کر اپنی راہ لی ـــــــ خلیفہ انہیں تعجب اور احترام کی نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا۔

یہ تھی خلیفہ کے بمقابل علماء کی عظمت ـــــــ جب خلفاء' سلاطین اور امراء اپنے علماء سے مشورے لیتے تھے ـــــــ اور چونکہ مخلص علماء حکمرانوں اور امراء کے مال و دولت سے بے نیاز ہوتے تھے ـــــــ اس لیے ان کے ناصحانہ مشوروں سے ارباب اقتدار کی غلطیوں کی اصلاح ہو جاتی تھی۔

مسلمانوں کے بارے میں
شاہ چین کی شاہ ایران کو نصیحت

جب شاہ ایران کا پایۂ تخت مدائن فتح ہو گیا ——— اور عرب مسلمانوں کا اثر و نفوذ سرزمین ایران میں بڑھا ——— تو شاہ ایران نے عربوں کے خلاف امداد حاصل کرنے کے لیے 'اپنا ایک سفیر شاہ چین کے پاس بھیجا ——— بادشاہوں کی یہ روایت ہے کہ وہ مشکل حالات میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہیں ——— سفیر شاہ چین کے بھاری بھرکم تحائف لے کر' واپس آیا ——— اور اس نے یزدجرد کو رپورٹ دیتے ہوئے بتایا ——— شاہ چین نے مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا 'جو ہمارے شہروں پر مسلط ہو گئے ہیں ——— اس نے یہ بھی کہا' کہ تمہارے بیان کے مطابق ان کی تعداد کم ہے ——— اور تمہیں تعداد کے اعتبار سے ان پر برتری حاصل ہے ——— حالانکہ میں نے سنا ہے کہ وہ قلت تعداد کے باوجود تمہاری کثرت پر بھاری رہتے ہیں ——— وہ فائدے میں رہتے ہیں اور تمہیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

میں نے کہا' آپ اپنی پسند کی جو بات پوچھنا چاہیں 'پوچھ سکتے ہیں

شاہ چین ——— جب وہ معاہدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں؟

سفیر ——— جی ہاں

شاہ چین ——— جنگ کرنے سے پہلے وہ تمہیں کیا کہتے ہیں؟

سفیر ——— ہمیں تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دیتے ہیں

(۱) ہم ان کے دین کی پیروی کریں' اگر ہم ان کی دعوت قبول کر لیں تو ہمارا اور ان کا راستہ ایک ہو جائے گا ——— جو ان کے حقوق وہی ہمارے' اور جو ان کی ذمہ داریاں' وہی ہماری ذمہ داریاں ہوں گی (۲) ہم انہیں جزیہ ادا کریں (۳) جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔

شاہ چین ——— وہ اپنے حکمرانوں کی اطاعت کیسی کرتے ہیں؟

سفیر ——— جس طرح نہایت فرمانبردار مرید اپنے مرشد کی اطاعت کرتے ہیں

شاہ چین ——— وہ کن چیزوں کو حلال اور کن چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں؟

سفیر ——— فلاں فلاں چیزوں کو حرام اور باقی چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں

شاہ چین ——— جس چیز کو وہ حلال قرار دیتے ہیں اسے کبھی حرام بھی جانتے ہیں؟ ——— اور جس چیز کو وہ حرام کہتے ہیں اسے کبھی حلال بھی قرار دیتے ہیں؟

سفیر ——— نہیں

شاہ چین ——— سن لو! جب تک یہ لوگ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دیں گے، کبھی تباہ نہیں ہوں گے۔

شاہ چین ——— ان کے لباس کے بارے میں بتاؤ؟

سفیر ——— وہ ایسا ایسا لباس پہنتے ہیں۔

شاہ چین ——— ان کی سواریاں کیا ہیں؟

سفیر ——— عربی گھوڑے ——— اس کے ساتھ ہی ان کے اوصاف بھی بیان کر دیئے

شاہ چین ——— یہ تو بہت عمدہ گھوڑے ہیں۔

سفیر ——— وہ اونٹوں پر بھی سواری کرتے ہیں، نیز یہ بھی بتایا کہ ان کے بیٹھنے کا انداز کیا ہے؟ ——— اور وہ بوجھ سمیت کس طرح اٹھتے ہیں؟

شاہ چین ——— ہاں! لمبی گردنوں والے جانوروں کا یہی وصف ہے۔

شاہ چین نے سفیر کے ذریعے شاہ ایران یزدجرد کو یہ تحریری پیغام بجھوایا

میں تمہارے پاس ایسا لشکر بجھوا سکتا ہوں جس کا اگلا حصہ مرو میں اور پچھلا حصہ چین میں ہو ——— اس سلسلے میں رکاوٹ صرف یہ ہے کہ تمہارے سفیر نے مسلمانوں کے جو اوصاف بیان کیے ہیں ——— ان کی

بنا پر اگر یہ لوگ چاہیں تو پہاڑوں کو اکھیڑ کر پھینک دیں ——— اگر وہ ان اوصاف کے حامل رہے اور انہیں راستہ خالی مل گیا' تو وہ دن دور نہیں جب کہ وہ میرا بھی تختہ الٹ دیں گے ——— اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ صلح کر لو' اور پر امن طریقے پر ان کے ساتھ زندگی گزارو ——— اور جب تک وہ تمہیں نہ چھیڑیں' تم بھی انہیں نہ چھیڑو۔

ہاں! یہی وہ عمدہ ترین صفات ہیں 'جو مسلمانوں نے تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اپنائیں ——— یہی وہ حقیقی طاقت تھی' جو شاہی تختوں کو بنیادوں سے اکھیڑ دیتی تھی ——— ملکوں کو فتح کرتی تھی ——— مسلمانوں کو خیرہ کن اور پائیدار عزت و عظمت عطا کرتی تھی ——— اور ان کے لیے دنیا و آخرت میں فیروز بختی کی ضمانت تھی۔

صحابہ کرام کا شوقِ علم

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلیل القدر صحابی ہیں ـــــــ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے کثیر تعداد میں حدیثیں روایت کی ہیں ـــــــ اکثر غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہے ـــــــ خود ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بیس جنگوں میں شرکت فرمائی' جن میں سے انیس میں' میں بھی شریک ہوا ـــــــ یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ایک رات میرے لیے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم کے حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا ـــــــ انہیں پتا چلا کہ مصر کے قاضی حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ایک حدیث ہے ـــــــ جو کسی دوسرے صحابی کے پاس نہیں ملی ـــــــ حضرت جابر نے بازار جا کر ایک اونٹ خریدا' اس پر کجاوہ کسا اور سوار ہو کر مدینہ منورہ سے چل دیئے ـــــــ ایک ماہ تک جنگلوں اور صحراؤں کو طے کرتے ہوئے مصر پہنچ گئے ـــــــ پوچھتے پوچھتے حضرت عبداللہ بن انیس کے گھر پہنچ گئے اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا ـــــــ ایک سیاہ فام غلام نے باہر آ کر پوچھا' آپ کون ہیں؟ ـــــــ فرمایا' جابر بن عبد اللہ ـــــــ غلام نے اپنے آقا عبداللہ بن انیس کو بتایا کہ جابر بن عبد اللہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ـــــــ انہوں نے کہا' ان سے جا کر پوچھو! ـــــــ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابی ہیں ـــــــ غلام نے باہر آ کر پوچھا' کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی ہیں؟ ـــــــ حضرت جابر نے فرمایا' ہاں!

——— حضرت عبداللہ نے خود باہر آ کر ملاقات کی اور معانقہ کیا ——— پھر دریافت کیا' برادر محترم! کیسے آنا ہوا؟ ——— حضرت جابر فرماتے ہیں' میں نے کہا ——— قصاص کے بارے میں آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ آپ کے سوا اس حدیث کا روایت کرنے والا کوئی صحابی باقی نہیں رہا ——— میں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ آپ کا انتقال ہو جائے یا میرا' آپ سے وہ حدیث حاصل کر لوں ——— چنانچہ وہ حدیث سنی اور خوشی سے واپس مدینہ طیبہ چلے گئے ——— مصر میں داخل ہوئے اور نہ ہی اس کے نظاروں سے لطف اندوز ہوئے ——— بلکہ سفر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لیے آرام تک نہ کیا ——— انہوں نے دنیا کی زیب و زینت اور دلکش مناظر میں بالکل دلچسپی نہ لی ——— اور بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کو دونوں جہانوں کا سرمایہ جانتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا۔

یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شوق علم' اور اس کے لیے دور دراز کے سفر کی مشقتوں کا برداشت کرنا ——— ان کے علمی شوق کے آگے' کوئی چیز سدراہ نہیں ہو سکتی تھی' اور نہ ہی وہ کسی رکاوٹ کو خاطر میں لاتے تھے ——— ان کے دلوں میں علم کی رفعت و عظمت جاگزیں تھی ——— وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظمت پناہ میں ایک طالب علم کے لیے کتنی بخشش ہے؟ ——— اور کتنا شاندار ثواب ہے؟ ——— اسی لیے وہ علم کا مختصر سا حصہ حاصل کرنے کے لیے طویل سفر کی مشقتوں اور صعوبتوں کو برداشت کر لیتے تھے۔

---

۱ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۷۸ھ کو ہوا ——— مدینہ منورہ میں وصال فرمانے والے آخری صحابی تھے۔ ۱۲ فرنور

۲ حضرت عبداللہ انیس مدنی' انصاری کی کنیت ابو یحیی تھی' یہ ان انصار میں شامل تھے جنہوں نے بنو سلمہ کے بت توڑے ——— بیعت عقبہ وغیرہ کے موقع پر حاضر ہوئے ——— ۸۰ھ میں ان کا وصال ہوا۔ ۱۲ فرنور

فاروقِ اعظم کی سیاست

حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امراء کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے ——— وہ ایسے لوگوں کو منتخب کرتے تھے جو قناعت' پاکبازی اور مسلمانوں کی خدمت کے جذبے میں آپ کے معیار پر پورے اترتے تھے ——— وہ جن چیزوں کا حکم دیتے یا جن امور سے منع کرتے' پہلے خود ان کی پابندی کرتے تھے ——— وہ اپنی قوم مسلم کو فوائد سے بہرہ ور کرنے میں پیش پیش رہتے ——— امت مسلمہ کے فائدے کو حکمران کے ذاتی فائدے پر ترجیح دیتے تھے ——— آپ کے مقرر کردہ بہت سے عامل آپ کے نقش قدم پر چلتے تھے ——— چنانچہ وہ پیوند لگا ہوا اون کا لباس پہنتے تھے ——— جو کی روٹی کھاتے ——— اور دراز گوش کی پشت پر ٹاٹ ڈال کر سواری کرتے تھے۔

ذیل میں ہم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ چند عاملوں کا تذکرہ کریں گے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن پروگرام بنایا کہ ابو عبیدہ بن الجراح کے گھر جا کر ان سے ملاقات کریں ——— اس وقت ابو عبیدہ مسلمانوں کے وزیر مال تھے ——— انہوں نے کہا' امیر المؤمنین! مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ آپ کی آنکھوں کے پیالے چھلک پڑیں ——— حضرت فاروق اعظم نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ میں تم سے تمہارے گھر میں ضرور ملاقات کروں گا ——— جب فاروق اعظم'

ابو عبیدہ کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک جبہ ——
بکری کی ایک کھال —— ایک کھانے پینے کا اور دوسرا وضو کرنے کا
برتن تھا —— اس کے علاوہ کچھ نہ تھا —— انہیں ایسا گھر دکھائی
دیا جیسے وہ غریب ترین مسلمان کا گھر ہو —— فاروق اعظم کی آنکھیں
اشکبار ہو گئیں —— حضرت ابو عبیدہ نے کہا' امیر المؤمنین! میں نے
آپ سے نہیں کہا تھا —— کہ میں آپ کی آنکھوں سے بہنے والی
آنسوؤں کی برکھا نہیں دیکھنا چاہتا۔

اللہ تعالیٰ ان طیب و طاہر نفوس قدسیہ پر رحمت و رضوان کی
بارشیں نازل فرمائے —— بے شک وہ اقوام عالم کے لیے
عظمتوں کے جگمگاتے ہوئے مینار تھے"

عمال حکومت کے لیے حضرت عمر فاروق کی ہدایات

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے گورنروں کو کسی
جگہ بھیجتے تو انہیں درج ذیل ہدایات جاری کرتے تھے۔

تم ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا —— چھنے ہوئے
آٹے کی روٹی نہ کھانا —— باریک کپڑا نہ پہننا ——
لوگوں کی حاجتوں کے آگے اپنے دروازے بند نہ کرنا ——
اگر تم نے ان ہدایات کی خلاف ورزی کی تو تم سزا کے مستحق ہو
گے۔

پھر انہیں الوداع کہنے کے لیے ان کے ساتھ نکلتے —— اور
انہیں کہتے' میں نے تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی امت کے بالوں اور ان کے چمڑوں پر حاکم مقرر نہیں کیا ۱ ———
لہٰذا تم عربوں کو کوڑے مار کر ذلیل نہ کر دینا ——— اور ان کو یکجا جمع
کر کے فتنے میں نہ ڈال دینا ۲

---

۱ حتیٰ کہ تم ان کے بال نوچ لو اور ان کی چمڑی ادھیڑ دو۔ ۱۲ فرفوز
۲ انہیں کسی نہ کسی محاذ پر معروف رکھنا' بیکار یکجا رہنے سے فتنے جنم لیں گے۔ ۱۲
فرفوز

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گورنر عراق

حضرت عمر فاروق نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر کیا ——— وہ اون کا لباس پہنتے اور جو کی روٹی کھاتے تھے ——— خوشحالی ان کی زندگی میں عمل دخل حاصل نہ کر سکی ———

جب ان کے وصال کا وقت آیا تو رو پڑے ——— حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا' کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ ——— انہوں نے فرمایا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخرت میں ایک گھاٹی ہے جسے وہی لوگ عبور کر سکیں گے جو گراں بار نہیں ہوں گے ——— میرے ارد گرد تو یہ ساز و سامان دکھائی دے رہا ہے۔

حاضرین نے جب ان کے سامان کا جائزہ لیا تو ان کے پاس ایک برتن' ایک ڈول اور ایک کوزے کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا ——— اس کے باوجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوف تھا کہ میرے پاس تو اتنا سامان موجود ہے ——— کہیں ایسا نہ ہو کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں' تو میرا نام ہلکے پھلکے بوجھ والوں میں نہ لکھا جائے ——— جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا سے بے نیازی ——— اور دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی بنا پر اس گھاٹی کو طے کریں گے۔

یہ تھے مسلمان حکمران

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص والوں کو لکھا کہ ہمیں اپنے ہاں کے فقراء اور محتاجوں کی فہرست ارسال کرو ——— تاکہ ان کے نام عطیات ارسال کئے جائیں ——— فہرست میں سب سے پہلا نام ان کے حکمران سعید بن عامر جمحی ؓ کا تھا۔

جب فہرست پہنچی اور فاروق اعظم نے حمص کے حاکم کا نام فقراء کی لسٹ میں سر فہرست دیکھا ——— تو دریافت کیا کہ ہم انہیں مناسب مقدار میں وظیفہ دیتے ہیں ' اس کے باوجود وہ فقیر اور محتاج کیوں ہیں؟

حمص کے سفیروں نے کہا' جناب وہ واقعی فقیر اور نادار ہیں ——— کیونکہ وہ اپنے پاس کچھ رکھتے ہی نہیں ——— جو کچھ ہوتا ہے سارے کا سارا مسکینوں' فقیروں اور نادار عورتوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ——— پھر ان کے سامنے معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں' میں کیا کروں ؟——— جب امیر المؤمنین نے مجھے کہا کہ میں تمہیں گورنر مقرر کر رہا ہوں' تو میں نے کہا تھا' جناب مجھے مشقت میں نہ ڈالیں' لیکن وہ مانے ہی نہیں ——— حضرت عمر فاروق نے وفد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' ہم نے ان کو ضائع کر دیا——— ہم نے ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا۔

حضرت فاروق اعظم نے پوچھا' ان کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟ ——— شرکاء وفد نے بتایا کہ باقی تو سب ٹھیک ہے' لیکن ہمیں ان کی چار عادتوں پر اعتراض ہے۔

(۱) ــــ وہ ہمارے پاس دن چڑھے آتے ہیں۔

(۲) ــــ رات کے وقت دکھائی نہیں دیتے۔

(۳) ــــ مہینے میں ایک دن غائب رہتے ہیں۔

(۴) ــــ کبھی کبھی انہیں بے ہوشی کے طویل دورے پڑتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم نے حمص کے فقراء کے لیے مناسب مقدار میں وظیفہ بجھوایا ــــــ چار سو دینار ان کے گورنر کے لیے بجھوائے اور انہیں قسم دی کہ یہ رقم اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر صرف کریں۔

جب حضرت سعید کے پاس مال پہنچا تو انہیں شدید صدمہ ہوا' جس کے آثار ان کے چہرے پر واضح طور پر دکھائی دیتے تھے ــــــ نہایت دل گرفتہ اور غمگین حالت میں اپنے گھر میں داخل ہوئے ــــــ ان کی اہلیہ محترمہ نے پوچھا' کہ مجھے آپ غمزدہ اور پریشان دکھائی دیتے ہیں ــــــ کیا آپ کا کوئی دوست فوت ہو گیا ہے؟ ــــــ حضرت سعید نے کہا' کاش! ایسا ہوتا ــــــ انہوں نے پھر پوچھا ــــــ کیا شہر کا کوئی بڑا آدمی فوت ہو گیا ہے؟ ــــــ فرمایا' کاش! ایسا ہوتا ــــــ اہلیہ نے پوچھا' پھر آپ کو کس بات کا صدمہ ہے؟

حضرت سعید نے گہرا سانس لیا' پھر کہنے لگے۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل ہوا' آپ کی صحبت بہترین صحبت اور آپ بہترین مصاحب تھے۔

پھر مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت کی سعادت میسر آئی ــــــ ان کی رفاقت بہترین رفاقت تھی اور وہ بہترین ساتھی تھے ــــــ پھر میں عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

مصاحب بنا —— لیکن ان کی صحبت کچھ اچھی ثابت نہیں ہوئی۔
بیوی نے کہا' وہ کیوں؟ دینار بیوی کے سامنے رکھتے ہوئے' ان پر
نفرت و حقارت سے بھرپور نگاہ ڈالتے ہوئے کہنے لگے —— یہ دیکھو!
انہوں نے میرے پاس کیا بھیجا ہے؟ اور مجھے کیسی سخت تاکید کی ہے؟
بیوی نے کہا' آپ کو ڈر کس کا ہے ؟ —— کہنے لگے' مجھے
'صرف تمہارا ڈر ہے کہ کہیں تم پر ان چمکتے ہوئے سکوں کا جادو نہ چل
جائے —— تسلیم و رضا کی پیکر بیوی نے کہا' میری طرف سے
اطمینان رکھیے! اور جو جی میں آئے' کر گزریئے!
فرط مسرت سے ان کا چہرہ جگمگا اٹھا اور مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پہ
کھیلنے لگی —— کہنے لگے' اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے
—— تم نے میری بڑی مشکل حل کر دی ہے ایسے کرو کہ کپڑے کا ایک
ٹکڑا لاؤ —— اس اللہ کی بندی نے سارا کمرہ چھان ڈالا' لیکن اسے
کپڑے کا زائد ایک ٹکڑا نہ مل سکا —— مجبوراً اس نے اپنی اوڑھنی
کا ایک کنارہ پھاڑ کر پیش کر دیا —— حضرت سعید نے اس میں کچھ
دینار باندھے اور کہا' کہ یہ فلاں کے گھر دے آؤ —— یہ دراہم اور
دینار فلاں کے گھر دے آؤ —— یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ بھی
نہ رہا —— پھر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی:
اے اللہ! اس کے بعد عمر فاروق کا کوئی عطیہ میرے پاس نہ آئے!
بیوی نے کہا' آپ یہ دعا کیوں مانگتے ہیں؟ —— کیا وہ ہمیں
خراج اور غنیمت کے مال حلال سے نہیں بھیجتے؟ —— کہنے لگے' وہ
بھیجتے تو مال حلال ہی ہیں! لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فقراء مہاجرین، مالدار مہاجرین سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے دنیا اور اس کی تمام دولت بھی مل جائے تو میں اس بات پر راضی نہیں ہوں گا کہ مجھے پہلی جماعت میں شامل نہ کیا جائے۔

ملاقات ہونے پر حضرت فاروق اعظم نے پوچھا کہ آپ ان چار عادتوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ —— جن کی اہل حمص شکایت کرتے ہیں —— کہنے لگے، امیر المؤمنین! انہوں نے جو کچھ کہا ہے، صحیح کہا ہے —— ان کی وجوہ بھی سن لیجئے!

۱۔ میں چاشت کے وقت اس لیے گھر سے نکلتا ہوں کہ میرا کوئی خادم نہیں ہے، میری بیوی بیمار ہے —— نماز فجر کے بعد میں اس کے کام کاج سرانجام دیتا ہوں، یہاں تک کہ سورج بلند ہو جاتا ہے۔

۲۔ رات کے وقت میں لوگوں سے اس لیے ملاقات نہیں کرتا کہ میں دن بھر لوگوں کی خدمات انجام دیتا ہوں —— رات کا وقت اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائی کے لیے وقف کر رکھا ہے

۳۔ مہینے میں ایک دن میں اس لیے گھر سے باہر نہیں نکلتا کہ میرے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا ہے —— اس دن میں اسے دھوتا ہوں اور خشک ہونے پر پہن لیتا ہوں، اس لیے لوگوں سے ملاقات نہیں کر سکتا۔

۴۔ بیہوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خبیبؓ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے سامنے شہید کیے گئے، میں اس وقت کافر تھا —— مجھے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو دل پر چوٹ لگتی ہے —— اور سینے سے ایک

ہوک سی اٹھتی ہے کہ کاش ! میں اس وقت اسلام لا چکا ہوتا اور ان کے دفاع کی کوشش کرتا ——— امیر المؤمنین! جب بھی مجھے ان کی یاد آتی ہے تو مجھ پر رنج و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے ——— اور میرے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں ——— یہ گفتگو سن کر فاروق اعظم اس شدت سے روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی ——— حضرت سعید کے وصال کے بعد جب بھی ان کا تذکرہ ہوتا تو فاروق اعظم پر شدید گریہ طاری ہو جاتا اور ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کرتے ——— حضرت فاروق اعظم نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام کو جمع کیا ——— اور انھیں کہا کہ اپنی اپنی آرزو بیان کیجئے ! ——— ایک صحابی نے کہا' میری آرزو ہے کہ میرے پاس ایک لشکر ہو جسے لے کر میں دشمنان اسلام سے جہاد کروں ——— دوسرے صحابی نے کہا' میری آرزو یہ ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو' جسے میں فی سبیل اللہ خرچ کر دوں ——— حضرت عمر فاروق نے فرمایا' میری آرزو یہ ہے کہ سعید بن عامر جمحی ایسا کوئی گورنر ہو جسے میں مسلمانوں کے امور کا والی بنا دوں ——— یہ کہا اور اتنی شدت سے رو پڑے کہ بات کرنا مشکل ہو گئی ——— ساتھ ہی یہ کہہ رہے تھے رحمہ اللہ ——— رحمہ اللہ ' اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے۔

تاریخ اسلام کے دور اول میں حکمرانوں کی یہ اعلی ترین مثال ہے ——— وہ اپنے رب کریم کی خوشنودی اور بہترین اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے امت مسلمہ اور اسلامی مملکت کے لیے جان و مال کی قربانی دے دیتے تھے ——— اللہ تعالی

ان سے راضی ہو اور انہیں بھی راضی کر دے۔

---

۱ حضرت سعید بن عامر بن جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں ــــــ ان کا تذکرہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ ۱۲ فرفور

۲ یہ حدیث امام مسلم نے کتاب الزہد میں حضرت عمرو بن العاص کے حوالے سے ان الفاظ سے روایت کی ہے ان فقراء المهاجرين يسبقون الاغنياء يوم القيامة الى الجنة باربعين خريفا اس کے علاوہ دیکھئے الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۳۶۔ ۱۲ فرفور

۳ حضرت خبیب بن عدی بن مالک انصاری اوسی، بدر میں حاضر ہوئے ــــــ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں شہید کئے گئے ــــــ زمین نے ان کی نعش مبارک کو نگل لیا ــــــ ان کا لقب بلیع الارض ہوا ــــــ اصابہ کی قدر تصرف کے ساتھ۔ ۱۲فرفور

امام جعفر صادق کی اپنے بیٹے کو وصیت

اور

خلیفہ وقت ابو جعفر منصور کو نصیحت

حضرت موسیٰ بن امام جعفر صادقؑ اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاضر تھے ——— امام نے انہیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

بیٹے! میری گفتگو کو ذہن نشین کر لو ——— اور میری وصیت کو دل کی گہرائی میں جگہ دو ——— اگر تم نے اسے یاد رکھا تو تم پیکر سعادت بن کر زندہ رہو گے' اور قابل ستائش حالت میں دنیا سے رخصت ہو گے۔

بیٹے! جو اپنی قسمت پر راضی ہو گا وہ غنی ہو جائے گا ——— جس کی حریصانہ نگاہیں دوسروں کے مال کی طرف اٹھیں گی وہ فقیرانہ حال میں دنیا سے کوچ کرے گا ——— جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوا' اس نے اللہ کریم کے فیصلے پر نکتہ چینی کی ہے ——— اور جو شخص دوسرے کی لغزش کو چھوٹا سمجھے گا' اس کی نظر میں اس کی اپنی غلطی نہایت سنگین ہو گی۔

بیٹے! جو شخص دوسروں کی پردہ دری کرتا ہے' اس کے گھر کی چھپانے کے قابل چیزیں برہنہ ہو جائیں گی ——— جو شخص بغاوت کی تلوار میان سے باہر نکالے گا' اسی سے قتل کیا جائے گا ——— جو شخص اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودے گا' خود اس میں گرے گا ——— جو شخص بے وقوفوں کے پاس

بیٹھے گا' رسوا ہو جائے گا ——— جو شخص علماء کے پاس بیٹھے گا' وہ صاحب عزت و وقار ہو گا ——— جو شخص برائی کے راستوں میں داخل ہو گا' اس پر تہمت لگے گی۔

بیٹے! حق بات کہو' چاہے تمہارے موافق ہو یا مخالف ——— چغلخوری سے بچنا' کیونکہ وہ لوگوں کے دلوں میں دشمنی کا بیج بو دیتی ہے' بیٹے! اگر تم سخاوت کو تلاش کرو تو جودو سخا کی کانوں کی طرف رجوع کرنا۔

ایک دن خلیفۂ وقت ابو جعفر منصور نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیج کر بلایا ——— جب آپ تشریف لائے تو اس نے کہا' میں آپ سے ایک مسئلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں ——— میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اہل مدینہ میرے ساتھ جنگ کرنے پر متفق ہیں' میں انہیں دوبار مہلت دے چکا ہوں ——— لیکن وہ باز آنے کے لیے تیار نہیں ہیں ——— میں نے سوچا ہے کہ ایک ایسا لشکر بھیجوں جو ان کی کھجوروں کو کاٹ کر ایک جگہ ڈھیر کر دے' اور ان کے چشموں کو تباہ کر دے' آپ کی کیا رائے ہے؟ ——— سیدنا جعفر صادق خاموش رہے' ابو جعفر منصور نے کہا' کیا بات ہے؟ آپ خاموش کیوں ہیں؟ ——— امام نے فرمایا' امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو حکومت دی تو انہوں نے شکر ادا کیا ——— حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش آئی' تو انہوں نے صبر کیا ——— حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگی ——— اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشنے اور درگزر کرنے والوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے ———

ان کی اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ ابو جعفر کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور اس نے اہل مدینہ کو سزا دینے کا فیصلہ منسوخ کر دیا ـــــــ صرف یہی نہیں، بلکہ امام جعفر صادق کا شکریہ ادا کیا

امام جعفر صادق کی بدولت، اہل مدینہ آنے والی بہت بڑی مصیبت سے بچ گئے ـــــــ کیونکہ جب اخلاص سے معمور دل سے بات نکلے تو اس کا اثر ہو کر رہتا ہے ـــــــ سرکش نفوس اس کے آگے سرخم ہو جاتے ہیں اور اس کی رہبری کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

دور اول کے مسلمان سوچ سمجھے بغیر قدم نہیں اٹھاتے تھے
ـــــــ بلکہ دیانت دار علماء سے مشورے لیتے تھے
ـــــــ اس لیے ان کا ہر اقدام صحیح اعتماد اور بصیرت پر مبنی ہوتا تھا ـــــــ یہی وجہ تھی کہ انہیں توفیق کے ساتھ ساتھ کامرانی نصیب ہوتی تھی ـــــــ اور حکمرانوں اور عوام کے درمیان مکمل موافقت اور ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔

---

۱ جعفر صادق، امام ابو عبد اللہ جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین علی ابن امام حسین بن سیدنا علی بن ابی طالب ہیں، رضی اللہ تعالی عنہم ـــــــ ان کی والدہ ماجدہ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں، رضی اللہ تعالی عنہم ـــــــ والد کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب ابو طالب، اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے، یعنی وہ والد کی طرف سے طالبی اور والدہ کی طرف سے بکری ہیں ـــــــ ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اڑسٹھ سال عمر پائی ـــــــ

شہرت کی بلندیوں تک پہنچے ــــــ جنت البقیع میں والد ماجد' جد امجد کے چچا' امام حسن کے قبے میں محو استراحت ہوئے ــــــ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم' زہد و تقویٰ' ورع اور اخلاق کریمانہ کی معراج کو پہنچے ہوئے تھے ــــــ اور علمی و روحانی امامت کے مقام پر فائز تھے۔ ۱۲ فرفور

مسکت جواب

شاہ روم نے اپنا ایک سفیر عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور ؒ کے پاس بھیجا ـــــــ جب سفیر پہنچا تو ابو جعفر منصور نے عمارہ بن حمزہ کو حکم دیا کہ اسے سواری پر لے جاکر' میرے ولی عہد مہدی کے پاس لے جاؤ' وہ رصافہ میں ہے ـــــــ یہ لوگ دریا کے پل پر پہنچے 'تو سفیر نے دیکھا کہ بہت سے بھکاری اور اپاہج پل پر بیٹھے ہوئے' لوگوں سے بھیک مانگ رہے تھے ـــــــ سفیر نے ترجمان کے ذریعے عمارہ بن حمزہ سے کہا' تمہارے ہاں بہت بھکاری دکھائی دے رہے ہیں ـــــــ تمہارے خلیفہ کو چاہیے کہ ان پر ترس کھائے ـــــــ اور ان کی حاجتوں اور ضروریات کا انتظام کرے ـــــــ عمارہ نے کہا' کہ ہمارے پاس اتنے فنڈ نہیں ہیں۔

مہدی اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہو گیا ـــــــ عمارہ بن حمزہ نے خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس جاکر سوال و جواب کی کیفیت بیان کی ـــــــ ابو جعفر نے کہا' تم نے غلط جواب دیا' صورت حال وہ نہیں جو تم نے بیان کی ہے' الحمدللہ! ہمارے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے ـــــــ اسے میرے پاس حاضر کرو' میں اسے صحیح جواب دونگا ـــــــ سفیر کو حاضر کیا گیا تو ابو جعفر منصور نے اسے کہا' کہ تم نے ہمارے دوست سے جو بات کی ہے' وہ ہم تک پہنچ گئی ہے ـــــــ اور اس نے جو جواب دیا ہے وہ بھی ہمارے علم میں آگیا ہے ـــــــ اس کا جواب صحیح نہیں ہے' اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہمارے پاس مال و زر کی کوئی کمی نہیں ہے ـــــــ بات دراصل یہ ہے کہ امیرالمؤمنین نہیں چاہتے کہ کوئی سعادت یا دنیا و آخرت کی فضیلت تنہا خود حاصل کر لیں

——— اور رعایا کو اس میں شامل نہ کریں ——— امیر المؤمنین چاہتے ہیں کہ نادار اور مفلوج افراد، عوام الناس سے ان کے مال و دولت اور خدا داد رزق سے سوال کریں ——— اور وہ ان کی حاجت روائی کر کے اجر و ثواب میں امیر المؤمنین کے ساتھ شریک ہوں ——— تاکہ غریبوں کی دستگیری، آخرت میں ان کے گناہوں کی بخشش اور نجات کا ذریعہ بنے۔

سفیر نے ابو جعفر منصور کی گفتگو سنی تو اس نے تسلیم کیا کہ اصل بات یہی ہے ——— اور واقعی ابو جعفر منصور نے محتاجوں اور اپاہجوں کو لوگوں سے صدقات و خیرات کی بھیک مانگنے کی اجازت اس لیے دے رکھی ہے کہ عوام الناس بھی اس کار ثواب میں شریک ہو سکیں ——— سفیر کو یہ محسوس بھی نہ ہو سکا کہ عمارہ بن حمزہ نے مال و دولت کی قلت کا عذر پیش کر کے جس کمزوری کا اظہار کر دیا تھا، ابو جعفر نے برجستہ جواب دے کر اس کا ازالہ کیا ہے ——— سفیر نے کہا، امیر المؤمنین نے صحیح فرمایا ہے۔ تاریخ میں یہ جواب 'عظیم' مسکت جوابات میں سے شمار کیا گیا ہے

خلیفہ ابو جعفر منصور اپنے چھوٹے بھائی ابوالعباس سفاح کے بعد چالیس سال کی عمر میں ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا ——— تقریباً ۲۲ سال مسند خلافت پر فائز رہا ——— بغداد کی تعمیر کی، فوجی چھاؤنی کے طور پر رصافہ نامی شہر آباد کیا ——— ۱۵۸ھ میں انتقال ہوا اس کے بعد مہدی خلیفہ بنا (البدایہ والنہایہ ج ۱۰) شرف قادری

قاضی منذر بن سعید

ایک دن سلطان ناصر نے' قرطبہ کے محل میں وفود سے ملاقات کے لیے مجلس خاص کا اہتمام کیا ——— جب اعیان سلطنت اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو مختلف ممالک کے وفود کی آمد شروع ہوئی ——— سلطان کی خواہش تھی کہ محفل کے آغاز میں خطباء اور شعراء کھڑے ہو کر اس کے کارناموں کو خراج عقیدت پیش کریں۔

سلطان کے ولی عہد حکم نے پہلے سے خطباء کو تیار کیا ہوا تھا ——— اس نے سب سے پہلے سلطان کے مہمان ابو علی قالی بغدادی کا اعلان کیا ——— ابو علی نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی' نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر درود شریف بھیجا ——— دربار شاہی کے رعب و دبدبے کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ مزید ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکا' اور بیٹھ گیا

اس مجلس میں اپنے دور کے عظیم عالم اور فصیح و بلیغ خطیب منذر بن سعید بھی تشریف فرما تھے ——— وہ از خود کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ابو علی کے سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے خطابت کا وہ جادو جگایا ——— سننے والوں کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور ہوش و حواس مبہوت ہو گئے ——— جب محفل برخاست ہوئی تو لوگوں کی زبانوں پر ان ہی کی بلاغت' جادو بیانی اور حکمت و دانش کا تذکرہ تھا ——— سلطان ناصر

سب سے زیادہ متأثر اور خوشگوار حیرت میں مبتلا تھا ——— اس نے اپنے بیٹے حکم سے منذر کے بارے میں دریافت کیا' کہ یہ کون ہیں؟ ——— سلطان پہلے انہیں نہیں جانتا تھا ——— حکم نے بتایا' یہ منذر بن سعید ہیں ——— سلطان نے کہا' انہوں نے اپنا ما فی الضمیر بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے ——— سلطان نے انہیں قرب خاص سے نوازا' پہلے انہیں قصر زہراء کی جامع مسجد کا امام اور خطیب مقرر کیا ——— پھر قرطبہ کا قاضی بنا دیا۔

قاضی منذر بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ احکام الہیہ پر سختی سے کاربند تھے ——— حق اور عدل و انصاف کے قائم کرنے' ظلم اور باطل کے خاتمے کے لیے پیش پیش رہتے ——— نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ——— انہیں کلمۂ حق کہنے سے کسی کی ملامت روک نہیں سکتی تھی۔

سلطان ناصر کے منہ پر کسی خوف اور خطرے کے بغیر' برملا نصیحت اور تنبیہہ آمیز باتیں کہہ دیتے تھے ——— اس سلسلے میں ان کے کئی واقعات مشہور و معروف ہیں ——— ایک واقعہ آپ بھی چشم حیرت سے پڑھیئے

سلطان ناصر کو تعمیرات کا جنون کی حد تک شوق تھا ——— وہ ایسی پر شکوہ عمارتیں تعمیر کرنا چاہتا تھا جو رہتی دنیا تک اس کی شاہی شان و شوکت اور بلند ہمتی کی یادگار رہیں ——— جب اس نے قصر زہراء تعمیر کروایا تو اس کا دور دور تک چرچا ہوا ——— اس نے محلات کی مضبوطی اور مکانوں کی آرائش و زیبائش پر تمام تر توانائی صرف کر دی ——— عمارات کی پختگی اور زیب و زینت پر اتنی بھرپور توجہ دی کہ مسلسل تین

جمعے' جامع مسجد میں ادا نہ کر سکا۔

چوتھے جمعہ کو جامع مسجد میں پہنچا تو قاضی منذر نے سلطان کو وعظ و نصیحت اور تنبیہہ کرنے کا فیصلہ کیا ــــــ چنانچہ انہوں نے خطبے کا آغاز کرتے ہوئے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۝
وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۝
وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو' راہ گیروں سے ہنسنے کو ــــــ اور مضبوط محل چنتے ہو' اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے ــــــ اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے گرفت کرتے ہو' ــــــ تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو ــــــ (کنز الایمان)[1]

پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً
لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ
سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا
يَظْهَرُونَ ۝

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی دین پر ہو جائیں ــــــ تو ہم ضرور رحمن کے منکروں کے گھروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے ــــــ جن پر وہ چڑھتے[2]

پھر ارشاد ربانی کی تلاوت کی:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَىٰ

تم فرما دو، دنیا کا ساز و سامان تھوڑا ہے ـــــ اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے اچھی ہے۔[۲]

آخرت ہی ہمیشہ رہنے اور جزا کی جگہ ہے ـــــ پھر انہوں نے زور دار گفتگو اور دل نشین پیرائے میں پختہ عمارتیں بنانے اور ان کی ڈیکوریشن پر فضول خرچی کی شدید مذمت کی ـــــ موقع کی مناسبت سے موت کا ڈر سنایا ـــــ نفسانی لذتوں اور خواہشوں سے اعراض اور دنیا سے بے نیازی کی رغبت دلائی ـــــ اور موضوع کی تائید و تقویت کے لیے احادیث اور آثار کا حوالہ دیا ـــــ ان کی پرسوز گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ لوگ خوف اور خشیت کے غلبے کی بنا پر زار و قطار رونے لگے ـــــ اور اعلانیہ توبہ استغفار کرنے لگے ـــــ سب سے زیادہ سلطان ناصر پر خشیت طاری ہوئی اور وہ بلک بلک کر رونے لگا ـــــ اس نے واضح طور پر محسوس کیا کہ دراصل مجھے ہی نصیحت کرنا مقصود ہے ـــــ وہ اپنی جانب سے افراط و تفریط کے صادر ہونے پر نادم تو ہوا ـــــ لیکن قاضی منذر کے سرزنش کرنے پر غضبناک بھی بہت ہوا،

تنہائی میں اپنے بیٹے حکم کے سامنے اظہار خیال کرتے ہوئے کہنے لگا ـــــ منذر نے جان بوجھ کر اپنے خطبے میں مجھے اور صرف مجھے نشانہ بنایا ہے ـــــ اس نے بھرے مجمع میں مجھے زجر و توبیخ کا ہدف بنانے

میں حد سے تجاوز کیا ہے ——— پھر قسم کھا کر کہنے لگا' کہ میں اس کے پیچھے کبھی جمعہ نہیں پڑھوں گا ——— چنانچہ اس نے قصر زہراء میں جمعہ پڑھنا ترک کر دیا ——— قرطبہ میں احمد بن مطرف کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔

سلطان کے بیٹے حکم نے کہا' جب قاضی منذر آپ کو پسند نہیں ہے تو اسے مصلائے امامت سے برطرف کر کے اس کی جگہ کسی دوسرے امام کو کیوں نہیں مقرر کر دیتے؟ ——— سلطان نے اسے سخت ڈانٹ پلائی اور کہا' تیری ماں نہ رہے! ——— کیا میانہ روی سے بھٹکنے والے اور راہ ہدایت سے برگشتہ ہونے والے نفس کو راضی کرنے کے لیے منذر بن سعید جیسے صاحب علم و فضل اور پیکر خیر و تقوی کو معزول کیا جا سکتا ہے؟ ——— مجھے شرم آتی ہے کہ میں نماز جمعہ میں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان منذر جیسے مجسمۂ صداقت و پرہیز گاری کو اپنا سفارشی نہیں بناتا ——— لیکن کیا کروں؟ اس نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا' تو میں قسم کھا بیٹھا ——— کاش' کوئی صورت ہوتی تو میں اپنی حکومت قربان کر کے قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ——— انشاء اللہ! جب تک ہماری اور ان کی زندگی ہے وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے ——— میں نہیں سمجھتا کہ ہمیں کبھی ان سے بہتر خطیب بھی مل سکتا ہے۔

یہ تھی مسلمان سلاطین اور امراء کی عادت کریمہ ——— جب ان سے خطا سرزد ہو جاتی اور کوئی عالم یا خطیب انہیں نصیحت کرتا ——— تو وہ خواہش نفس اور گمراہی سے رجوع کر لیتے ——— حق کے آگے سر تسلیم و رضا خم کر

دیتے ——— اور انہیں جو نصیحت کی جاتی تھی اسے برا نہیں مناتے تھے۔

صرف قرطبہ میں ۹۷۰ھ میں نادار افراد کو مفت تعلیم دینے کے لیے خود مختار مدارس کی تعداد ستائیس سے زیادہ تھی ——— جہاں غریب طلباء کو داخلہ دیا جاتا' اور ان کی تعلیم و تربیت اور دیگر ضروریات کا مفت انتظام کیا جاتا تھا۔

(معجم الادباء' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

۱ القرآن ' سورۃ الشعراء ۲۶،۱۲۹

۲ القرآن ' سورۃ الزخرف ۴۳،۳۳

۳ القرآن ' سورۃ النساء ۴،۷۷

تاریخِ اسلام کی مایہ ناز خاتون

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے دمشق کا شدید محاصرہ کیا ——— رومی اس محاصرے کی سختی سے زچ ہو کر رہ گئے ——— دمشق کا سربراہ شاہ روم 'ہرقل کا خسر توما تھا ——— وہ شہر کے ایک دروازے باب توما پر آیا' اس نے بڑے بڑے جرنیلوں اور حواریوں کو اکٹھا کیا ——— انجیل لا کر صلیب کے پاس لٹکا دی ——— اور گڑگڑا کر اپنے رب سے دعا مانگی کہ ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما۔

توما نے قلعے سے باہر نکل کر خوفناک حملہ کیا ——— مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش کر دی ——— ان کی آنکھوں' گردنوں اور سینوں کو نشانہ بنایا ———اس کاروائی میں بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا اور زخمی کر دیا ——— زخمیوں میں مشہور صحابیؓ حضرت ابان بن سعد بن عاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ——— انہیں ایک تیر نے گھائل کر دیا' جس کے نتیجے میں وہ شہادت کا مرتبۂ عظمیٰ پا گئے۔

ان کی نئی نئی شادی چچا زاد خاتون سے ہوئی تھی ——— جس کے ہاتھوں سے ابھی مہندی کا رنگ اور سر سے عطر کی خوشبو بھی زائل نہیں ہوئی تھی ——— وہ خاتون بڑی دلیر' غیرت مند اور فصیح و بلیغ تھیں ——— انہیں جب اپنے محبوب شوہر کی شہادت کی اطلاع ملی تو صدمے سے نڈھال ہو گئیں ——— لڑکھڑاتے قدموں سے تیز تیز چلتی

ہوئی' خون شہادت میں نہائی ہوئی 'شوہر کی میت کے پاس پہنچیں
——— اور ان کے سر کے پاس کھڑی ہو کر کربناک نگاہوں سے انہیں
دیکھا' لوگ منتظر تھے کہ دیکھیں کیا کہتیں ہیں؟ ——— لیکن انہوں نے
حیرت انگیز صبر کا مظاہرہ کیا اور کمال ہمت سے صدمے کو برداشت کیا
——— حاضرین کے کانوں تک ان کے صرف کلمات ہی پہنچ سکے
——— انہوں نے اپنے شہید شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

تمہیں مرتبۂ شہادت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مبارک ہو!
تمہیں جو بلند ترین اعزاز دیا گیا ہے' اس پر میں تمہیں ہدیہ تہنیت
پیش کرتی ہوں ——— جس رب کریم نے ہمیں یکجا کیا' پھر
ہمارے درمیان فراق کی دیوار کھڑی کر دی' تم اسی کی بارگاہ میں
حاضر ہو چکے ہو ——— میں تمہاری ملاقات کی حسرت رکھتی
ہوں اور تم تک پہنچنے کے لیے پوری توانائی صرف کر دوں گی
——— تمہارے بعد مجھ پر حرام ہے کہ کسی دوسرے مرد کو
چھونے کی اجازت بھی دوں ——— میں نے تم تک پہنچنے کے
لیے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا ہے
——— اور مجھے امید ہے کہ میں جلد اپنے مقصد میں سرخرو
ہوں گی۔

پھر اسی جگہ ان کی قبر تیار کی گئی' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں سپرد لحد کر دیا گیا ——— دفن
کرنے کے بعد' وہ جاں باز خاتون قبر پر نہیں ٹھہریں ——— بلکہ ہتھیار
سنبھالے اور جا کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئیں ——— حضرت

خالد بن ولید کو بھی اطلاع نہیں دی' کہیں وہ روک نہ دیں ——
لوگوں سے پوچھا' میرے شوہر کس دروازے پر شہید کیے گئے تھے؟
—— انہیں بتایا گیا کہ باب توما پر' وہ سیدھی اس دروازے پر پہنچیں
اور میدان جنگ میں داد شجاعت دینے والوں میں شامل ہو گئیں
انہوں نے شدید حملہ کیا اور ایسی ہولناک جنگ لڑی 'جس کی مثال
دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی —— وہ تیر اندازی میں بے مثال
مہارت رکھتی تھیں —— ان کے پاس مضبوط کمان بھی تھی اور تیروں
سے بھرا ہوا ترکش بھی تھا —— انہوں نے صلیب بردار کو تیر مارا جو
سیدھا جا کر اس کی کلائی میں پیوست ہو گیا —— جواہر و یواقیت سے
مرصع کی ہوئی صلیب 'اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔
یہ صورت حال دیکھ کر توما غصے سے پاگل ہو گیا اس نے اپنی پیٹی کسی
—— تلوار میان سے باہر نکالی اور لشکر کو عام حملے کا حکم دے دیا'
دربان کو حکم دیا —— دروازہ کھول دو —— اور خود ٹڈی دل
لشکر کی قیادت کرتا ہوا' قلعے سے باہر نکل آیا —— عیسائیوں نے
مسلمان مجاہدین پر پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی —— توما نے
صلیب واپس لینے کے لیے حضرت شرجیل پر حملہ کر دیا ——
حضرت ابان کی اہلیہ محترمہ نے اسے حملہ کرتے ہوئے دیکھا —— تو
خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نقصان نہ
پہنچا دے —— انہوں نے نشانہ لے کر تیر مارا جس سے اس کی
دائیں آنکھ پھوٹ گئی —— اور تیر اس کی آنکھ میں گہرا پیوست ہو
گیا —— وہ چیخ اٹھا' ہائے مر گیا اور چلاتا ہوا الٹے پاؤں بھاگ کھڑا

ہوا ——— اس شیر دل خاتون کا تو ارادہ تھا کہ ایک اور تیر مار کر اسے جہنم رسید کر دیں ——— لیکن رومیوں نے انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے حملہ کر دیا ——— مسلمان مجاہدین نے انہیں فوراً اپنے حصار میں لے لیا۔

جب وہ خطرے کی حدود سے باہر آئیں تو پھر دشمنوں پر تیر برسانے لگیں ——— ان کا نشانہ اس غضب کا تھا کہ کوئی تیر زمین پر نہیں گرتا تھا ——— اسی اثناء میں انہوں نے ایک رومی سپہ سالار کو دیکھا' علامات کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے لشکر کا کمانڈر ہے ——— وہ سب عیسائیوں سے آگے آگے تھا' اس پیکر شجاعت خاتون نے تاک کر اسے تیر مارا جو اس کے سینے کے آر پار ہو گیا ——— اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر گر گیا ادھر مسلمان مجاہدین نے بھرپور حملہ کر دیا ——— نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن بری طرح شکست کھا کر بھاگ گیا ———اور باب توما کے پاس جا کر پناہ لی۔

توما ذلیل و خوار ہو کر دمشق میں داخل ہوا اور قلعے کے دروازے بند کر لئے ——— عیسائی طبیبوں نے توما کی آنکھ سے تیر نکالنے کی سر توڑ کوشش کی' مگر ناکام رہے ——— آخر تھک ہار کر بیرونی حصہ کاٹ دیا اور باقی آنکھ ہی میں پیوست رہنے دیا ——— مجاہدین اسلام کی ہیبت نے رومی عیسائیوں کے دلوں کی شریانوں کو کاٹ کر رکھ دیا ——— ان کے لیڈروں نے انہیں جنگ پر بہت اکسایا ——— لیکن وہ کسی طرح بھی میدان جنگ میں اترنے کے لیے تیار نہ ہوئے ——— انہوں نے لرزتے کانپتے دلوں کے ساتھ بند دروازوں کے پیچھے' بیٹھے رہنے میں ہی

عافیت تبسمی

یہ ہے تاریخ اسلام کے دور اول کی جواں سال خاتون
——— جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی
عظیم درسگاہ میں تعلیم حاصل کی ——— آپ کی تعلیمات پر
عمل کیا اور دانش کدۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
تعلیم و تربیت کا نتیجہ' شاندار اسلامی فتح کی صورت میں دکھا دیا
——— ایسی شعلۂ جوالہ اور پیکر حریت خاتون کے بیٹوں کا حق
ہے کہ پوری دنیا پر حکمرانی کریں ——— ایسی باغیرت و حمیت
ماؤں کے شکموں سے جنم لینے والے سپوتوں ہی کا کام ہے
———کہ وہ ظالم و جابر حکمرانوں کے تختوں کی بنیادیں ہلا دیں
———اور زندۂ جاوید ہو جائیں۔

قومی درد رکھنے والا قائد

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے انعامات حاصل کرنے کے لیے صحراؤں کو عبور نہیں کیا ——— اور نہ ہی اس مقصد کے لیے صبح و شام سفر کی صعوبتیں برداشت کی ہیں ——— میں جن لوگوں کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں ‘ان کی ضروریات کے علاوہ میری کوئی ذاتی ضرورت نہیں ہے۔

یہ تھے وہ کلمات جو احنف بن قیس تمیمی نے اس وقت کہے ——— جب وہ اپنے ساتھیوں‘ جرنیلوں اور خاص طور پر بصرہ کے باشندوں کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے ——— اور فاروق اعظم نے ان کی جرأت‘ صاف گوئی اور فصیح گفتگو سے متأثر ہو کر انہیں انعام دینے کا حکم دیا۔

پھر وفد سے پوچھا‘ کہ تمہارے کچھ مطالبات ہوں تو بتاؤ؟ ——— انہوں نے کہا کہ عوام الناس کی ضروریات کا تو آپ خود انتظام فرمائیں گے ——— ہمارے کچھ خصوصی مطالبات ہیں‘ اگر آپ پسند فرمائیں تو ان پر غور فرمائیں ——— حضرت عمر فاروق نے ان کے مطالبات پورے کر دیئے ——— احنف بن قیس سب سے آخر میں بیٹھے تھے ——— حضرت فاروق اعظم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا ——— کہ تمہارا کوئی کام ہو تو بتاؤ ——— انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا:

امیر المؤمنین! مصر کے مجاہدین‘ فرعون اور اس کے ساتھیوں کی

منزلوں میں قیام پذیر ہیں ——— یعنی مصر کے پھل کھاتے ہیں اور دریائے نیل کے پانی سیراب ہوتے ہیں۔

شام کے فاتحین قیصر کے محلات میں رہائش اختیار کر چکے ہیں ——— یعنی ملک شام کی خیرات و برکات اور اس کے میٹھے پانیوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

اہل ایران اور اہل کوفہ یعنی بنو تمیم و غیر ہم ——— کسریٰ کے محلات میں زندگی بسر کر رہے ہیں ——— اور نہروں کے میٹھے پانیوں سے شاد کام ہو رہے ہیں۔

لیکن اہل بصرہ' یعنی میری قوم بنو تمیم کے مجاہدین 'اہواز میں مصروف جہاد ہیں ——— وہ ایسے ناخوشگوار علاقے میں ہیں 'جہاں کی مٹی خشک نہیں ہوتی ——— چراگاہوں میں گھاس کا نام و نشان نہیں ہے ——— اس کا ایک کنارہ سمندر سے ملتا ہے تو دوسرا کنارہ صحراء میں ہے ——— انہوں نے انتہائی تفصیل کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کیا۔

حضرت عمر فاروق نے وفد کے باقی افراد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' تم نے ان جیسا بننے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ ——— اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ واقعی قائد ہیں ——— فاروق اعظم کو ان کے زور بیان' اخلاص اور سلامت فکر سے حیرت آمیز مسرت حاصل ہوئی ——— تب انہوں نے اس انعام کی پیشکش کی جس کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے ——— لیکن احنف نے معذرت کے ساتھ اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ——— اور کہا' اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے اس مقصد کے لیے لق و دق صحراء طے نہیں کیے۔

حضرت فاروق اعظم کے دل میں ان کی قدر و منزلت بے انتہا زیادہ ہو گئی ——— انہوں نے محسوس کیا کہ یہ شخص بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے اور مستقبل میں یہ بلند ترین مقام پر فائز ہو گا——— آئندہ واقعات نے ان کی فراست کے فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ——— اور احنف بن قیس نے خراسان وغیرہ بڑے بڑے شہر فتح کئے۔

جس طرح احنف نے فاروق اعظم کا انعام قبول نہیں کیا ——— اسی طرح بلخستان کی فتح کے موقع پر پیش کئے جانے والے عظیم تحائف بھی ٹھکرا دیئے ——— ان کی خدمت میں بڑی مقدار میں سونے چاندی کے برتن' کپڑے اور ساز و سامان پیش کیا گیا ——— تو انہوں نے فرمایا' یہ ڈھیروں کے حساب سے مال کیوں لائے ہو؟

تحائف پیش کرنے والوں نے بتایا کہ یہ ہمارا معمول ہے ——— ہم عید کے مواقع پر اپنے حکمرانوں کو اس قسم کی تحفے تحائف پیش کیا کرتے ہیں ——— حضرت احنف نے کہا' ہمیں تم سے صرف جزیہ لینے کا حق ہے ' اور وہ ہم نے وصول کر لیا ہے ——— پر زور اصرار کے باوجود کچھ بھی لینے پر تیار نہ ہوئے ' اور سب تحفے واپس کر دیئے۔

حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۷ھ میں بصرہ میں راہی دار بقاء ہوئے ——— بصرے کے تمام باشندے اپنے محبوب قائد کے جنازے کے ساتھ روانہ ہوئے ——— امیر بصرہ گلے میں تلوار حمائل کئے ہوئے' چادر اوڑھے بغیر' آگے آگے چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے ——— آج ہم سے حزم و احتیاط اور دانش و فکر کا پیکر رخصت ہو گیا۔

میرے اہل و عیال اللہ تعالیٰ کے سپرد

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسانی نفوس کے مقاصد متعین کرنے میں تعلیم و تربیت کا بڑا حصہ ہے ——— یہ تربیت ہی ہے جو انہیں صحیح راستے پر گامزن کرتی ہے ———اور ان کی کج روی کو دور کر کے انہیں صراط مستقیم پر چلاتی ہے ——— ان کی ذوات میں ودیعت کیے گئے بہترین اخلاق کی بدولت ان کا روشن مستقبل مزید تابناک ہو جاتا ہے ———اور ان سے مسرت بخش پھلوں کے جوڑے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ نہیں بنے تھے ——— اس وقت ان کی ملکیت میں یمامہ کے علاقے میں سہلہ نامی گاؤں تھا ——— وہاں سے وافر مقدار میں غلہ ان کے پاس آتا تھا ———جس سے وہ اپنے اہل و عیال سمیت خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔

ملت اسلامیہ کے اکثر حکمرانوں کی روایت یہ رہی ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد ——— پہلے کی نسبت ان کا انداز زندگی بدل جاتا ہے ——— مثلاً! حکومت میں آنے سے پہلے وہ ایثار و قربانی کی شاندار مثال ہوتے ہیں ———امت مسلمہ اور اپنے وطن کی خدمت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں ——— مگر جونہی کرسی اقتدار میسر آتی ہے ایثار و قربانی مستعدی اور عوامی بھلائی کے تمام وعدے بھول جاتے ہیں۔

لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں موجود حکمرانوں کے برعکس تبدیلی آئی ——— جب وہ مسند خلافت پر فائز ہوئے تو ان

میں ایک نفسیاتی انقلاب برپا ہو گیا ـــــــ جس نے ان کی سابقہ زندگی کا دھارا بدل دیا ـــــــ پہلے جس دولت و راحت' خوشحالی اور اپنی ذات کی محبت کے اسیر تھے ' اسے یکسر خیرباد کہہ دیا ـــــــ اب انہوں نے امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ خوشحالی فراہم کرنے ' اور اسے نقصانات سے بچانے کے لیے محنت و مشقت ' اور شب بیداری کو اپنا نصب العین بنا لیا ـــــــ اس سلسلے میں انہوں نے راحت و لذت اور تمام ذاتی خواہشات کو قربان کر دیا۔

انہوں نے اپنی ذات سے انقلاب کا آغاز کیا ـــــــ ان کے دل میں یہ بات آئی کہ مجھے مسہلد نامی گاؤں' مسلمانوں کے بیت المال کو واپس کر دینا چاہیے ـــــــ انہوں نے سوچا کہ میں لوگوں کو انصاف کرنے' ظلم کے خاتمے 'اور امت مسلمہ کی بھلائی کے لیے کوشش کرنے کا حکم کیسے دے سکتا ہوں؟ ـــــــ جب کہ میرے پاس ایک ناجائز گاؤں ہے ' جو مجھے پہلوں سے وراثت میں ملا ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا دعوی اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو گا جب تک کہ میں اسے اپنے اوپر نافذ نہیں کروں گا ـــــــ امت مسلمہ حکمرانوں کی تقریروں کو نہیں دیکھتی' بلکہ ان کے کردار اور کردار کے نتائج کو دیکھتی ہے۔

اس لیے انہوں نے حتمی فیصلہ کیا کہ مسہلد نامی گاؤں بیت المال کو واپس کر دینا چاہیے ـــــــ تاکہ اس سے مسلمان فقراء اور عوام کو فائدہ ہو ـــــــ چاہے اس کے نتیجے میں حوصلہ شکن فقر و فاقہ اور معاشی تنگی کا ہی سامنا کرنا پڑے۔

اس سلسلے میں انہوں نے خوب اچھی طرح غور کیا' یہاں تک

کہ واضح نتیجے تک پہنچ گئے' پختہ عزم کر لیا ——— اپنے آزاد کردہ غلام مزاحم کو بلایا اور اسے کہا کہ میں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا ہے' میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بھی بتا دوں ——— ابھی تک میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا ——— اس نے پوچھا وہ کیا فیصلہ ہے؟ ——— آپ نے فرمایا

سہلہ نامی گاؤں کو تم جانتے ہی ہو میں نے طے کر لیا ہے

——— کہ اسے مسلمانوں کے بیت المال کے سپرد کر دوں۔

تمہاری رائے کیا ہے؟ ——— مزاحم نے دہشت و حیرت اور غم والم کی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا ——— اور دل میں سوچا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے اہل و عیال کا ذریعۂ معاش تو سہلہ ہی ہے ——— اسے یہ کیسے واپس کریں گے؟ ——— وہ کچھ دیر تو خاموش رہ کر سوچتا رہا کہ کیا جواب دے؟ ——— اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ صاف صاف لفظوں میں دل کی بات زبان پر لے آئے۔

تاہم اس نے جرأت کر کے پوچھ ہی لیا ——— کیا آپ کو علم ہے کہ آپ کے اہل و عیال اور کنبے کے افراد کتنے ہیں؟ ——— اس نے ایک ایک کر کے چھوٹے بڑے تمام افراد گنوا دیئے ——— وہ انہیں بتانا چاہتا تھا کہ آپ نے جو عزم کیا ہے' اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ———

اب وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جواب سننا چاہتا تھا ——— اس کا خیال تھا کہ میں نے بیٹوں اور بیٹیوں کا ذکر کر کے' ان کی شفقت اور شعور کے دروازے پر دستک دیدی ہے ——— لہٰذا' اولاد کی شفقت اور محبت کی بنا پر اپنے فیصلے پر ضرور نظر ثانی کریں گے۔

لیکن اس نے چشم حیرت سے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرتے ہیں' جنہیں وہ اپنی انگلیوں سے پونچھ رہے ہیں ——— اور نہایت دھیمی آواز میں چند کلمات کہہ رہے ہیں ——— تاریخ نے وہ کلمات اپنے صفحات میں سنہرے حرفوں میں محفوظ کر دئے ہیں ——— اور وہ صحیح ایثار و قربانی کی اعلیٰ ترین مثال ہیں ——— وہ سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے تیقن بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے

میں انہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں
میں انہیں اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہوں

مزاحم حضرت عمر بن عبدالعزیز کی گفتگو سن کر حیرت و تعجب میں ڈوب گیا' اس نے سوچا کہ میں کیا کروں؟ ——— معاً' اسے خیال آیا کہ مجھے اس معاملے کی خبر ان کے بیٹوں کو دینی چاہیے ——— وہ ان کے ارادے کے آگے رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

چنانچہ وہ بعجلت تمام' ان کے بیٹے عبدالملک کے پاس گیا ——— اور اسے جا کر کہا' آپ جانتے ہیں کہ آپ کے والد گرامی نے آج کیا فیصلہ کیا ہے؟ ——— اس نے کہا' مجھے تو کچھ خبر نہیں ہے ——— کہنے لگا' وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری روزی اور معیشت کا سرچشمہ سہلہ' مسلمانوں کے بیت المال کے سپرد کر دیں ——— وہ اپنے اس عزم پر مصر رہے اور انہوں نے اپنا فیصلہ نافذ کر دیا' تو تمہارے کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں بچے گا۔

عبدالملک نے پوچھا' کہ جب انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا تھا تو تم نے کیا کہا تھا؟ کہنے لگا' میرا کیا پوچھتے ہو؟ ——— واللہ! میں نے انہیں

اہل و عیال اور خویش و اقارب میں سے ایک ایک کی یاد دلائی ——— تاکہ چھوٹے بڑے افراد' بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے' ان کے دل میں محبت و شفقت اور پدرانہ گداز موجزن ہو جائے ——— عبد الملک نے پوچھا' پھر انہوں نے کیا کہا؟ ——— کہنے لگا' کچھ نہ پوچھیئے! میں نے ان کی طرف دیکھا' تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی ——— وہ اپنے ہاتھوں سے آنسو صاف کر رہے تھے' اور پست آواز سے کہہ رہے تھے۔

اَکِلُھُمْ اِلَی اللّٰہِ

اَکِلُھُمْ اِلَی اللّٰہِ

میں انہیں کائنات کے پالنہار کے سپرد کرتا ہوں

میں انہیں اپنے رب کریم کے حوالے کرتا ہوں

فرط غضب سے عبدالملک کا چہرہ سرخ ہو گیا ———غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے کہنے لگا' تو دین کا برا وزیر ہے' تو بہت ہی برا دینی وزیر ہے۔

پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے' اپنے عظیم والد کی طرف روانہ ہو گیا ——— جاتے ہی دربان کو کہنے لگا' مجھے انتہائی ضروری کام ہے' لہٰذا! والد گرامی سے میرے لیے حاضری کی اجازت لو ——— دربان نے کہا' جناب! وہ بری طرح تھکے ہوئے ہیں' اور ابھی ابھی دوپہر کے آرام کے لیے لیٹے ہیں ——— عبد الملک نے اصرار کیا کہ میں اسی وقت ملاقات کرنا چاہتا ہوں' اس لیے فوری طور پر اجازت طلب کرو ——— دربان کو غصہ تو بہت آیا' کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ عمر بن عبد العزیز تھکاوٹ کے ہاتھوں نڈھال ہیں ——— اور اس وقت انہیں آرام کی سخت ضرورت ہے ——— تاہم' اس نے غصے پر قابو پاتے ہوئے ملایمت

سے کہا' آپ لوگوں کو ان پر کچھ ترس نہیں آتا؟ ——— آپ کے والد
ماجد معمولی استراحت کے لیے دن رات میں صرف اس گھڑی ہلکی سی نیند لیتے
ہیں ——— اور آپ ہیں کہ انہیں اس وقت بھی آرام نہیں کرنے دیتے
——— عبد الملک کا پارہ چڑھ گیا' اس نے ڈانٹتے ہوئے بلند آواز سے کہا
' تمہاری ماں نہ رہے! جاؤ' جاکر میرے لیے اجازت حاصل کرو ———
دربان نے بھی تندی دکھائی' حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کی آوازوں کا شور
سنا تو اندر سے آواز دی' عبد الملک کو آنے دو۔

عبد الملک بڑے پرسکون انداز میں والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا
——— اور مؤدبانہ سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگا' ابا جان! آج آپ
نے کیا عزم کیا ہے؟ ——— حضرت عمر نے فرمایا' بیٹے! میرا ارادہ یہ ہے
کہ مسلمانوں کے بیت المال کو واپس کر دوں ———ان کا خیال تھا
کہ میرا بیٹا اس فیصلے کے خلاف بات کرنے آیا ہے 'جو بہت سے وارثوں کے
مفادات سے میل نہیں کھاتا ——— مگر عبد الملک نے بعجلت تمام کہا' ابا
جان! ہرگز تاخیر نہ کیجئے' اور اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنا دیجئے! ———
ابھی اٹھئے ' اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں جو کچھ القاء کیا ہے' اس کا اعلان کر
دیجئے ——— کیونکہ آپ کے الہامی عزم میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے بیٹے کے پاکیزہ کلمات سنے ———
تو فرط مسرت سے ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہ پڑے ———
انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے 'اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان
الفاظ سے ہدیۂ تشکر پیش کیا

بے حد و حساب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے ایسی اولاد

عطا فرمائی جو دینی معاملات ـــــــ اور مسلمانوں کے مفادات میں میری معاون و مدد گار ہے۔

بیٹے! تم نے صحیح کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق خیر عطا فرمائے اور ہر مصیبت سے محفوظ رکھے ـــــــ میں نماز ظہر پڑھ کر بر سر منبر مسہلہ کے واپس کرنے کا اعلان کروں گا، تاکہ خلیفہ کا یہ عمل دوسروں کے لیے بہترین راہنما ثابت ہو، اور وہ بھی اس کے مطابق عمل پیرا ہوں ـــــــ عبد الملک نے کہا، ابا جان! زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کی کیا ضمانت ہے کہ آپ نماز ظہر تک زندہ رہیں گے؟ ـــــــ اور اگر آپ زندہ بھی رہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ظہر تک آپ کی نیت برقرار رہے گی؟ ـــــــ اور آپ تردد کا شکار ہو کر اپنا فیصلہ منسوخ نہیں کر دیں گے؟

حضرت عمر کے جذبات تشکر کی طرح فرحت و انبساط کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا ـــــــ انہیں ایسی روحانی سعادت کا احساس ہوا جس کا مقابلہ کوئی سعادت نہیں کر سکتی ـــــــ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ جنت الفردوس میں محو خرام ہوں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ظہر پڑھ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے ـــــــ اور عوام و خواص کے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ـــــــ تم سب گواہ ہو جاؤ! میرے پاس جو مسہلہ تھا، میں نے وہ مسلمانوں کے بیت المال کو واپس کیا ـــــــ میں الہام فرمانے والے رب کریم جل شانہ کا شکر بے پایاں ادا کرتا ہوں، کہ اس نے مجھے ایسی طیب و طاہر اولاد عطا کی ہے جو دینی امور اور عامۃ المسلمین کے مفادات میں میرے دست و بازو ہیں۔

یہ تھی اسلامی تربیت جو بچوں کے دلوں میں فضیلت اور ایثار و قربانی کی تخم ریزی کرتی تھی ——— چنانچہ جب بچے جوان ہوتے تھے تو وہ اوصاف حمیدہ اور نیکی کی محبت کے پیکر بن جاتے تھے ——— وہ سخت ترین احتیاج اور ناداری کے باوجود' دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے ——— اگر چہ انہیں تنگ دستی اور فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا' تاہم وہ اپنے والد اور رشتے داروں کو ایثار و قربانی کی تلقین کرتے تھے ——— اور ان کا مقصد زندگی' اور عزم صرف اور صرف' ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود ہوتا تھا۔

الحمد للہ آج بروز پیر

۲۵ محرم ۱۴۱۳ھ

۲۷ جولائی ۱۹۹۲ء

کو من نفحات الخلود کا ترجمہ مکمل ہوا

(ضمیمہ از مترجم)

اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرنے والے کی سربلندی

تواضع زگردن فرازاں نکوست

جن دنوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن کے گورنر تھے ــــــ ایک شخص ملک شام سے آیا' اس کے پاس ڈھیر سارا مال تھا ــــــ اس کی نظر حضرت سلمان پر پڑی ــــــ بھاری جسم' دراز قد' طاقتور اور محنتی ــــــ اس نے سوچا کہ یہ قلی ہے ــــــ انہیں بلا کر کہا' کہ یہ سامان اٹھا کر میرے ساتھ چلو ــــــ حضرت سلمان فارسی نے اس شخص کا سامان اٹھانے میں کچھ بھی عار محسوس نہیں کی ــــــ سامان اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں ــــــ چند افراد نے آگے بڑھ کر کہا' جناب گورنر! ہم یہ سامان اٹھا لیتے ہیں۔

سامان کے مالک نے انہیں گورنر کے لقب کے ساتھ پکارتے ہوئے سنا' تو حیران رہ گیا ــــــ ایک شخص سے پوچھا' کہ یہ کون ہیں؟ ــــــ اس نے کہا' کہ یہ گورنر ہیں ــــــ وہ شخص شرم و حیا سے پانی پانی ہو گیا ــــــ اس نے شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ــــــ جناب! میں آپ سے واقف نہیں تھا ــــــ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے' میرا سامان دے دیجئے!

حضرت سلمان فارسی نے فرمایا کہ میں تمہارا سامان تمہارے گھر پہنچائے بغیر نہیں دوں گا ــــــ اور فرمایا کہ میں نے یہ کار خیر تین مقاصد کے

پیش نظر کیا ہے۔

۱ ـــــــ تکبر اور غرور میرے قریب نہ آنے پائے

۲ ـــــــ میں نے ایک مسلمان بھائی کی امداد کی ہے۔

۳ ـــــــ تم اگر مجھ سے کام نہ لیتے تو مجھ سے کمزور کسی شخص سے کام لیتے

ـــــــ اس لیے میں نے مناسب جانا کہ خود ہی یہ کام انجام دے دوں۔

(ایک عربی ڈائری سے ماخوذ)

ایک حبشی نژاد مسلمان کی
"پرواز فکر"

زمین و آسمان کے خالق نے انسان کو پیدا کیا —— اس کا مقدر بھی لکھ دیا —— دولت مند کو آسودگی ملی —— غریب کو فاقہ مستی —— ایک میں تھا —— کہ خالق نے مجھے سیاہ رنگت دے دی —— دنیا کے کسی خطے نے مجھے گوارہ نہ کیا —— گورے نے مجھے بیڑیاں ڈال دیں —— اور نفرت سے کہا: "تم کالے ہو —— تم غلام ابن غلام ہو —— میرے مویشی چراؤ اور میری زمینوں پر ہل چلاؤ —— کہ تم محکوم ہو" —— میں نسل در نسل پستا رہا —— پھر اچانک عرب کے صحرا سے —— بے آب و گیاہ میدان سے —— ایک پیکر رحمت اٹھا —— اس نے ہاتھ پھیلا کر مجھے بلایا اور کہا: "میری جانب بڑھو —— میں تمہاری زنجیریں توڑنے والا ہوں —— تمہیں مبارک ہو —— کہ آج کے بعد —— کسی گورے کو تم پر فضیلت نہ ہو گی" —— وہ کون تھا؟ —— جس نے مجھے رحمت کی آغوش میں لے لیا —— محمد! —— بلال حبشی کا آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

یہ دراصل انگریزی کی اس نظم کا مفہوم و مطلب ہے جو ہیلی فیکس (برطانیہ) میں میلاد مصطفیٰ کے جلوس کے اختتام پر ایک بڑے میدان میں انعقاد پذیر عظیم اجتماع میں ایک حبشی نژاد کالے مسلمان نے پڑھی تھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس اجتماع میں انگریز بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ یہ نثری نظم موجودہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں انشاء اللہ ایک نورانی کرن ثابت ہو گی۔ ویسے بھی اس کا متن بڑا روح پرور اور دل کش و دل نشیں ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

(مترجم :۔ عطاء المصطفٰی جمیل قادری)

احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویۃ

کا

تحقیقی و تنقیدی جائزہ

تالیف: محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

تقدیم: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر

قیمت ۲/۰،

رضا دار الاشاعت لاہور